Nawab Imad ul-Mulk Memorial Volume

عمادیہ

IMADIYA
HISTORICAL MISCELLANY

Compiled by

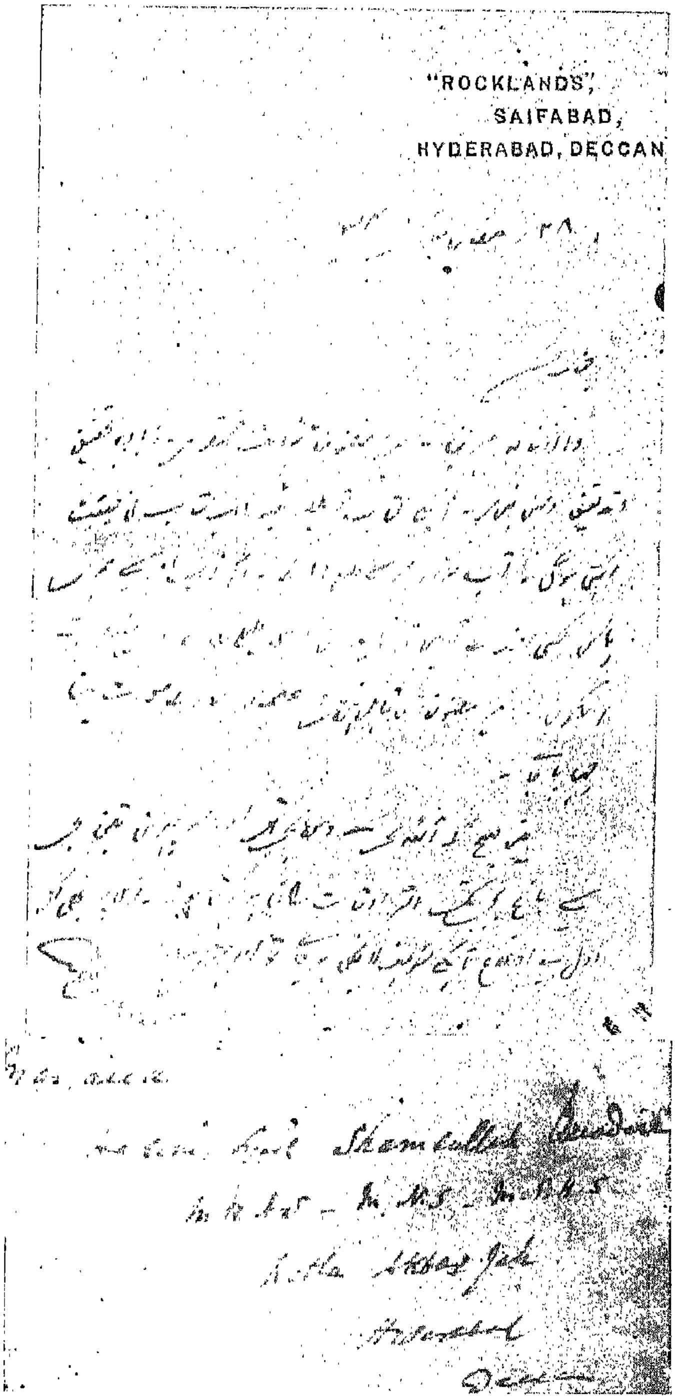
Hakim Sayyid Shams - Ullah Qadri
Honorary Member,
de la Société de L'Histoire de L'Inde Francaise

PART FIRST

Published by The Tarikh Office, Hyderabad-Dn.

Foreign Agents

LUZAC & Co., 46-8 Great Russell Street,
London, W.C. 1.


"ROCKLANDS",
SAIFABAD,
HYDERABAD, DECCAN

نواب عماد الملک بہادر کی تحریر کا نمونہ

نواب عماد الملک مُعوّز بل وَ الیوم

تہنیت

سید زین العابدین، نواب عابد نواز جنگ بہادر
فرزند اول نواب صاحب ممدوح

آنریبل سر سید عقیل، نواب عقیل جنگ بہادر
نائب صدر اعظم معزز باب حکومت سرکار عالی
فرزند سوم نواب صاحب ممدوح

آنریبل سر سید مہدی حسین، نواب مہدی یار جنگ بہادر
صدر المہام تعلیمات سرکار عالی
فرزند چہارم نواب صاحب ممدوح

آنریبل سید زین الدین، نواب زین یار جنگ بہادر
صدر المہام تعمیرات و صنعت و حرفت سرکار عالی
خواہر زادہ نواب صاحب ممدوح

مرزا علی یار خاں، نواب علی یاور جنگ بہادر
معتمد عدالت کوتوالی و امور عامہ سرکار عالی
دختر زادہ نواب صاحب ممدوح

تمہید

نواب عماد الملک بہادر مولوی سید حسین بلگرامی کے تبحّر علمی اور اُن کے علمی اور تعلیمی کارناموں کے اعتراف میں مختلف تاریخی مضامین کا یہ مجموعہ "عمادیہ" کے نام سے شایع کیا جا رہا ہے۔ اس میں جو مضامین جمع کیے گئے ہیں اُن کا تعلق ایسے مباحث سے ہے جن کی تحقیق و تدوین نواب صاحب ممدوح کے مطمح نظر رہی تھی اور اُن کی ترویج و احیاء کو نواب صاحب نے اپنا نصب العین قرار دیا تھا۔

نواب صاحب ممدوح کی یادگار میں جب ہم نے ایک مجموعۂ مضامین شایع کرنے کا ارادہ کیا اور اس کی نسبت مشاہیر عہد سے آرا طلب کیے تو ہر ایک نے ہمارے اس ارادے کو نہ صرف پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا بلکہ اس کی اشاعت کو ازبس ضروری سمجھا تاکہ اس کے ذریعہ ارباب علم کے دلوں میں نواب صاحب کی یاد ہمیشہ تازہ رہے۔ جن مشاہیر عصر نے اس بارے میں غیر معمولی دلچسپی ظاہر کی ہے ان میں چند کے نام نامی و اسمائے گرامی یہ ہیں۔

آنریبل سر محمد عثمان، سابق گورنر مدراس و حال ممبر وائسرائے اگزیکٹیو کونسل۔

رائٹ آنریبل ڈاکٹر سر تیج بہادر سپرو، کے، سی، ایس، آئی۔ ایم، اے۔ ایل ایل، ڈی۔ ڈی، سی، ایل۔

ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد۔ ایم، اے، پی ایچ، ڈی۔ وائس چانسلر، مسلم یونیورسٹی۔ علی گڈھ۔

نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا محمد حبیب الرحمٰن خاں شروانی۔
سر شیخ عبدالقادر ایم، اے۔ بیرسٹرایٹ لا۔ سابق ممبر، انڈیا کونسل۔
دیوان بہادر پروفیسر کرشنا سوامی اینگار۔ ایم، اے۔ پی ایچ، ڈی۔
خان بہادر پروفیسر محمد شفیع ایم، اے سابق پرنسپل اورینٹل کالج۔
پروفیسر محمد اقبال۔ ایم، اے۔ پی ایچ، ڈی۔ پرنسپل اورینٹل کالج۔
پروفیسر عبدالستار صدیقی۔ ایم، اے۔ پی ایچ، ڈی۔
خان بہادر۔ شیخ عبدالقادر سرفراز۔ ایم، اے۔ آئی، ای، ایس۔
راؤ بہادر پروفیسر سری نواس چاری۔ ایم، اے۔ اناملی یونیورسٹی۔

ارباب علم کو اس مجموعہ کی اشاعت سے جو دلچسپی رہی ہے اُس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ پروفیسر سری نواس نے اپنی گراں پایہ تالیف ہسٹری آف جنجی میں اشاعت سے قبل اس کا تذکرہ کیا ہے۔

اس مجموعہ کی ابتدا نواب صاحب کے حالات سے کی گئی ہے یہ نہایت مختصر یادداشتیں نواب صاحب کی اُس ضخیم سوانح حیات سے ماخوذ ہیں۔ جسے ہم لکھ رہے ہیں۔ جب یہ مبسوط اور جامع کتاب مکمل ہو جائے گی تو اس سے نواب کے سوانحات زندگی اور اُن کے گراں قدر علمی، تعلیمی، مذہبی، سیاسی خدمات اور افکار و آرا سے واقفیت حاصل کرنے کا ارباب علم کو موقع حاصل ہو جائے گا۔ توقع ہے کہ یہ کتاب آیندہ سال منظر عام پر آجائے گی۔

یہ مجموعۂ مضامین جو اس وقت شایع کیا جارہا ہے "عمادیہ" کا پہلا حصّہ ہے۔ اس کے اور چار حصّے ابھی زیر طبع ہیں۔



نواب عماد الملک بہادر

مولوی سید حسین بلگرامی

نواب علی یار خاں بہادر معتمن جنگ عماد الدولہ

عماد الملک

سی، ایس، آئی۔ ال ال، ڈی

من کلام حضرت فصاحت البیان
بندگان عالی متعالی حضرت سلطان العلوم خلد الله ملکه و سلطنته

مادہ تاریخ رحلت

مولوی سید حسین صاحب بلگرامی المخاطب عماد الملک

بیاض چشم گفته بیں چه صاد است

عجب طرحے که ایں بهر بلاد است

بنیاد — شهر

تخرجه — ۲۶۱

برفته نیک نام ملک عثمان

برائے کاخ علمی هم عماد است

عمارت — ستون

۱۳۴۴ھ

نواب عماد الملکؒ کے اسلاف

نواب عماد الملک بہادر کا خاندان اودھ کے اُن خاندانوں میں شمار ہوتا ہے جو صدیوں سے اس علاقہ میں صاحبِ ارشاد وہدایت اور مرجعِ خاص و عام رہے ہیں۔ ان کے اجداد ابتداءً واسطہ میں رہا کرتے تھے، جو عراقِ عرب میں بغداد و بصرہ کے مابین واقع ہے اور اسی سکونت کے باعث ان کی اولاد ساداتِ واسطیہ کی نسبت سے منسوب و مشہور ہوئی۔

جدِ اعلیٰ سید محمد صغریٰ

نواب عماد الملک بہادر کے جدِّ اعلیٰ سید محمد صغریٰ، امام ہمام زین العابدین علی بن حسین علیہ السلام کی اولاد سے تھے اور بیس واسطوں سے ان کا سلسلۂ نسب جناب سید الشہداء امام حسین علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔

مولانا آزاد بلگرامی نے مآثر الکرام میں لکھا ہے کہ سید محمد صغریٰ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مرید تھے۔ ۶۱۴ھ میں دہلی سے نکلے، اودھ میں آکر بلگرام کو فتح کیا اور اسے اپنا مسکن بنایا اس زمانہ میں سلطان شمس الدین التمش

(۶۴۳ھ ـ ۶۶۴ھ) کی حکومت تھی۔ بادشاہ نے قصبۂ بلگرام
اور اس کے اطراف و اکناف کا عشر ان کے لئے مقرر کردیا
جو اس زمانہ سے سلطان ابراہیم لودھی (۹۲۳ھ ـ ۹۳۲ھ)
کے انقراض اور سلطان ظہیر الدین محمد بابر (۹۳۲ھ ـ ۹۳۷ھ)
کے تسلط تک ان کی اولاد کو برابر ملتا رہا۔

سید کرم حسین خاں

نواب عماد الملک بہادر کے دادا سید کرم حسین خاں،
نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ (۱۲۴۳ھ ـ ۱۲۵۳ھ) کی طرف
سے گورنر جنرل لارڈ بنٹنگ (۱۲۵۰ھ ـ ۱۲۵۲ھ) کے دربار
میں وکالت و سفارت کے عہدہ پر مامور تھے، ان کے دو فرزند

اعظم الدین خاں

تھے، سید اعظم الدین اور سید زین الدین دونوں نے کلکتہ کے
مشہور دارالعلوم "کالج آف اورنٹیل لرننگ" میں جس کو وارن ہیسٹنگز
نے قائم کیا تھا تعلیم پائی۔ عربی، فارسی اور انگریزی میں کمال
حاصل کیا۔ اعظم الدین خاں اولاً گورنر جنرل کے میر منشی مقرر
ہوئے، کچھ عرصے کے بعد السنہ مشرقیہ کے مترجم قرار پائے۔
پھر گورنر جنرل نے ان کو سندھ کی ریاستوں کا پولٹیکل ایجنٹ
بنایا۔ اس کے ساتھ دریائے سندھ کی نگرانی بھی ان کے
تفویض کی یہ عہدہ صرف انگریزوں سے مختص تھا لیکن سندھ
کے روساء اپنے دربار میں کسی انگریز کا آنا پسند نہیں کرتے
تھے یہی وجہ ہے کہ اس خدمت کے لئے اعظم الدین خاں
کا انتخاب عمل میں آیا۔ اعظم الدین خاں گورے چٹے آدمی تھے
جس کی وجہ سے باشندگان سندھ کو ان کے متعلق انگریز ہونے کا شبہ ہوگیا

یہ بات عام طور پر مشہور ہوگئی کہ انھوں نے اپنے آپ کو فرضی طور پر مسلمان بنا رکھا ہے۔ اس بدگمانی کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض آدمیوں نے ان کو مار ڈالنے کا ارادہ کیا۔ اعظم الدین خاں پریشان اور خائف ہوکر سندھ سے فرار ہوگئے، براہِ سمندر ایک عرصہ کے بعد کلکتہ واپس آئے۔ اس کے بعد گورنر جنرل کے ایماء سے بنگال میں دو مرتبہ مجلس وضع قوانین کے ممبر منتخب ہوئے۔ پھر بہار میں آکر ڈپٹی کلکٹر اور سٹلمنٹ آفیسر کے فرائض تھوڑی مدت تک انجام دیتے رہے ہندوستانیوں میں ان کو پہلے پہل سی' یس' آئی کا خطاب ملا۔

سید زین الدین حسین

زین الدین حسین، بنگال اور بہار کے مختلف علاقوں میں ۱۲۵۶ھ سے ۱۲۹۲ھ تک کم و بیش چھتیس سال ڈپٹی کلکٹر اور ڈپٹی مجسٹریٹ کے عہدوں پر مامور رہے اور جب وہاں سے وظیفہ حسن خدمت مل گیا تو نواب سر سالار جنگ بہادر کے عہدِ وزارت میں حیدرآباد چلے آئے۔ اور یہاں ۱۲۹۹ھ میں مجلس دریافت انعام کی رکنیت دوم پر ان کا تقرر ہوا۔ انھوں نے ۱۳۰۳ھ م ۱۸۸۶ء میں حیدرآباد میں وفات پائی۔[1]

---

[1] حیدرآباد کی ملازمت کا حال اور انتقال کی تاریخ، نواب سر عقیل جنگ بہادر کی ایک تحریر مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۳۸ء سے اخذ کی گئی ہے۔

شجرۂ نسب

(۱)

نواب عماد الملک بہادر کے اسلاف

اس سلسلہ کے پہلے بیس واسطوں کو (۱) سے (۲۰) تک ہم نے علامہ سید عبدالجلیل بلگرامی کے شجرۂ منظوم اور مولانا غلام علی آزاد بلگرامی کی مآثر الکرام (صفحہ ۱۱) سے اخذ کیا۔ اس کے بعد تیرہ واسطے (۲۱) سے (۳۳) تک مآثر الکرام (صفحہ ۷۷ و صفحہ ۸۰) سے اور ان کے بعد آٹھ واسطے (۳۴) سے (۴۱) تک مولوی سید وصی الحسن بلگرامی کی کتاب روضۃ الکرام شجرۂ سادات بلگرام سے منقول ہیں۔

۱- سید الشہدا امام مظلوم حسین علیہ السلام
۲- امام زین العابدین
۳- زید شہید
۴- عیسیٰ موتم الاشبال
۵- سید محمد
۶- سید علی
۷- سید حسین
۸- سید علی العراقی
۹- سید حسن
۱۰- سید علی
۱۱- سید زید
۱۲- سید یحییٰ

۱۳ سید حسین
۱۴- سید داؤد
۱۵- سید ابوالفرج الواسطی
۱۶- سید ابوالفراس
۱۷- سید ابوالفرج ثانی
۱۸- سید حسین
۱۹- سید علی
۲۰- سید محمد صاحب دعوۃ الصغریٰ
۲۱- سید سالار
۲۲- سید مسعود
۲۳- سید ناصر
۲۴- سید ابراہیم
۲۵- سید جمال الدین
۲۶- سید بڈھے
۲۷- سید محمود عرف سید بڈھن
۲۸- سید حسن
۲۹- سید پیارے
۳۰- سید ابراہیم
۳۱- سید بدرالدین عرف سید بُدّے
۳۲- سید عمر (جد القبیلہ یکے از قبائل اربعہ سیدواڑہ)
۳۳- سید شریف
۲۴- سید محمد ہاشم
۲۵- سید محمد طاہر
۳۶- سید غلام اشرف
۳۷- سید نادعلی
۳۸- سید حسین رضا
۳۹- سید کرم حسین
۴۰- سید زین الدین حسین
۴۱- سید حسین نواب عماد الملک

———— (۲) ————

نواب عماد الملک بہادر کے اخوان و اخلاف

نواب سر عقیل جنگ بہادر اور نواب سر مہدی یار جنگ بہادر نے
شجرۂ نسب کے اس حصہ کی صحت فرمائی ہے۔

سید زین الدین حسین

۱. سید حسین (عماد الملک)
۲. سید بدر الدین
۳. سید محمد
۴. سید علی
۵. فاطمہ بیگم
 - سید زین الدین (نواب زین یار جنگ) صدر المہام تعمیرات
۶. میجر سید حسن

اولاد سید حسین (عماد الملک):

۱. سید زین العابدین (نواب عابد نواز جنگ بہادر)
۲. سید ہاشم
 - قمر النساء بیگم
۳. سیدہ بیگم[1]
۴. طیبہ بیگم
۵. سید عقیل (نواب سر عقیل جنگ) نائب صدر اعظم
۶. سید مہدی حسین (نواب سر مہدی یار جنگ) صدر المہام تعلیمات

فرزندان و دختران نواب عابد نواز جنگ بہادر

(۱) سید عسکری (۲) سید ہادی (۳) سید ذکی
(۴) زینب بیگم (۵) زکیہ بیگم

فرزندان و دختران نواب سر عقیل جنگ بہادر

(۱) سید تقی (۲) سید نقی (۳) سید باقر

---

[1] ان کا ۱۸۹۲ء میں انتقال ہوا۔

(۴) طاہرہ بیگم[۱] (۵) عباسی بیگم[۲] (۶) صبیحہ بیگم[۳]

فرزندان و دختران نواب سر مہدی یار جنگ بہادر

(۱) سید ہادی حسین (۲) بتول بیگم (۳) مریم بیگم[۴]

(۴) زہرا بیگم[۵] (۵) رضیہ بیگم (۶) خدیجہ بیگم

فرزندان و دختران طیبہ بیگم

(۱) معصومہ بیگم[۶] (۲) سکینہ بیگم[۷]

(۳) مرزا علی یار خاں (نواب علی یاور جنگ بہادر) (۴) سیدہ بیگم[۸]

۱۔ اہلیہ نواب مہدی نواز جنگ بہادر معتمد صنعت و حرفت

۲۔ اہلیہ سید محمد جواد مہتمم تعلیمات

۳۔ اہلیہ مرزا نجف علی خاں ناظم محکمہ اطلاعات

۴۔ اہلیہ سید محمد تقی بلگرامی فرزند نواب سر عقیل جنگ بہادر

۵۔ اہلیہ نواب علی یاور جنگ بہادر معتمد امور عامہ فرزند نواب خدیو جنگ مرحوم

۶۔ اہلیہ مرزا حسین علی خاں فرزند مرزا محمد علی خاں مرحوم

۷۔ اہلیہ ابوالفضل رحمت اللہ قادری فرزند سید احمد قادری مرحوم

۸۔ اہلیہ سید حسین ظہیر متوطن لکھنؤ۔

نواب عماد الملک بہادر

تاریخ ولادت نواب عماد الملک ضلع گیا کے قصبۂ صاحب گنج میں ۱۰ر رمضان ۱۲۵۸ھ (۱۶ر اکتوبر ۱۸۴۲ء) کو غدر سے پندرہ سال پہلے پیدا ہوئے۔ زمانۂ طفلی میں والدہ کا انتقال ہوگیا۔ *تعلیم* سات سال کی عمر سے تعلیم شروع ہوئی کلکتہ اور ڈھاکہ میں سات سال تک نصاب نظامیہ کی تحصیل کرتے رہے۔ چودہ سال کی عمر تک نحو میں ملّا عبدالرحمٰن جامی کی شرح کافیہ، منطق میں علّامہ قطب الدین رازی کی شرح شمسیہ۔ ادب میں شیخ سعدالدین تفتازانی کی مختصر المعانی۔ حکمت میں قاضی میر حسین میبذی کی شرح ہدایت الحکمت کا درس ختم کیا۔ ۱۲۷۳ھ (۱۸۵۶ء) سے انگریزی پڑھنا شروع کی۔ بھاگل پور اور باقی پور کے اسکولوں میں قریباً ڈھائی سال شریک رہے۔ اسی زمانے میں نواب صاحب کے والد پٹنہ میں ڈپٹی کلکٹر اور مجسٹریٹ کے عہدوں پر

مامور تھے اور مدح پور ان کا مستقر تھا۔
۱۲۷۶ھ (۱۸۵۹ء) میں کلکتہ آئے اور یہاں کی ایک فرانسیسی درسگاہ لامارٹی نیر میں شامل ہوئے اور اس کی سب سے بڑی شاخ ہیر اکاڈیمی میں ڈھائی سال تعلیم پاکر ۱۲۷۸ھ (۱۸۶۱ء) میں میٹرک کا امتحان بدرجۂ اعلیٰ کامیاب کیا اس کے بعد پریزیڈنسی کالج میں داخل ہوکر ۱۲۸۰ھ (۱۸۶۳ء) میں ایف۔ اے اور ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۶ء) میں بی۔ اے کی سند حاصل کی۔

ختم تعلیم کے بعد ملازمت کا ارادہ کیا۔ والد بزرگوار کی اتباع میں آپ کو بھی انتظامی سررشتوں میں شامل ہونا چاہیے تھا برخلاف اس کے آپ نے ملازمت کے لئے تعلیمی شعبہ کو ترجیح دی اور لکھنؤ میں آکر کیننگ کالج میں عربی کی پروفیسری قبول کرلی چھ سال اس خدمت کو انجام دیتے رہے۔ ان ایام میں مفتی محمد عباس شوستری سے علوم عربیہ کی تکمیل کی۔ میر انیس سے بھی فیض حاصل کیا۔

عربی پروفیسری

لکھنؤ ٹائمز کے نام سے ایک انگریزی اخبار اودھ کے تعلقدار نکالا کرتے تھے۔ نواب عماد الملک لکھنؤ آنے کے بعد اس کے ایڈیٹر بھی مقرر ہو گئے اسی زمانے میں گورنمنٹ نے نہر سردہ نکالنی چاہی اس کی تکمیل تعلقداران اودھ کے لئے باعثِ نقصان تھی۔ پانیر نے اس اسکیم کی خوب تائید کی اور تعلقداروں کی مخالفت میں غیر معمولی

لکھنؤ ٹائمز کی ایڈیٹری

حصہ لیا۔ نواب عماد الملک نے لکھنو ٹائمز میں تعلقداروں کی حمایت کی۔ پانیر کے مضامین کا جواب لکھا اور اس اسکیم کے بارے میں اس شد و مد سے اختلاف کیا کہ گورنمنٹ کو اس سے دست بردار ہونا اور نہر کی تعمیر کو ملتوی کرنا پڑا۔

ورود حیدرآباد

۱۲۸۹ھ (۱۸۷۲ء) میں نواب سر سالار جنگ بہادر گورنر جنرل لارڈ نارتھ بروک سے ملاقات فرمانے کے لئے کلکتہ تشریف لے گئے۔ واپسی کے وقت چند روز کے لئے لکھنو آئے نواب صاحب کو لائق اور ہوشیار آدمیوں کی تلاش تھی۔ جنرل بیرو سے جو اس زمانہ میں اودھ کے چیف کمشنر تھے۔ اس کا ذکر آیا تو انہوں نے نواب عماد الملک کو پیش کیا۔ اور مردم شناس وزیر کی طلب پر نواب عماد الملک ۱۲۹۰ھ (۱۸۷۳ء) کے اواسط ایام میں حیدرآباد آئے نواب سر سالار جنگ بہادر نے منشی خاص کی خدمت ان کے تفویض کی۔ نواب عماد الملک نہایت قابلیت اور دیانت داری کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے رہے سرکار انگریزی اور سرکار عالی کے مابین انگریزی زبان کی تمام خط و کتابت نواب عماد الملک کے تفویض تھی۔ اس زمانہ میں برار کے مسئلہ پر جس قدر مراسلت سرکارین کے مابین ہوئی تھی اس کو نواب عماد الملک نے تحریر کیا تھا۔

ولایت کا سفر

۱۲۹۳ھ (۱۸۷۶ء) میں نواب سر سالار جنگ نے یورپ کا سفر کیا نواب عماد الملک معتمد خاص کی حیثیت سے ان کے ہمراہ تھے یہ سفر نواب عماد الملک کے لئے بڑی اہمیت رکھنے والا تھا کیونکہ ان کو انگلستان کے اعلیٰ طبقہ سے واقف ہونے کا موقع ملا۔ ملکۂ وکٹوریہ سے شرف تکلم حاصل ہوا۔ وزرائے انگلستان مثلاً مسٹر گلاڈسٹون، لارڈ سالسبری اور جان مارلے وغیرہ سے ملاقات کی۔

سفر یورپ سے واپس آنے کے بعد نواب سالار جنگ نے معتمدی خاص کے ساتھ معتمدی امور متفرقات بھی نواب عماد الملک کے تفویض کی۔

کونسل آف اسٹیٹ کی معتمدی

نواب سر سالار جنگ بہادر کے انتقال کے بعد ۱۳۰۱ھ میں کونسل آف اسٹیٹ قائم ہوئی۔ نواب عماد الملک اس کے معتمد قرار پائے اور ۱۳۱۱ھ تک اس اہم خدمت کو انجام دیتے رہے کونسل آف اسٹیٹ کی معتمدی کے ساتھ اعلیحضرت بندگان عالی نے اپنی پیشی کی معتمدی بھی سرفراز فرمائی جس پر آپ ۱۳۰۴ھ تک فائز رہے۔

امور متفرقات کی معتمدی

سررشتۂ تعلیم ابتداء میں معتمد مال گزاری کے تحت تھا نواب عماد الملک معتمد امور متفرقات مقرر ہوئے تو سررشتہ تعلیم بھی آپ سے متعلق کردیا گیا۔

نظامت تعلیمات

۱۳۲۰ھ (۱۹۰۲ء) میں امور متفرقات کی معتمدی شکست

کردی گئی اور مجلس تعلیمات قائم ہوئی، اس وقت نواب عمادالملک ناظم تعلیمات قرار پائے پانچ مہینے کے بعد مجلس تعلیمات توڑدی گئی۔ اور سررشتۂ تعلیمات معتمد عدالت و امور عامہ کے تفویض کردیا گیا۔ مگر نواب عمادالملک بدستور نظامت تعلیمات کے فرائض انجام دیتے رہے یہاں تک کہ ۱۳۲۵ھ میں وظیفہ حسن خدمت حاصل کیا۔ اس طرح ۱۲۹۳ھ سے ۱۳۲۵ھ تک قریباً ۳۲ سال دیگر خدمات کے ساتھ بلا وقفہ سررشتۂ تعلیمات کی معتمدی اور نظامت کے فرائض آپ سے وابستہ رہے۔

وائسرائے کی مجلس مقننہ کی ممبری

ماہر تعلیم کی حیثیت سے لارڈ کرزن نے ۱۳۲۰ھ میں اپنی مجلس مقننہ کا ممبر منتخب کیا۔ ۲۱-۱۳۲۰ھ (۱۹۰۳ء) میں آپ نے موازنہ پر بحث کرتے ہوئے کروڑہا غیر تعلیم یافتہ نفوس کی حمایت میں ابتدائی تعلیم کے لئے اضافہ اخراجات کے بارے میں ایک پُرمغز تقریر کی تھی جس کا زمانہ مابعد میں شاندار نتیجہ برآمد ہوا۔

انڈیا کونسل کی ممبری

۱۳۲۵ھ میں انڈیا کونسل کی ممبری کے لئے ہندوستان سے دو ممبروں کے انتخاب کا لارڈ مارلے سکرٹری آف اسٹیٹ کو اختیار دیا گیا تو انھوں نے نواب عمادالملک اور سر کے، گپتا کو منتخب کیا اور یہ دونوں انڈیا کونسل کے پہلے ہندوستانی ممبر تھے۔ انڈیا کونسل کے تین شعبے تھے اور نواب عمادالملک تینوں شعبوں میں کام کیا کرتے تھے۔ نواب عمادالملک کی مدت ممبری سات سال کی تھی جو ۱۳۳۲ھ میں ختم ہوتی تھی لیکن آپ کو

انگلستان کی سردی ناموافق ہوئی اور سوء مزاج کے باعث صرف دو سال اس خدمت کو انجام دے کر سنہ ۱۳۲۰ھ میں مستعفی ہوگئے۔

مشیر مدارالمہام
سنہ ۱۳۲۱ھ میں نواب سالار جنگ ثالث وزارت عظمیٰ کے عہدہ پر فائز ہوئے تو اُن کے مشیر خاص کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہوا اور لقب "مشیر خاص مدارالمہام" تجویز ہوا اور آپ کی حیثیت صدر المہاموں سے بالا تر قرار دی گئی اس جلیل القدر خدمت کو آپ دو سال تک انجام دیتے رہے اسی دوران میں وائسرائے کونسل میں توسیع ہوئی اور شعبۂ تعلیمات کی جدید ممبری قائم کی گئی اس کے لئے حضور وائسرائے نے نواب عماد الملک کو نامزد کرنا چاہا لیکن آپ نے ضعف و پیری کا عذر کرکے معذرت چاہی۔

وفات
۲۱ ذی قعدہ سنہ ۱۳۴۴ھ کو نواب عماد الملک نے انتقال فرمایا اس وقت آپ کی عمر قمری حساب سے ستیاسی برس کی تھی۔ آپ کی قبر بیگم پیٹھ اور خیریت آباد کے مابین پنجابی گٹہ کی پہاڑی کے قریب چھوٹے سے باغیچہ میں واقع ہے۔

خطابات
اعلیحضرت غفراں مکاں آصف جاہ سادس کی تخت نشینی کے موقع پر نواب عماد الملک کو "موتمن جنگ" کا خطاب دو ہزاری ذات اور پانصد سوار کا منصب عطا ہوا

۱۳۰۲ھ میں "عماد الدولہ" کے خطاب تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب سے سرفراز ہوئے۔ ۱۳۰۸ھ میں "عماد الملک" کا رفیع المنزلت خطاب عنایت ہوا۔ ۱۳۲۶ھ میں گورنمنٹ آف انڈیا نے "سی، یس، آئی" کا اعزاز مرحمت کیا۔ ۱۳۴۴ھ میں مسلم یونیورسٹی اور عثمانیہ یونیورسٹی نے ال ال' ڈی کی اعزازی ڈگریاں پیش کیں

مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی صدارت

دو مرتبہ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے صدر منتخب ہوئے۔ پہلی بار ۱۳۱۴ھ میں گیارہویں اجلاس منعقدہ میرٹھ کے دوسری دفعہ ۱۳۱۸ھ میں چودھویں اجلاس منعقدہ رام پور کے۔ گیارہواں اجلاس سرسید کی زندگی میں اور چودھواں اجلاس نواب محسن الملک کے زمانہ میں ہوا تھا۔ اس آخر الذکر اجلاس کے انعقاد کی غرض و غایت یہ تھی کہ علی گڈھ کالج کو "یونیورسٹی" بنایا جائے۔ نواب عماد الملک کا خطبۂ صدارت اس اہم تحریک کی تائید، قیام یونیورسٹی کی ضرورت اور اس کے لوازمات کی توضیح و تشریح پر مشتمل تھا۔

سررشتہ تعلیم کی حالت زمانہ نظامت میں

نواب عماد الملک (۳۳) سال ناظم تعلیمات رہے جس وقت ۱۲۹۳ھ میں انھوں نے اس خدمت کا جائزہ لیا تھا۔ ممالک محروسہ میں مدارس کی جملہ تعداد ایک سو اکاون تھی اور ان میں چھ ہزار آٹھ سو طلباء زیر تعلیم تھے اور سررشتۂ تعلیم پر ایک لاکھ پینتیس ہزار چار سو ترپن روپیے تیرہ آنہ پانچ پائی

صرف ہوتے تھے۔ ۱۳۲۵ھ میں نواب صاحب نے جب اس خدمت سے سبکدوشی حاصل کی اس وقت دوہزار تین سو انچاس مدرسے قائم ہو چکے تھے اور طلباء کی تعداد نود ہزار تین سو تیرہ تھی۔ اور چھ لاکھ ۹۹ ہزار تین سو ستاون روپیے سررشتہ تعلیم کا خرچ تھا۔ ترقی تعلیم کی تدریجی رفتار کو ظاہر کرنے کے لئے ہر پانچ سال کے تفاوت سے تینتیس(۳۳) سالہ اعداد و شمار ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

سنہ	تعداد مدارس	تعداد طلباء	اخراجات سالانہ
سنہ ۱۲۸۵ف	۱۵۱	۶۸۸۰	یک لاکھ [illegible]
سنہ ۱۲۹۶ھ ۱۲۸۹ف	۱۷۱	۸۳۲۰	دو لاکھ [illegible]
سنہ ۱۳۰۲ھ ۱۲۹۴ف	۲۰۹	۱۱۸۴۶	دو لاکھ [illegible]
سنہ ۱۳۰۷ھ ۱۲۹۹ف	۴۹۹	۳۶۵۵۵	۷ لاکھ [illegible]
سنہ ۱۳۱۴ھ ۱۳۰۴ف	۵۵۵	۴۳۰۳۰	[illegible]

سنہ ١٣١٧ھ / ١٣٠٩ف	٨٤٤	٩١٤٧٨	[illegible]
سنہ ١٣٢٢ھ / ١٣١٤ف	٨٦٦	٨٩٥٣٠١	[illegible]
سنہ ١٣٢٤ھ / ١٣١٦ف	٩٠٩	٩٠٣١٣	[illegible]

نواب صاحب کے دور نظامت میں تعلیم کے لئے پانچ زبانیں ملکی قرار دی گئی تھیں اردو، مرہٹی، تلنگی، کنھڑی، تامل، عربی، فارسی، سنسکرت اور لاطینی کو کلاسیکل زبان شمار کیا جاتا تھا۔

دیہات کے چھوٹے چھوٹے مدرسوں میں عموماً دو یا تین ملکی زبانیں ایک ساتھ پڑھائی جاتی تھیں ہائی اسکولوں میں انگریزی کے ساتھ دو یا تین کلاسیکل زبانوں کی تعلیم لازمی قرار دی گئی تھی۔

سنہ ١٣١١ھ میں زبانوں کے لحاظ سے جو طلبا، سرکار عالی کے مدارس میں زیر تعلیم تھے ان کی تفصیل یہ ہے۔

ملکی زبانیں

اردو	١٠٤١٤

مرہٹی	۱۲۳۳۱
تلنگی	۱۰۳۱۰
کنڑی	۳۰۲۶
ٹامل	۶۳۹

کلاسیکل زبانیں

فارسی	۴۴۵۶
عربی	۹۹۳
سنسکرت	۱۴۲
لاطینی	۲۱۹

یورپین زبانیں

انگریزی	۴۹۸۱
فرانسیسی	۱۰۰

ہندوستانی زبانیں

گجراتی	۴۰۴
بنگالی	۱۱۰
گورمکھی	۵۰
ہندی	۹۷

اس زمانے میں ممالک محروسہ میں مختلف السنہ کی جو تعلیمی حالت تھی اس کا برٹش انڈیا کی تعلیمی حالت سے مقابلہ کیا جائے تو فی صد حسب ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

	برٹش انڈیا	ممالک محروسہ
انگریزی	۹٫۹	۹٫۲
کلاسیکل زبانیں	۸٫۰	۹٫۲
دیسی زبانیں	۲۸٫۱	۸۱٫۶

نواب عماد الملک کے ناظم تعلیمات ہونے سے پیشتر حیدرآباد میں چار بڑے مدرسے تھے ایک مدرسۂ عالیہ جو نواب سالار جنگ کی ڈیوڑھی میں تھا اس میں صرف اعیان و امراء کے محدودے چند لڑکے تعلیم پاتے تھے۔

دوسرا دارالعلوم جو مشرقی علوم و فنون کی تعلیم کے لئے مختص تھا۔

حیدرآباد کالج تیسرا۔ سٹی انگلش اسکول اور چوتھا چادر گھاٹ ورناکیولر اسکول ان دونوں میں اردو فارسی کے ساتھ انگریزی زبان بھی سکھائی جاتی تھی۔ عماد الملک نے متفذ تعلیم ہونے کے بعد آخر الذکر دونوں مدارس کو آپس میں ضم کر دیا اور ۱۲۹۷ھ میں اس کا نام حیدرآباد کالج رکھ کر مدراس یونیورسٹی سے ملحق فرمادیا اس میں ایف۔ اے اور بی۔ اے تک تعلیم ہونے لگی۔ ڈاکٹر میشی کانت چٹوپادیا اس کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ ۱۳۰۴ھ میں حیدرآباد کالج اور مدرسۂ عالیہ دونوں ملادئے گئے اور اس وقت سے بجائے حیدرآباد کالج کے نظام کالج اس کا نام قرار پایا اور ڈاکٹر اگھور ناتھ اس کے پہلے پرنسپل تھے

۱۳۲۵ھ میں جب نواب عمادالملک وظیفہ پر سبکدوش ہوئے تو نظام کالج کا تعلق سررشتہ تعلیمات سے منقطع کردیا گیا اور اس کے انتظام کے لئے ایک کمیٹی مقرر ہوئی۔

دارالعلوم دارالعلوم مشرقی علوم کی تعلیم سے مخصوص تھا اور اس میں عام طور پر درسِ نظامیہ کی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں۔ ۱۳۰۸ھ میں نواب صاحب نے اس کے امتحانات پنجاب یونیورسٹی سے ملحق کردیے۔ منشی عالم، منشی فاضل، مولوی عالم اور مولوی فاضل کے لئے پنجاب یونیورسٹی کا نصاب رائج کیا۔ ۱۳۲۵ھ میں پنجاب یونیورسٹی نے دوسرے ممالک کی درس گاہوں کے طلبا کو امتحانات کی شرکت سے منع کردیا تو نواب صاحب نے خود اپنے سررشتہ میں جدید نصاب کے مقرر کرنے اور ان کے امتحانات کے لیے ایک مستقل انتظام کی ضرورت محسوس کی۔ اور اس بارے میں غور کرنے کے لیے ارباب علم وفن کی ایک کمیٹی بنائی جس نے علوم مشرقی کا ایک جدید نصاب تجویز کیا اس کی وجہ سے امتحانات کے لیے ایک 'مشرقی یونیورسٹی' کا تخیل پیدا ہوگیا جو ایک عرصہ کے بعد 'عثمانیہ یونیورسٹی' کی صورت میں ظہور پذیر ہوا ہے۔

مدرسہ عالیہ نواب عمادالملک نے اپنے زمانہ نظامت میں مدرسۂ عالیہ کو سالار جنگ کی ڈیوڑھی سے رمبولڈ کی کوٹھی میں منتقل فرمایا اور تعلیم کو عام کرنے کے لئے اس کے نظام العمل میں قابل لحاظ ترمیم کی چنانچہ ۱۲۹۴ھ سے امراء

معززین اور دیگر شرفا کے لڑکوں کے لئے یہاں کی شرکت عام ہوئی۔ نواب صاحب بستانِ اطفال کے طریقہ تعلیم کو بے حد پسند کرتے تھے اس لئے ۱۳۲۶ھ میں مدرسہ عالیہ میں کنڈر گارٹن کی ایک شاخ قائم کی گئی اس میں قرآن شریف اور نماز روزہ کی تعلیم بھی لازمی قرار دی۔ ایک انگریز اور ایک مسلمان دو عورتوں کو اس کا صدر مدرس مقرر فرمایا۔

بستان اطفال

ڈاکٹری کی اعزازی ڈگریاں

عثمانیہ یونیورسٹی کے چانسلر نے ڈاکٹری کی ڈگری پیش کرتے ہوئے حسب ذیل الفاظ میں آپ کے تعلیمی خدمات کا اس طرح تذکرہ کیا ہے۔

"اس سلسلے میں سب سے پہلے جو نام میں لیتا ہوں وہ جامع علوم مشرقی و مغربی نواب عماد الملک بہادر کا اسم گرامی ہے جنہیں میں قلبی مسرت کے ساتھ جامعۂ عثمانیہ کی طرف سے یل۔ یل۔ ڈی کی اعزازی سند دیتا ہوں اس نامور فاضل اور دیرینہ سال ماہر تعلیم سے آپ کا تعارف کرانا تحصیل حاصل ہے کہ ان بزرگ کے اوصاف اور کارناموں سے ملک کا ہر باخبر شخص آگاہ ہے اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اس ریاست میں تعلیم جدید کی ساخت و پرداخت بہت کچھ صاحب موصوف ہی کے ہاتھوں ہوئی جو تیس برس تک ناظم تعلیمات سرکار عالی کے فرائض ادا کرتے رہے آج جب کہ

ہم اپنے ملک میں جدید تعلیم کے فروغ و ارتقاء کا مشاہدہ اس جلسۂ تقسیم اسناد میں کر رہے ہیں عین مناسب ہے کہ مذکورۂ بالا ڈگری کے پیرایہ میں ہم نواب عماد الملک کی تراسویں سالگرہ منائیں۔

سررشتۂ تعلیمات کے نصاب میں مذہبی اور اخلاقی کتب کا شمول

نواب عماد الملک مذہبی اور اخلاقی تعلیم کے بڑے حامی تھے اور نصاب میں شریک کرنے کے لئے اس موضوع پر کئی کتابیں لکھوائی تھیں منجملہ اُن کے ایک کتاب "باغ اسلام" ہے جس میں انبیاء کے حالات اور نبی کریمؐ کی سیرت کے علاوہ بہت سی اخلاقی حکایتیں بھی درج ہیں۔ یہ کتاب مڈل کی جماعت میں پڑھائی جاتی تھی۔ نماز کی تعلیم کے لئے مشہور شاعر مفتی امیر احمد مینائی کا رسالہ "الصلوٰۃ" شریک درس کیا تھا۔

ماسوا اس کے ملکی ضروریات اور سررشتہ تعلیم کے اغراض و مقاصد کو مدنظر رکھ کر نواب صاحب نے بعض ذی علم حضرات سے بہت سی کارآمد کتابیں تالیف کرائی تھیں جو مدت تک ممالک محروسہ میں شریک درس رہی ہیں مثلاً خطوط نویسی کی تعلیم کے لئے مولوی عبدالحق نے جو اس وقت انجمن ترقی اردو کے سکرٹری ہیں۔ "رقعات اردو" کے نام سے ایک کار آمد انشا دو حصوں میں مبتدیوں کے لئے تالیف کی۔

ممالک محروسہ کے تاریخ و جغرافیہ کے متعلق مولوی محمد عبدالرحیم

دکن کی جغرافیہ اور تاریخ

نے "تاریخ نظام" اور "مرقع دکن" کے نام سے دو کار آمد تاریخیں لکھیں۔ مولوی محمد پناہ نے اعلیٰ جماعتوں کے لئے دکن کا مفصل جغرافیہ مدون کیا مولوی محمد سلطان نے ادنیٰ جماعتوں کے لئے مختصر جغرافیہ تالیف کیا۔ فارسی کی تحصیل کے لئے مرزا اسمٰعیل اصفہانی نے چھ حصوں میں "پارسی آموز" مرتب کی۔ مولوی محمد حیدر نے "بحرالفوائد" کے نام سے فارسی زبان کی گرامر لکھی۔

عربی زبان کی جدید ریڈریں

عربی طلباء کی سہولت کے لئے مولانا علی حیدر طباطبائی نے "المعربات" اور "المبتیات" کے نام سے جدید طرز پر دو ریڈریں مرتب کیں۔

عجائب المقدور کا ترجمہ

دارالعلوم کے اعلیٰ امتحانات میں ابن عرب شاہ کی "عجائب المقدور فی نوائب التیمور" بہاء الدین آملی کی "تشریح افلاک" قاآنی شروانی کے قصائد میر شمس الدین فقیر کی "حدائق البلاغت" شریک تھے مولانا عبدالرحمن بیدل نے "عجائب المقدور" کا ترجمہ کیا۔ مولانا علی حیدر طباطبائی نے "تشریح افلاک" کی شرح لکھی "التصریح علی التشریح" نام رکھا مولانا جلال الدین نوری نے قاآنی کے قصائد پر تعلیقات لکھے شیریں سخن خاں مدراسی نے "حدائق البلاغت" کے معمیات کو حل کیا ان کتابوں کے علاوہ اور بہت سی کتابیں نواب عماد الملک کے ایماء سے لکھی گئی ہیں جن کی تفصیل کے لئے ایک دفتر

در کار ہے۔

محبوب السلاطین

۱۳۱۱ھ میں منشی محمد حسین خاں صدیقی نے "محبوب السلاطین" کے نام سے تاریخی حکایات کی ضخیم کتاب لکھی اس میں ملوک عجم، خلفائے عرب، اور سلاطین اسلام کے سبق آموز سانحات جمع کئے آخر میں خلفائے اسلام اور سلاطین ہندوستان کے سنین اور مختصر واقعات کے جدول بنائے اس کے بعد شاہان دکن کا مختصر تذکرہ لکھا آخر میں نواب نظام الملک آصف جاہ کے زمانے سے نواب سر آسمانجاہ بہادر کی وزارت تک شاہان آصفیہ کی تاریخ کسی قدر تفصیل سے بیان کی۔ یہ کتاب جب چھپ گئی تو نواب عماد الملک نے اس کو سررشتۂ تعلیم کے انعامی کتب میں شامل کرلیا اور اس کے تین سو نسخے اعلیٰ جماعتوں کے فارغ التحصیل طلباء میں بطور انعام تقسیم کئے اور مصنف کو پندرہ سو روپیہ صلۂ تالیف میں دلوائے۔

کتاب سماوات کی اصلاح و نظر ثانی

سر ولیم میور کی لفٹننٹ گورنری کے زمانہ (۱۸۶۸ء۔ ۱۸۷۴ء) میں مسٹر ولن ضلع گورکھ پور کے مہتمم بندوبست تھے۔ ان کو عربی زبان اور مشرقی علوم سے نہایت درجہ دلچسپی تھی انہوں نے گورنمنٹ گزٹ میں، گولمن کی مشہور کتاب الافلاک کے اردو ترجمہ کا اشتہار دیا اور سب سے اچھے ترجمے کے لئے ایک ہزار روپیہ

انعام مقرر کیا ترجمے کے انتخاب اور عطائے انعام کے لئے ایک کمیٹی بنائی۔ جس میں مرحوم سر سید احمد خاں اور شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ دہلوی بھی شریک تھے۔ مسٹر وِن کے یہاں گیارہ ترجمے وصول ہوئے ان میں ایک ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کا بھی تھا۔ اور اس کا نام ڈپٹی صاحب نے سمٰوات رکھا تھا۔ کمیٹی نے تمام ترجمے دیکھے، ان میں سے صرف ڈپٹی صاحب کے ترجمہ کو منتخب کیا لیکن اس کو نامکمل اور قابلِ اصلاح قرار دے کر ہزار روپیے کے عوض چار سو روپیے انعام دینے کی تجویز کی۔

امیر کبیر شمس الامراء عمدۃ الملک نواب محمد رفیع الدین خاں بہادر رفعت جنگ (وفات ۱۲۷۴ھ) اس زمانے میں سارے ہندوستان میں علم ہیئت کے بہت بڑے عالم تھے۔ مسٹر وِن نے ڈپٹی صاحب کے ترجمہ کو مسٹر سینڈرس رزیڈنٹ حیدرآباد (۱۸۶۸ء۔ ۱۸۶۵ء) کے توسط سے امیر کبیر کے یہاں بھیجا اور ان سے اس پر نظر ثانی اور اصلاح کرنے کی استدعا کی۔ امیر کبیر نے اپنے سے زیادہ نواب عماد الملک کو اس کام کا اہل سمجھا۔ اور نواب سر سالار جنگ بہادر کی معرفت یہ ترجمہ ان کے حوالہ فرمایا۔ نواب صاحب نے ترجمہ کو بنظر غائر ملاحظہ کیا۔ اور اس کی خامیوں کو درست کرکے وِن صاحب کے

یہاں واپس کردیا اور اپنی رائے میں یہ بھی لکھا کہ
مجھ کو کمیٹی کی رائے سے اتفاق نہیں ہے۔ ترجمہ
بہت اچھا ہے اس میں جو خامیاں اور خرابیاں تھیں
میں نے ان کی اصلاح کردی ہے مترجم کو پورا انعام
ملنا چاہیئے۔

کتاب المناظر کا مخطوطہ

یورپ میں ابن ہیثم کی کتاب المناظر کا عربی متن
صدیوں سے ناپید تھا۔ اہل یورپ صرف لاطینی ترجمے
سے استفادہ کیا کرتے تھے اس نادر الوجود متن کا ایک
مخطوطہ نواب عماد الملک کے ذاتی کتب خانہ میں تھا۔
۱۹۱۱ء میں نواب صاحب نے اس کو بطور تحفہ برٹش
میوزیم میں بھیج دیا۔

اردو انسائیکلو پیڈیا

۱۳۳۳ھ (۱۹۱۵ء) میں ڈاکٹر کیتکر نے "مرہٹی انسائیکلو
پیڈیا" کی اشاعت کا اعلان کیا تو بہی خواہان اردو نے بھی
اردو انسائیکلو پیڈیا کے مرتب و مدون کرنے کی تجویز کی اور
اس کے لئے ایک مجلس مشاورت تشکیل دی۔ جس کے صدر
نواب عماد الملک اور اراکین میں جسٹس سر عبدالرحیم، ڈاکٹر
سر تیج بہادر سپرو، ڈاکٹر سر محمد اقبال اور سر سید راس مسعود
تھے۔ راجہ صاحب محمود آباد نے اس کی سرپرستی قبول کی
تھی اور ایک لاکھ روپیے کا گراں قدر عطیہ دینے کا بھی

وعدہ کیا تھا۔ مضامین تحریر کرنے کے لئے مختلف عالم منتخب
ہوئے اور ان کی ترتیب و تدوین کا کام مولانا سید سلیمان
ندوی اور مولوی عبدالماجد دریابادی کے تفویض ہوا۔ اور
قرار پایا کہ ۱۳۳۵ھ (۱۹۱۷ء) سے مقالات کی تحریر اور
ان کی ترتیب و تبویب کا کام شروع کیا جائے۔ لیکن
۱۳۳۵ھ (۱۹۱۶ء) کے ماہ دسمبر میں کانگریس اور مسلم
لیگ کے اجلاس لکھنو میں منعقد ہوئے ان کی وجہ سے
راجہ صاحب محمود آباد کا رجحان تبدیل ہوگیا اور انھوں
نے اس تحریک کی جانب پھر توجہ نہیں کی جس کی وجہ
سے یہ کام انجام نہ پاسکا۔

راقم سطور نے ۱۳۲۷ھ (۱۹۱۰ء) میں "اردو سیکلو
پیڈیا" کے نام سے تاریخ و جغرافیہ کی ایک چھوٹی سی
سیکلو پیڈیا کی تدوین شروع کی اور ۱۳۲۸ھ (۱۹۱۱ء)
میں بطور نمونہ اس کا ایک جزو چھاپ کر شائع کیا اور
پانچ چھ سال کی مدت میں جب یہ کتاب ختم ہوگئی تو
میں نے اس کے مسودہ کو نواب عمادالملک مرحوم کے ملاحظہ
میں پیش کیا نواب صاحب نے نہ صرف اس کو پسند
فرمایا بلکہ اس کے بعض اجزا میں نظر ثانی اور ترمیم و
تبدیل کرنے کی ہدایت فرمائی اور اس کو انسائیکلو پیڈیا
آف اسلام کی طرز پر مرتب کرنے کا قیمتی مشورہ دیا۔
اس کے بعد میں نے نواب صاحب ممدوح کی گراں قدر

رائے کے مطابق اس کا کام آغاز کر دیا اور صرف مشرق کے
تاریخ و جغرافیہ کے اسماء و اعلام جمع کئے اور نواب صاحب
کی ہدایات کے مطابق مصادر و مآخذ کی صراحت کے ساتھ
ہر ایک نام کی توضیح و تشریح لکھنی شروع کی اور اس
کو "قاموس الاعلام" کے نام سے موسوم کیا۔ جب اس
کا معتد بہ حصہ نواب صاحب کی نظر کیمیا اثر سے
گزرا تو بے حد مسرور ہوئے۔ مجھے افسوس ہے کہ نواب
صاحب کی زندگی میں یہ کتاب مکمل نہ ہو سکی لیکن یقین
ہے کہ یہ کتاب جب بھی چھپ کر شائع ہو جائے گی
تو نواب صاحب کے علمی احسانات کی نمایاں یادگاروں
میں اس کو بھی ضرور نمایاں جگہ ملے گی۔

دائرۃ المعارف

علوم اسلامیہ کے نادر و نایاب مخطوطات کی طباعت
و اشاعت کے لئے نواب عماد الملک اور ملا عبد القیوم
مرحوم نے سنہ ۱۳۰۶ھ میں مجلس دائرۃ المعارف کی بنا ڈالی
اس کے اخراجات کے لئے اس وقت سرکار عالی سے
پانسو روپیے ماہانہ مقرر کئے تھے پھر نواب صاحب کی
تحریک پر اعلیٰحضرت بندگانعالی نے از راہ علم پروری سنہ ۱۳۳۹ھ
(سنہ ۱۹۲۱ء) میں ایک لاکھ روپیے اور اس کے ایک
سال کے بعد سنہ ۱۳۴۰ھ (سنہ ۱۹۲۲ء) میں مزید چار لاکھ روپیے
عطا کئے۔ اس طرح پر پانچ لاکھ روپیے کی مجتمعہ رقم سے

سالانہ تیس ہزار روپیہ کی آمدنی اس ادارے کو ہوگئی۔
یہ ادارہ نہ صرف دنیائے اسلام بلکہ بلادِ یورپ میں بھی غیر معمولی شہرت حاصل کرچکا ہے۔ اس کا انتظام تاریخ قیام سے نواب عماد الملک کی نگرانی میں رہا۔ اور ۱۳۴۵ھ میں جب نواب صاحب کا انتقال ہوگیا تو اس کو عثمانیہ یونیورسٹی سے متعلق کردیا گیا۔ لیکن نواب صاحب کے ذی علم فرزند نواب سر مہدی یار جنگ بہادر معتمد کی حیثیت سے اس کے انتظامی امور انجام دیا کرتے ہیں۔

اس ادارے میں تہذیب و تصحیح کتب کے فرائض مختلف علوم و فنون میں دست گاہ رکھنے والے علماء انجام دیتے ہیں نواب صاحب جس زمانہ میں یورپ میں مقیم تھے تو مشہور جرمن مستشرق ڈاکٹر کرنکو کو بھی آپ نے اس کی مجلس ادارت میں شامل کرلیا تھا اور ان کی یہ خدمت تا حال برقرار ہے اور ان کو یہاں سے بیش قرار معاوضہ ملتا ہے اور انھوں نے اس ادارے کی بہت سی زیر اشاعت کتابوں کا یورپ کے مخطوطات سے مقابلہ کیا ہے۔

اس ادارے نے اس وقت تک مختلف علوم و فنون کی ایک سو پچاس کتابیں شائع کی ہیں جو نہایت ممتاز اور نادر و نایاب ہیں اور ان میں سے بعض خاص

خاص کتابوں کی تفصیل یہ ہے۔
لغت میں ابن درید المتوفی ۳۲۱ھ کی جمہرۃ اللغۃ اور جار اللہ زمخشری المتوفی ۵۳۸ھ کی الفائق۔
حدیث میں ابی داؤد طیالسی المتوفی ۲۰۴ھ کی مسند جو کتب مسانید میں سب سے پہلی تصنیف سمجھی گئی ہے۔ امام ابو عبد اللہ الحاکم المتوفی ۴۰۵ھ کی المستدرک جو متون حدیث میں صحاح ستہ کے بعد سب سے اہم اور قابل استناد کتاب تسلیم کی گئی ہے۔ امام بیہقی المتوفی ۴۵۸ھ کی سنن الکبریٰ جس میں فقیہانہ نقطۂ نظر سے محدثانہ انداز پر احادیث کو جمع کیا گیا ہے۔
ادب میں ابن شجری المتوفی ۵۴۲ھ کی حماسہ جو ابو تمام کی حماسہ کے بعد شعرائے عرب کے کلام کا بہترین انتخاب سمجھا گیا ہے۔
تاریخ میں عبید بن شریہ کی کتاب الملوک جو ۴۴ھ میں بعہد امیر معاویہ تصنیف ہوئی ہے اور دنیائے اسلام کی سب سے پہلی تصنیف سمجھی جاتی ہے۔ علامہ ابن جوزی المتوفی ۵۹۷ھ کی المنتظم فی تاریخ الملوک والامم جو تاریخ طبری کا بہترین تکملہ ہے۔ حافظ ابن حجر المتوفی ۸۵۲ھ کی درر الکامنہ جو آٹھویں صدی کے سلاطین و امرا اور علما و فضلا کی مفصل تاریخ ہے۔
رجال میں امام اسمٰعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ کی

تاریخ الکبیر۔ حافظ ابن عبدالبر المتوفی ۴۶۳ھ کی استیعاب فی معرفۃ الاصحاب۔ حافظ ابن حجر کی تہذیب التہذیب اور لسان المیزان۔

علوم حکمت میں ابو نصر فارابی۔ ابن سینا۔ ابو ریحان البیرونی اور محقق طوسی کے رسائل۔ امام فخرالدین رازی کی کتاب مباحث مشرقیہ۔

طب میں امین الدولہ کرکی المتوفی ۶۸۵ھ کی کتاب العمدۃ فی صناعۃ الجراحت۔

کتب خانہ آصفیہ

نواب عمادالملک بہادر نے دائرۃ المعارف کے ساتھ ساتھ علوم اور السنہ اسلامیہ کی نادر و نایاب کتابیں جمع کرنے کے لئے ایک کتب خانہ قایم فرمایا جس کا نام "کتب خانہ آصفیہ" قرار پایا۔ مولانا سید علی حیدر طباطبائی جو علوم عربیہ کے جید عالم اور اردو شاعری کے مسلم الثبوت استاد تھے اس کے مہتمم مقرر ہوئے۔ دو سال کے بعد جب مولانا کا تقرر نظام کالج کی عربی پروفیسری پر ہوگیا تو علامۂ زماں مولانا سید غلام حسین کنتوری کے فرزند مولوی سید تصدق حسین جو علوم اسلامیہ کے یگانۂ روزگار عالم تھے کتب خانہ کی مہتممی پر مامور ہوئے۔ کتب خانہ کی نگرانی اور کتابوں کی خریدی کے لئے حسب منشور خسروی ایک کمیٹی مقرر کی گئی اور

نواب عماد الملک اس کے صدر نشین قرار پائے۔ اور اس علمی خدمت کو دم آخر تک بحسن و خوبی انجام دیتے رہے اور اس کے ابتدائی انتظامات اور کتابوں کی خریدی کے لئے نواب صاحب نے تعلیمات کے موازنہ سے ۱۳۰۹ھ (۱۸۹۲ء) میں گیارہ ہزار ۱۳۱۰ھ (۱۸۹۳ء) میں بارہ ہزار تین سو اور ۱۳۱۱ھ (۱۸۹۴ء) میں دس ہزار چھ سو روپیے منظور کئے اس کے بعد ہمیشہ کے لئے پانچہزار روپیے سالانہ کی منظوری ارباب صدر سے حاصل کی۔

کتب خانہ میں پہلا اول یورپ مصر و شام اور بیروت کے مطبوعات فراہم کئے گئے۔ اس کے بعد مخطوطات جمع کرنے کی جانب توجہ کی۔ رجال اور حدیث کے نادر و نایاب مخطوطات کثرت سے مہیا کئے۔ یہاں تک کہ ۱۳۱۷ھ (۱۹۰۰ء) یعنی آٹھ سال کی مدت میں اس کتب خانہ میں چار ہزار سے زیادہ کتابیں جمع ہوگئیں۔

علیگڑھ سیریز ۱۳۳۱ھ (۱۹۱۳ء) کے اوائل میں علی گڑھ کالج کے ارباب حل و عقد نے ابو ریحان البیرونی کی کتاب قانون مسعودی کو شائع کرنے کا ارادہ کیا۔ پروفیسر ہارووٹز اور ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد نے یہ تجویز

پیش کی کہ علی گڑھ سیریز کے عنوان سے عربی فارسی کی
بہترین تصنیفات شائع کی جائیں تاکہ اس سلسلہ کے
ذریعے دنیا کی علمی انجمنوں میں علی گڑھ کالج کا شمار
ہونے لگے اور اس سلسلہ کی سب سے پہلی کتاب
قانون مسعودی قرار دیا جائے۔ اس تجویز کی اطلاع
نواب عماد الملک مرحوم کو ہوئی تو انھوں نے اس
کو بے حد پسند فرمایا۔ مالی اعانت کے لئے بھی آمادگی
ظاہر کی۔ تنقیح المناظر کو علی گڑھ سیریز کی دوسری کتاب
تجویز فرماکر اپنے کتب خانہ سے اس کا ایک نفیس
مخطوطہ روانہ فرمایا۔ افسوس ہے کہ علی گڑھ سیریز کی تجویز
بار آور نہیں ہوئی قانون مسعودی اور تنقیح المناظر دونوں
کی طباعت کی نوبت نہیں آئی۔ نواب عماد الملک مرحوم
کو تنقیح المناظر سے نہایت دلچسپی تھی اور اس کی اشاعت
کو از بس ضروری سمجھتے تھے۔ اس کتاب کے ہندوستان
میں اور دو مخطوطے موجود تھے ایک رام پور میں۔ دوسرا
پٹنہ میں۔ ان تینوں کو باہم مقابلہ کر کے طباعت
کے لئے ایک صحیح مبیضہ کا تیار کرنا مقدم تھا۔ نواب
عماد الملک نے اس کے لئے مولوی سید عنایت احمد
نقوی کو منتخب فرمایا۔ مجلس دائرۃ المعارف کی جانب
سے اس کی اشاعت کا انتظام ہوا مولوی عنایت احمد
نے نہایت محنت اور عرق ریزی کے ساتھ رام پور

اور پٹنہ کے مخطوطوں سے اس کی تصحیح کی۔ ڈاکٹر کرنکو نے لیڈن کے مخطوطہ سے مقابلہ کیا۔ الغرض دو صاحب کمال ہستیاں کم و بیش چار سال اس کی تصحیح و ترتیب میں مصروف رہیں اس کے بعد مجلس دائرۃ المعارف نے اس کی طباعت شروع کی اور نواب عماد الملک کی توجہ سے یہ کتاب ضخیم ضخیم دو جلدوں میں چھپ کر شائع ہوگئی ہے۔

تصنیفات امیر خسرو

حضرت امیر خسرو کی تصنیفات سلطنت آصفیہ کی سرپرستی میں علیگڈھ یونیورسٹی کے زیر اہتمام قریباً بیس سال سے شائع ہو رہی ہیں۔ اس سلسلہ کا آغاز اس طرح ہوا کہ سنہ ۱۳۳۲ھ (۱۹۱۴ء) میں نواب عماد الملک بہادر نے نواب محمد اسحٰق خاں کو جو علیگڈھ کالج کے آنریری سکریٹری تھے اس کے نشر و اشاعت کی جانب توجہ دلائی اور اپنے ایک مکتوب میں اس تحریک کو اس طرح بیان فرمایا۔

نہایت وثوق کے ساتھ بلا خوف تردد
کہا جا سکتا ہے کہ اسلامی ہندوستان
میں کوئی مصنف ایسا نہیں گزرا ہے
جس کی تصنیفات اس درجہ لایق
حفاظت و اشاعت ہوں جیسا کہ

امیر خسرو..................اور اگر آپ کی
کوشش سے اس مشہور زمانہ عدیم النظیر
مصنف کا پورا کلام نظم و نثر جمع ہوکر
چھپ گیا تو یہ قوم کی ایک بڑی عظیم
الشان خدمت ہوگی۔ اور جس کا نفع غیر
محدود ہوگا اور جو سعی کرنے والوں کے
نام کو بھی زندہ جاوید بنادے گی۔
میں دولت مند نہیں ہوں اگر میرے
پاس دولت ہوتی تو میں اس کام کے
لئے اس کو وقف کردیتا۔ بایں ہمہ جہاں
تک مجھ سے ہو سکے گا میں اس کام
میں مالی مدد دوں گا اور اپنے احباب
سے بھی کچھ رقم وصول کر کے بھیجوں گا
کام شروع کرنے کے لئے خود ایک ہزار
روپیہ اس وقت دیتا ہوں اور بوقت ضرورت
ایک ہزار اور دونگا۔ اعلیحضرت نظام الملک خلد اللہ
ملکہ وسلطنتہ علم و فن کے بڑے قدرداں اور علم
ادب کے خصوصاً بہت بڑے قدر شناس ہیں اور
مذاق بھی اعلی رکھتے ہیں اگر آپ کی طرف سے
درخواست امداد پیش ہوئی تو حضور ممدوح
امداد اور سرپرستی سے دریغ نہ فرمائیں گے۔

اس تحریک نے نواب محمد اسحاق خاں کو تصنیفات حضرت امیر خسرو کی نشر و اشاعت کے لیے بالکل مستعد و آمادہ کردیا۔ اور نواب عماد الملک نے اس کام کے لئے دو ہزار روپیے اپنی ذات سے عطا کئے اور سرکار عالی سے ساڑھے سات ہزار روپیے۔ نواب سالار جنگ بہادر سے ایک ہزار روپیے اور مولانا انوار اللہ خاں نواب فضیلت جنگ بہادر سے ڈھائی سو روپیے دلوائے۔ اس طرح پر اس فنڈ میں ساڑھے دس ہزار روپیے سے زیادہ جمع ہو گئے۔

اسکے بعد تصنیفات امیر خسرو کی تلاش و تفتیش اور تہذیب و تصحیح کے کاروبار کا آغاز ہوا۔ اور اس سلسلے کو حضرت اقدس و اعلیٰ کے نام نامی اور اسم گرامی سے معنون کرنے کی استدعا کی گئی۔ جس کی منظوری پیشگاہ جہاں پناہی سے ۱۳۳۳ھ میں شرف صدور لائی۔

اس سلسلہ کی پہلی کتاب لیلی مجنوں ۱۳۳۴ھ میں شائع ہوئی اور اس کی تہذیب و تصحیح نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی نے فرمائی ہے۔ اس کے بعد انیس سال کی مدت میں اور سات کتابیں شائع ہوئی ہیں جن کے نام یہ ہیں

(۲) دول رانی (۳) قران السعدین (۴) ہشت
بہشت (۵) آئینۂ سکندری (۶) مطلع الانوار (۷)
شیریں و خسرو (۸) جواہر خسروی۔

حضرت امیر خسرو کے پانچ دیوان ہیں۔ پہلا تحفۃ الصغر۔ دوسرا وسط الحیوٰۃ۔ تیسرا غرۃ الکمال۔ چوتھا بقیہ نقیہ۔ پانچواں نہایۃ الکمال۔ ان میں قصائد غزلیات رباعیات مخمسات مقطعات وغیرہ سب شامل ہیں منجملہ ان کے صرف غزلیات کی آجکل نواب صدر یار جنگ بہادر تہذیب و تصحیح فرما رہے ہیں اور ان کا مجموعہ سلسلۂ تصنیفات امیر خسرو کی نویں جلد قرار پائے گا۔

آبائی وطن سے محبت

نواب عماد الملک بہادر کو اپنے آبائی وطن بلگرام سے بڑی محبت تھی اور اس شہر کی گزشتہ تاریخ اور سادات بلگرام کے انساب و احوال سے غایت درجہ دلچسپی لیتے تھے اور اس بارے میں جو کتاب ملتی اس کو اپنے کتاب خانہ کے لئے بڑی قیمت دے کر خرید لیتے اور اگر کسی صاحب ذوق نے اس کو چھاپنے کا ارادہ کیا تو اپنی ذات سے امداد دیا کرتے تھے۔

ماثر الکرام

تاریخ بلگرام

چنانچہ مولانا آزاد بلگرامی کی ماثر الکرام جو تاریخ بلگرام اور سادات بلگرام کی مستند تاریخ ہے نواب صا

ہی کی امداد و اعانت کے باعث زیورِ طبع سے آراستہ
ہوئی ہے۔ مولوی سید وصی الحسن بلگرامی نے ۱۹۲۰ء روضۃ الکرام
میں روضۃ الکرام کے نام سے سادات بلگرام کا جو شجرہ سادات بلگرام
شجرہ مرتب کیا ہے وہ بھی نواب صاحب ہی کی
توجہ سے بصورت کتاب کئی سو صفحات میں نہایت
اہتمام سے طبع ہوا ہے اور نواب صاحب ہی کے نام
سے معنون بھی ہے۔

محمد عبداللہ خاں پنجاب کے رہنے والے تھے اور مآثر الکرام اور
کتب خانۂ آصفیہ میں رہا کرتے تھے شب و روز کے سرو آزاد کی اشاعت
مطالعہ سے ان کے معلومات نہایت وسیع ہو گئے تھے
اعیان و امراء اور علما و فضلاء کے تراجم اور تاریخ
و جغرافیہ میں ان کو خوب مہارت تھی۔ یورپ کے
عربی فارسی مطبوعات کی تجارت اور مفید و کارآمد کتابوں
کی طباعت و اشاعت ان کا مشغلہ تھا نواب عماد الملک
بہادر ان کی سرپرستی کیا کرتے تھے انہوں نے جب
حسان الہند مولانا میر غلام علی آزاد بلگرامی کی مآثر الکرام
اور سرو آزاد چھپوائی تو ہر کتاب کے لئے پان پان سو
روپیے بطور امداد عنایت کرکے اور پیشگاہ جہاں پناہی میں
معروضہ پیش کرکے تا حیات پچاس روپیے ماہوار مقرر
کرائی اور مولانا آزاد کی دوسری کتابیں چھپوانے کے لئے

پانچ ہزار روپیے کا عطیہ منظور کرایا۔

مسودہ تاریخ دکن

نواب عماد الملک کو دکن کے اسلامی دور کی تاریخ سے خاص دلچسپی مولوی عبد الجبار صوفی نے دکن کی مسودہ تاریخ لکھنی شروع کی تو امداد و اعانت کے لئے شاندار الفاظ میں ان کی سفارش کی جس کی بناء پر اس کی طباعت کے لئے مدار المہام وقت نے چھ ہزار روپیے منظور کئے اور اس کتاب کی تین جلدیں پانچ حصوں میں چھپ کر شائع ہوئیں منجملہ ان کے پہلی جلد سلاطین بہمنیہ کی تاریخ ہے۔ دوسری جلد میں اولیائے دکن اور تیسری جلد میں شعرائے دکن کے تذکرے ہیں۔ باقی جلدیں مصنف کے فوت ہو جانے کے باعث مرتب نہ ہوسکیں اور یہ کتاب نا تمام رہ گئی۔

ابو العیشل کی کتاب المآثور

ابو العیشل عبداللہ بن خلید جعفر بن سلیمان بن علی بن عبداللہ بن العباس بن عبد المطلب کے مولیٰ عبداللہ بن الطاہر کے کاتب اور علوم ادبیہ کے یکتائے روزگار عالم تھے ۲۴۰ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے ان کی تصنیف کتاب المآثور جس

متفق اللفظ اور مختلف المعنی الفاظ جمع ہیں۔ ادبی نوادرات میں شمار ہوتی ہے اس کا واحد مخطوطہ سلطان بایزید کے کتب خانہ میں موجود ہے جس کو ڈاکٹر کرنکو نے ۱۳۲۵ھ میں بیروت میں چھپوایا اور اس کو نواب عماد الملک کے نام سے معنون کیا ہے۔

مخزن الفوائد حیدرآباد میں علوم جدیدہ کی نشر و اشاعت کے لئے نواب عماد الملک نے ربیع الاول ۱۲۹۴ھ (مئی ۱۸۷۷ء) سے ماہانہ ایک علمی مجلہ مخزن الفوائد کے نام سے شائع فرمانا شروع کیا جو دو سال تک برابر جاری رہا۔ اس کے بعد سرکاری کاروبار کی کثرت کے باعث نواب صاحب نے اس کو بند کردیا۔ اس میں جو مضامین خود نواب صاحب نے تحریر فرمائے تھے ان کے عنوان یہ ہیں۔

۱۔ ہوا اور پانی
۲۔ زمین کیونکر درست کرنا چاہئے۔
۳۔ کینگی کا درخت
۴۔ راستی و راست بازی
۵۔ اقبال و ادبار۔
۶۔ زلزلہ۔
۷۔ کوہائے آتشیں۔

۸- بحر محیط

ان کے علاوہ اس مجلہ میں نواب صاحب کے چھوٹے بھائی میجر سیّد محمدؐ حسن ایم۔ بی۔ سے مبادی الحیوٰۃ پر۔ سید باقر علی خاں نواب باقر نواز جنگ نے حفظان صحت پر۔ مولوی مہدی علی خاں نواب محسن الملک نے سلطنت اسلامیہ پر۔ اور مرزا قربان علی بیگ سالک شاگرد مرزا غالب نے اردو معلّٰی کے عنوان سے اردو زبان کی تاریخ پر طویل مقالے لکھے تھے جو متعدد قسطوں میں شائع ہوئے ہیں

مختارِ اشعار

نواب عماد الملک بہادر سالہا سال تک مدراس یونیورسٹی میں سنیٹ کے با اثر ممبر رہے ہیں۔ اور وہاں کے السنہ اسلامیہ کے شعبوں کا دار و مدار محض آپ کی گراں قدر آراء پر منحصر رہا ہے اور آپ نے وہاں کی اعلیٰ جماعتوں کے لئے نصابیہ اردو کا منظوم حصہ مدوّن فرمایا تھا جو "مختار اشعار" کے نام سے موسوم اور سالہا سال تک اردو امتحانات میں شریک رہا ہے اس مجموعہ میں حسب ذیل شعرا کے دواوین نواب صاحب نے منتخب فرمائے ہیں۔

انتخاب دیوان شاہ نصیر دہلوی۔

انتخاب دیوان مرزا رفیع سودا
" " فخر الشعرا میر نظام الدین ممنون۔
" " عبد الحی تاباں
" " نظیر اکبر آبادی
" " مرزا محمد تقی ہوس
" " میر شیر علی افسوس
مرزا قلندر بخش جرأت

سوانح ابن رشد

ابن رشد حکمائے اسلام کے اشہر مشاہیر سے ہے۔ مرحوم سر سید احمد خاں نے جب اپنے مذہبی مباحث میں ابن رشد کے اقوال و آراء نقل کئے تو عام طور پر لوگوں کو اس کے حالات معلوم کرنے کا شوق پیدا ہو گیا۔ لیکن عربی فارسی تصنیفات ان سے بالکل خالی نہیں اس لئے نواب عماد الملک نے فرانس کے مشہور فلاسفر ارنسٹ رینان کی کتاب ابن رشد اور اس کے فلسفہ سے اخذ کرکے ابن رشد کے حالات اردو زبان میں تحریر کئے اور اس کے ساتھ اس کے معاصرین کا تذکرہ بھی ملحق کر دیا اور اس کو رسالہ حسن میں چھپوایا اردو زبان میں ابن رشد کی نسبت یہ سب سے پہلا مضمون ہے اور شمس العلما مولانا شبلی نے جو چھپا

ابن رشد پر الندوہ میں ایک مبسوط مقالہ لکھا تو اس میں نواب صاحب کے اس مضمون کا اس طرح تذکرہ کیا ہے:-

> "اردو زبان میں بھی ابن رشد کے متعلق دو ایک مضمون لکھے گئے ہیں جن میں سے نواب عماد الملک کا مضمون گو مختصر ہے لیکن چونکہ رینان کی کتاب سے ماخوذ ہے اس لئے قابل استفادہ ہے۔"

ترجمۃ القرآن

بلاد یورپ میں سب سے پہلے پیٹر نے جو کلونی کی مقدس خانقاہ کا متولی تھا قرآن مجید کا لاطینی زبان میں ترجمہ کرنا شروع کیا لیکن اس کے انتقال کے باعث وہ ناتمام رہ گیا جس کو ۱۱۴۳ء میں رابرٹ دی ریٹینا اور ہرمن دی ڈلماٹیا نے مکمل کیا اور اس کے چارسو سال بعد ۱۵۴۳ء میں تھیوڈر کتاب فروش نے اس کو باسل میں طبع کرایا۔

اس کے بعد انڈریو ڈو رائیر نے ۱۶۴۷ء میں سب سے پہلے فرانسیسی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا۔

اس کے دو سال بعد ۱۶۴۹ء میں الگزنڈر راس نے ڈو رائیر کے فرانسیسی ترجمہ کو انگریزی میں منتقل کیا

اس کے تقریباً (۵۰) سال بعد لوئیس مراکشی نے لاطینی میں دوسری مرتبہ قرآن مجید کا ترجمہ کیا جو ۱۶۹۸ء میں اٹلی کے مشہور شہر پیڈوا میں چھپا ہے۔ اس کے ساتھ عربی متن بھی شائع ہوا ہے اور بعض اہم مقامات پر مترجم نے تفسیری اور تنقیدی حواشی بھی لکھے ہیں۔

انگریزی زبان میں الگزنڈر راس کا سب سے پہلا ترجمہ ہے اس کے بعد ۱۷۳۴ء میں جارج سیل نے ۱۸۶۱ء میں راڈویل نے اور ۱۸۸۰ء میں پالمر نے انگریزی ترجمے کئے ہیں۔ جارج سیل کا بیان ہے کہ ڈورائیر کا ترجمہ تھیوڈر کتاب فروش کی اشاعت سے اچھا ہے لیکن اس میں تغیر و تبدل اور کمی وبیشی کے باعث کثرت سے غلطیاں رہ گئی ہیں۔ ریورینڈ زویمر نے اس کو ناقص ترجمہ بتایا ہے۔ ڈو رائیر نے تمام آیتوں کو مسلسل کرکے توضیح و تشریح کے لئے جگہ جگہ عبارتیں اضافہ کی ہیں تشبیہات و استعارات و تلمیحات چھوڑ دیے ہیں جس کی وجہ سے یہ ترجمہ نہ صرف بے ربط ہو گیا بلکہ قرآن مجید کا انداز بیان اور طرز اسلوب بھی اس میں باقی نہیں رہا ہے اور یہ تمام عیوب اس کے انگریزی ترجمے میں بھی موجود ہیں۔

مراکشی کا ترجمہ اگرچہ آیتوں کے مطابق ہے لیکن

مترجم نے قرآن مجید کے مطالب بیان کرنے کے عوض الفاظ کا تحت اللفظ ترجمہ کر کے حقیقی مطالب و مفہوم کو لاطینی کے مشترک المعنی الفاظ میں خبط کر دیا ہے تاہم یہ ترجمہ ڈورائیر کے ترجمہ سے بہتر ہے۔

جارج سیل کا ترجمہ پہلے کے تمام ترجموں سے اچھا ہے مگر اس کا سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ ترجموں میں آیتوں کا لحاظ نہیں رکھا گیا ہے اسلئے ابتداء سے آخر تک تمام عبارت مسلسل ہو گئی ہے مراکشی کی طرح سیل نے بھی ترجمہ میں جگہ جگہ توضیحی جملے ملا دیے ہیں اور سکسن الفاظ کے عوض لاطینی الفاظ کو زیادہ استعمال کیا ہے۔

راڈویل اور پالمر کے ترجموں میں سورتوں کی ترتیب مروجہ مصاحف کے خلاف زمانہ نزول کے اعتبار سے تاریخ وار ہے اور ہر ایک آیت کا ترجمہ علیحدہ علیحدہ کیا گیا ہے باوجود اس کے انداز بیان اور اس کے طرز اسلوب کی پابندی، تشبیہات و تلمیحات کی توضیح اور خیالات کی ترجمانی میں جگہ جگہ لغزشیں ہو گئی ہیں قریب قریب یہی کیفیت اہل یورپ کے تمام ترجموں کی ہے۔

نواب عماد الملک مرحوم نے جب یورپ کے

ترجموں کی یہ حالت دیکھی تو ۱۹۱۰ء سے از سر نو
قرآن مجید کو انگریزی میں ترجمہ کرنا شروع کیا۔
صحیح مطلب و مفہوم کو ادا کرنے کے لئے ائمہ تفسیر
و حدیث اور علمائے ادب و لغت کی تصنیفات
پیش نظر رکھیں مطالب مبہمہ کی توضیح و تشریح
کے لئے تفسیری تعلیقات کی شدید ضرورت تھی اس
کو رفع کرنے کے لئے راغب اصفہانی، طبرسی،
بغوی زمخشری اور بیضاوی وغیرہ کے اقوال و آراء
اقتباس کئے اور ان کا موقع بہ موقع حواشی میں
اضافہ فرمایا تاکہ ترجمہ بے عیب اور جملہ نقائص سے
مبرا رہے۔ باوجود عدیم الفرصت ہونے کے بڑے
اہتمام کے ساتھ (۱۰)، (۱۲) سال کی مدت میں پہلے
سولہ پاروں کا ترجمہ ختم فرمایا لیکن افسوس کہ عمر
نے وفا نہیں کی اور ترجمہ مکمل ہونے سے پہلے
نواب صاحب کا انتقال ہوگیا۔

غدر کے بعد جب جدید تنظیمات کا دور شروع تاریخ قلمرو نظام
ہوا تو سلطنت آصفیہ کی گزشتہ تاریخ، انتظامی
اصلاحات اور برطانوی تعلقات سے انگریزی داں طبقہ
کو واقف کرانے کی ضرورت پیش آئی۔ ۱۸۶۱ء میں
مسٹر برگس نے جو بمبئی میونسپلٹی کے سکریٹری تھے

ایک کتاب 'دی نظام' کے نام سے
لکھی اور اس میں سلطنت کی گزشتہ
تاریخ اور خاص کر برطانوی تعلقات کو
تفصیل سے بیان کیا اس کے چار سال بعد
۱۸۶۵ء میں مسٹر فریزر نے اپنی کتاب
نظام ہمارا وفادار دوست شائع کی اور
اُس میں سلطنت کی گزشتہ تاریخ کا
اجمالی تذکرہ لکھنے کے بعد گورنمنٹ برطانیہ
کے سرکار نظام کے قیمتی روابط اور غدر کے
موقع پر ان کی گراں قدر امداد کا احوال بیان
کیا ہے ان کتابوں سے زیادہ تر برطانوی تعلقات
کی کیفیت معلوم ہوتی ہے بر خلاف اس کے
ہندوستان کی اس سب سے بڑی اسلامی
سلطنت کی حقیقی عظمت و شان اور اس
کے جدید اصلاحات کا بہت کم علم ہوتا
ہے اس لئے اب بھی ایک جدید تاریخی
تصنیف کی ضرورت باقی تھی جس کو پورا
کرنے کے لئے نواب عماد الملک بہادر
نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب 'قلمروے نظام
کا تاریخی اور توضیحی تذکرہ' تصنیف کی
یہ کتاب جیسا کہ اس کے نام سے

ظاہر ہے سلطنت کے تاریخی واقعات اور انتظامی
حالات پر حاوی ہے نہایت محنت و قابلیت سے
اس کے لئے معلومات فراہم کئے گئے ہیں اور
اس کے ابواب اور اُن کے مضامین کی تفصیل
یہ ہے۔

باب اول۔ طبعی کوائف اور ارضی خصائص کا بیان

باب دوم۔ تاریخ ۔ نہایت قدیم زمانہ سے ۱۸۵۳ء
تک ۔ سلطنت کے سیاسی واقعات۔
سلاطین آصفیہ اور ان کے وزرا، امرا
اور برطانوی رزیڈنٹوں کے تذکرے۔
سلطنت کی جنگی قوت اور فوج کے
تفصیلات۔

باب سوم۔ حاصلات اور پیداوار کی تفصیلات۔

باب چہارم۔ باشندے۔ قدیم و جدید باشندوں کے
تاریخی حالات اور ان کی مختلف نسلوں
کے کوائف۔

باب پنجم۔ تجارت و حرفت۔ اُن اشیاء کا بیان جنکی
ملک میں تجارت ہوتی ہے یا جو تیار
کی جاتی ہیں۔

باب ششم۔ سلطنت کا نظم و نسق۔ وہ انتظامات
جو سنہ ۱۸۱۰ء سے سنہ ۱۸۵۳ء تک جاری

تھے اور وہ انتظامی اصلاحات جو ۱۸۵۳ء سے ۱۸۸۳ء تک تیس سال میں عمل میں آئی ہیں۔

باب ہفتم۔ تاریخی اور قابل ذکر مقامات کا تذکرہ۔

یہ باب سلطنت کا مفید اور پُر از معلومات گزیٹیر ہے۔

یہ کتاب مدت سے کمیاب ہے اور برسوں کی تلاش میں اس کے نسخے دستیاب ہوتے ہیں اور قدرشناس حضرات جن کو دو تین سو روپیے میں بخوشی خرید لیتے ہیں۔

سوانح سر سالار جنگ

۱۳۰۰ھ میں جب نواب سر سالار جنگ بہادر کا انتقال ہوا تو نواب عماد الملک بہادر نے ان کی سوانح عمری لکھی اور اس میں ان کے خاندانی حالات سلطنت کے اصلاحات اور ان کی وفات پر اظہار رنج و الم کے کوائف تحریر کئے اور اسی زمانہ میں مسٹر مہدی حسن (نواب فتح نواز جنگ بہادر) نے جو اس وقت ہوم سکریٹری تھے اس کا اُردو میں ترجمہ کیا اور مرقعہ عبرت کے نام سے اس کو چھپوایا تھا۔

مسلمانان ہند کے مصلح اعظم مرحوم سر سید احمد خاں

سرسید احمد خاں اور نواب عماد الملک

نواب عماد الملک بہادر کی بڑی عزت و تعظیم کیا کرتے اور اپنا مخلص و بے ریا دوست اور کالج کا محسن سمجھتے تھے اور اپنے خطوط میں نواب صاحب کو مخدوم مکرم معظم کے القاب سے مخاطب کرتے اور خود اپنے کو کمترین خاکسار اور تابعدار لکھتے اور اپنے خط کو عریضہ کہا کرتے تھے اور اپنے خطوط کے ذریعہ اپنے علمی مشاغل اور کالج کے حالات سے نواب صاحب کو وقتاً فوقتاً اطلاع دیا کرتے تھے۔

مرحوم سرسید نے کالج کی امداد کے لئے علمی کتب و رسائل کا ایک سلسلہ شائع کرنا شروع کیا اور اس کو سلسلۂ ال کے نام سے موسوم کرکے اس میں اپنے بعض رسالے مثلاً الدقیم، النظر اور مولانا شبلی کی المامون چھپوائی اور اس سلسلے کے لئے نواب صاحب سے بھی ایک علمی رسالہ لکھنے کی فرمائش کی اور جب نواب صاحب نے اپنا مضمون "ابن رشد" الرشد کے نام سے اس سلسلہ کے لئے منظور کرلیا تو سرسید بے حد خوش ہوئے اور مدت تک اس کے منتظر رہے لیکن نواب صاحب کو سرکاری کاروبار کی کثرت نے رسالہ پر نظر ثانی کا موقع نہیں دیا جس کی وجہ سے سلسلۂ ال میں اس کی اشاعت کی نوبت نہیں آئی۔

مولوی سید حسین بلگرامی

نواب عماد الملک عماد الدولہ مؤتمن جنگ بہادر

سنہ ۱۲۸۵ھ سنہ ۱۸۴۲ء

(۱۰ رمضان) غدر سے ۱۵ سال قبل صاحب گنج ضلع گیا میں تولد ہوئے۔

سنہ ۱۲۷۶ھ سنہ ۱۸۵۹ء

کلکتہ آکر لا مارٹینیر کالج میں شریک ہوئے۔

سنہ ۱۲۷۸ھ سنہ ۱۸۶۱ء

میٹرک کا امتحان پاس کیا۔

سنہ ۱۲۸۰ھ سنہ ۱۸۶۳ء

ایف' اے کا امتحان پاس کیا۔

۱۲۸۳ھ ۱۸۶۶ء

کلکتہ یونیورسٹی سے بی، اے کی ڈگری حاصل کی (انگریزی میں یونیورسٹی میں اول آئے۔)
فرزند اول سید زین العابدین تولد ہوئے۔

۱۲۸۵ھ ۱۸۶۸ء

لکھنو آکر کیننگ کالج میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔

۱۲۸۶ھ ۱۸۶۹ء

لکھنو ٹائمز کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔
(۱۲ر جولائی) فرزند دوم سید ہاشم تولد ہوئے۔

۱۲۸۹ھ ۱۸۷۲ء

لکھنو میں سر سالار جنگ اعظم سے ملاقات کی۔

۱۲۹۰ھ ۱۸۷۳ء

حیدرآباد آکر سر سالار جنگ کے پرائیوٹ سکرٹری مقرر ہوئے۔

۱۲۹۱ھ ۱۸۷۴ء

مخزن الفوائد کے نام سے ایک ماہنامہ علمی رسالہ نکالنا

شروع کیا جو دو سال تک جاری رہا۔
(۲؍ اکتوبر) فرزند سوم سید عقیل تولد ہوئے۔

سنہ ۱۲۹۳ھ ۱۸۷۶ء

سر سالار جنگ کے ہمراہ ولایت کا سفر کیا اور چار ماہ کے بعد واپس آئے۔
سررشتہ امور متفرقات کے معتمد مقرر ہوئے سررشتہ تعلیمات جو معتمد مالگزاری کے تحت تھا معتمدی امور متفرقات کے تحت کیا گیا اور مولوی سید حسین کے تفویض کیا گیا۔

سنہ ۱۲۹۵ھ ۱۸۷۸ء

مدرسۂ اعزہ قائم کیا۔

سنہ ۱۲۹۶ھ ۱۸۷۹ء

حیدرآباد کالج قائم کیا۔

سنہ ۱۲۹۸ھ ۱۸۸۱ء

فرزند چہارم سید مہدی حسین تولد ہوئے۔

سنہ ۱۳۰۰ھ ۱۸۸۳ء

سر سالار جنگ نے انتقال کیا۔

سر سالار جنگ کی سوانح عمری انگریزی زبان میں لکھی اور اُسے بمبئی میں چھپوایا مولوی مہدی حسن (فتح نواز جنگ) نے اسی زمانہ میں اس کا اُردو میں ترجمہ کیا اور مرقع عبرت کے نام سے مطبع کنز العلوم میں چھپوایا اس کے ایک سال بعد ۱۳۰۱ھ میں مرقع عبرت کا دوسرا ایڈیشن مطبع ہزار داستان میں طبع ہوا۔

سنہ ۱۳۰۱ھ ۱۸۸۳ء

کونسل آف اسٹیٹ قائم ہوئی اس کے صدر اعلیٰحضرت بندگان عالی، ممبر وزراد اور معتمد مولوی سید حسین مقرر ہوئے اور ۱۳۱۱ھ تک اس خدمت کو انجام دیتے رہے۔

(۲۱ شوال) اعلیٰحضرت بندگان عالی کے معتمد پیشی مقرر ہوئے۔

جشن نوروز کی تقریب میں موتمن جنگ کا خطاب، دو ہزاری ذات اور پانسو سوار کا منصب عطا ہوا۔

مدارس یونیورسٹی کے تحت ممالک محروسہ میں مڈل کا امتحان جاری کیا۔

سنہ ۱۳۰۲ھ ۱۸۸۴ء

امور متفرقات کی معتمدی شکست کردی گئی، مجلس تعلیمات

قائم ہوئی اور مولوی سید حسین اس کے ناظم مقرر ہوئے پانچ مہینے کے بعد مجلس تعلیمات شکست ہوگئی سررشتۂ تعلیمات، معتمد عدالت و امور عامہ کے ماتحت کردیا گیا۔ مولوی سید حسین بدستور نظامت تعلیمات کے فرائض انجام دیتے رہے۔

مملکت آصفیہ کی تاریخ دو ضخیم ضخیم جلدوں میں تصنیف کی۔

۱۳۰۴ھ ۱۸۸۶ء

عمادالدولہ کا خطاب، تین ہزار ذات اور دو ہزار سوار کا منصب عطا ہوا۔

پیشی مبارک کی معتمدی سے سبکدوش ہوئے اور ان کی جگہ کرنل مارشل کا تقرر ہوا۔

حیدرآباد کالج کے ساتھ مدرسۂ عالیہ کو ضم کیا اور نظام کالج نام رکھا۔

۱۳۰۶ھ ۱۸۸۸ء

کرنل مارشل کے سبکدوش ہونے پر مولوی سید حسین پھر معتمد پیشی مقرر ہوئے۔

۱۳۰۸ھ ۱۸۹۰ء

عماد الملک کا خطاب عنایت ہوا۔

نواب عماد الملک کی تحریک سے کتب خانہ آصفیہ اور مجلس دائرۃ المعارف قائم ہوئے۔

۱۳۱۱ھ ۱۸۹۳ء

نواب عماد الملک نے مولوی عبدالجبار خاں کو تاریخ دکن کی تالیف و تدوین کے لئے عطائے امداد کی تحریک کی اور اس سلسلہ میں اس تاریخ کی طباعت کے لئے سرکار عالی نے ۱۳۲۷ھ میں چھ ہزار روپیہ مرحمت کئے

۱۳۱۳ھ ۱۸۹۵ء

مدارس میں فارسی زبان کی تعلیم کے لئے مرزا اسمٰعیل دردی اصفہانی سے، بنام پارسی آموز چار ریڈریں لکھوائیں۔

۱۳۱۳ھ ۱۸۹۵ء

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے گیارہویں اجلاس منعقدہ میرٹھ کے صدر منتخب ہوئے۔

نواب عماد الملک کے حکم سے مولوی شیخ حیدر نے مدارس سرکار عالی کے لئے بحر الفوائد کے نام سے فارسی زبان کی صرف و نحو لکھی۔

۱۳۱۸ھ ۱۹۰۰ء

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے چودہویں اجلاس منعقدہ

رام پور کے صدر منتخب ہوئے۔

۱۳۲۰ھ سنہ ۱۹۰۲ء

امپریل لیجسلیٹو کونسل کے دو سال کے لئے ممبر منتخب ہوئے۔

۱۳۲۴ھ سنہ ۱۹۰۶ء

مولوی عبدالحق بی۔ اے نے نواب عمادالملک کے حکم سے اپر پرائمری کی جماعتِ پنجم کے لئے رقعاتِ اردو ترتیب دیئے۔

۱۳۲۵ھ سنہ ۱۹۰۷ء

انڈیا کونسل کے ممبر منتخب ہوئے۔

۱۳۲۸ھ سنہ ۱۹۱۰ء

نواب عمادالملک کی اعانت سے مولوی عبداللہ خاں نے مولانا غلام علی آزاد بلگرامی کی کتاب مآثر الکرام طبع کرائی۔

۱۳۳۰ھ سنہ ۱۹۱۱ء

(۲۵ر رجب) نواب سالار جنگ ثالث وزیر اعظم مقرر

ہوئے۔ نواب عمادالملک ان کے مشیر خاص قرار پائے اور اس خدمت کو ڈیڑھ سال تک انجام دیتے رہے۔

سنہ ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء

نواب عمادالملک کی اعانت سے مولوی عبداللہ خاں نے مولانا آزاد بلگرامی کا تذکرہ سرو آزاد چھپوایا۔

سنہ ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۴ء

نواب عمادالملک نے علی گڑھ کالج کے ارباب حل و عقد کو امیر خسرو کی تصنیفات اعلیٰ اہتمام سے طبع کرنے پر آمادہ کیا اور اس کی تکمیل کے لئے اپنی ذات سے دو ہزار۔ سرکار عالی سے ساڑھے سات ہزار اور نواب سالار جنگ سے ایک ہزار روپیہ دلوائے۔

سنہ ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء

مدراس یونیورسٹی کے کانوکیشن کا خطبہ پڑھا۔

سنہ ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء

نواب عمادالملک کی اعانت سے مولوی عبداللہ خاں نے نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی مرحوم کے چار رسالے تہذیب الکلام فی حقیقت الاسلام۔ تدبیر الاسلام

فی تحریر الامتہ والغلام۔ تحقیق روایات استرقاق و تسری و تحقیق مسئلہ تعدد زوجات طبع کرائے۔

۱۳۳۸ھ ۱۹۱۹ء

حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس کی صدارت کی۔

۱۳۴۳ھ ۱۹۲۵ء

مولوی سید محمد حسن بلگرامی مددگار محاسب سرکار عالی نے فارسی شعرا کے رباعیات کا مجموعہ خیابان عرفان کے نام سے چھپوایا اور اُسے نواب عماد الملک کے نام سے ڈیڈیکیٹ کیا۔

۱۳۴۴ھ ۱۹۲۶ء

مسلم یونیورسٹی اور عثمانیہ یونیورسٹی نے ال۔ال۔ڈی کی اعزازی ڈگریاں دیں۔

ڈاکٹر کرنکو نے ابی اسمٰعیل الاعرابی المتوفی ۲۸۰ھ کی کتاب المأثور۔ نواب عماد الملک کے نام ڈیڈیکیٹ کی۔ اور اُسے بیروت میں چھپوا کر لندن سے شائع کیا۔

(۲۱ ذی قعدہ) انتقال فرمایا۔

یادِ نواب عمادالمُلک

از منظومات

آقاے دانشمند سیّد محمد علی لاریجانی الملقب بداعی الاسلام

مولفِ فرهنگ نظام

IN MEMORY OF NAWAB IMAD UL-MULK BAHADUR

BY

Aqai Danishmand Sayyid Muhammad Ali Larijani, Daei-ul-Islam,
Author of the *Farhang-i-Nizam*

آقا سید محمد علی ولد سید فضل اللہ لاریجانی الملقب بداعی الاسلام
مولف فرہنگ نظام

آقا صاحب کا خانوادہ آل سادات حسنیہ سے ھے جو مدینۂ منوّرہ سے ایران میں اس وقت آئے جب کہ خلیفہ مامون الرشید (سنہ ۱۹۸ھ۔ سنہ ۲۰۲ھ) نے امام ہشتم حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کو خراسان میں اپنا ولی عہد بنایا تھا۔ ان کے اجداد ناصر کبیر داعی الی الحق حسن بن علی بن عبدالرحمن الشجری بن قاسم بن حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہما السلام کے برادر صغیر زید بن علی کی اولاد سے ھیں۔ سید ظہیر الدین مرعشی نے اپنی 'تاریخ ماژندر' ان میں اس خانوادہ کا حال تفصیل سے بیان کیا ھے۔

آقا صاحب ۱۴۔ ذی القعدہ سنہ ۱۲۹۶ھ کو لاریجان میں پیدا ہوئے جو کوہ دماوند کے دامن میں طھران سے تیس میل کے فاصلہ پر واقع ھے۔ طھران میں انکی پرورش ہوئی مدرسہ سپہ سالار میں جو اسوقت دانشکدۂ معقول و منقول کہلاتا ھے تعلیم حاصل کی۔ اسکے بعد اصفہان میں آئے۔ آٹھ سال مقیم رھکر ملّا محمد کاشانی اور مجتہد وقت آقا محمد تقی نجفی سے معقول و منقول کی تکمیل کی۔ سنہ ۱۳۲۴ھ میں حج بیت اللہ سے فارغ ہوکر ھندوستان آئے۔ سنہ ۱۳۲۶ھ میں حیدرآباد میں آکر سررشتۂ تعلیم میں ملازمت اختیار کی سنہ ۱۳۳۰ھ میں نظام کالج میں السنۂ مشرقیہ کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ سنہ ۱۳۳۹ھ سے لغات فارسی کی ترتیب و تدوین شروع کی۔ دو سال کی رخصت لیکر لغات کی تحقیق و تفتیش کے لئے ایران کا سفر کیا۔ ان کے محققانہ لغات کی پہلی جلد سنہ ۱۳۴۸ھ میں دوسری سنہ ۱۳۵۱ھ میں تیسری سنہ ۱۳۵۳ھ میں چوتھی سنہ ۱۳۵۶ھ میں طبع ہوئی ھے۔ سنہ ۱۳۵۲ھ میں دولت علیۂ ایران نے علمی خدمات کے اعتراف میں انکو درجۂ اول کا نشان علمی عطا کیا۔

آقا صاحب علوم ادبیہ اور منطق و فلسفہ کے جیّد عالم۔ عربی، فارسی، اردو، انگریزی، پہلوی، سنسکرت کے ماھر۔ عبرانی، سریانی، اوستا زبانیں بقدر ضرورت جانتے اور عالم ھشت زبان کے لقب سے شہرت رکھتے ھیں۔ انکی فرھنگ فارسی الفاظ کی تحقیق و تدقیق اور دیگر لسانیاتی مباحث کی حامل ہونے کے باعث اپنی نوعیت کی فارسی لسانیات میں پہلی کتاب ھے۔

حکیم سید شمس اللہ قادری

شنیدم قادری آن مرد دانا   کند نام عماد الملك احیا

رساند نامهٔ نغزی به انجام   بنام یادگار هند و اسلام

بزرگان را ستودن کار دانا است   که ملّت از بزرگانش توانا است

تباهی برسر ملّت زند جوش   کند گر سرورانِ خود فراموش

فرنگیها زما در راه پیش اند   که درفکر سرآمدهای خویش اند

جرایدشان پر از وصف بزرگان   کتب پرداخته در وصف ایشان

کنند اطفال از بر در دبستان   حکایتها که دارند از بزرگان

ولیکن پیر ما هم نا شنوده است   ابوریحان بیرونی که بوده است

اگر از بوعلی سیناش پرسی   گمانش آنکه از یك آش پرسی

اگر پرسی که بوده شاه اکبر   نداند گویدت الله اکبر

چو پرسی از غزالی خراسان   جواب آرد که بود او یك غزل خوان

اگر گوئی که یاقوت از کجا خاست   بگوید گوهری انگشتری راست

زفارابی اگر پرسی وفاراب   بفکر فرنی آرد در دهان آب

صعود خویش ملت کے تواند | اگر قدر بزرگان را نداند
الای قادری مردِ خردمند | بیابی مزد رنجت از خداوند
عمادالملک نامه یادگار است | برای ملت ما افتخار است
بنای علم را در حیدرآباد | عمادالملک اول ساخت بنیاد
زشرق و غرب هر دو علم آموخت | دکن را پس چراغ دانش افروخت
چنان در انگلیسی نطق راندی | که لُرد انگلیس احسنت خواندی
اگر در فارسی گشتی سخن ساز | تو گفتی عالمی آمد ز شیراز
عرب را گر نگفتی بلگرامی است | گمان بردی حجازی یا که شامی است
بد انسان ماهر اندر علم قرآن | که بنمود انگلیسی معنی آن
علیگڑھ گشت دار العلم اسلام | در آن هم بین عمادالملک را نام
معارف رونق ملک دکن شد | از او برپا بملک این انجمن شد
چه تازی نامه های باستان کار | ز طبع انجمن آمد به بازار
ز داعی مدح آن سرور نیاید | که وصف فضل او یک عمر باید
روانش خوش بفردوس برین باد | که احسان دید از وی حیدرآباد

سید محمد علی

فی مدح

الامیر الفاضل الادیب الکامل النوّاب عماد الملک بہادر دام بالمعالی و التفاخر

للعلّامہ الادیب الفاضل و الطبیب الحاذق الحکیم محمد وحید الدین العالی الحیدرآبادی

IN PRAISE OF NAWAB IMAD UL-MULK BAHADUR

BY

al-Hakim Wahid ud-Din al-A'li al-Haidarabadi

حکیم محمد وحیـــد الدین عـالی

ولادت - ٦ محرم سنه ١٢٨٨ھ ـــ وفات - ١٩ شعبان سنه ١٣٤٢ھ

حیدرآباد کے باشندے - علم معقول و منقول کے جیّد عالم - عربی زبان کے بلند پایه ادیب و شاعر - مولانا احمد علی محدّث سهارنپوری اور حکیم منصور علی خان مرادآبادی کے شاگرد - سررشتۂ طبابت مین ملازم اور مختلف شفاخانون مین خدمت مهتممی پر مامور رہے -

صالح بن شریف الرندی نے مسلمانان اندلس کی تباهی پر ایك قصیده لکها تها - مولانا الطاف حسین حالی کی فرمایش سے حکیم صاحب نے اُسی طرز و انداز مین ایك قصیده لکها اور اُس مین مسلمانون کی تباه حالت بیان کی - مولانا حالی نے اس کا اُردو مین ترجمه کیا - اصل عربی اور اُردو ترجمه دونون سنه ١٣٢٤ھ میں آگره مین چهپ گئے هین -

ادیب فاضل سناد الملك آقا سید علی شوستری المتوفی ٢٠ - ذیقعده سنه ١٣٢٤ھ حکیم صاحب کی اعلی قابلیت کے معترف تهے اور اُنکی تعریف میں متعدد اشعار کهے - منجمله اُن کے چار شعر یه هین -

لله دَرُّ وحیـد الدیـن من فطن وحیـدالدین ایسے صاحب فطانت هین که انکی خوبیان بیان سے باهر هیں	مالاح لی مثـله من ساکنی الدّکن مجهے ساکنان دکن مین ایسا شخص آج تك نظر نهین آیا
وحیـد الدیـن فی الفضلا وحید وحید الدین فاضلوں مین یگانه هیں	ولیس لقـولـنا هـذا جحیـد همارے اس دعوی سے کوئی انکار نهین کرسکتا
له فی الـطب طبـع مُستقیم ادهر فن طبابت مین اونکی طبیعت مستقیم ہے	و فی الـفتیاله رای سـدیـد اودهر علم فتوی مین ان کی راے صائب ہے
وانی مرشـد للـخـلق طـراً مین سب مخلـوق کا مـرشـد هون	ولـکنی بفطـرته مریـد مگر ان کی فطرت کا مرید هون

نواب عماد الملك بهادر کی مدح کا یه قصیده راقم سطور کی فرمایش سے حکیم صاحب نے سنه ١٣٣٨ھ میں تصنیف کیا تها - اور اُسکو نواب عماد الملك بهادر کے ملاحظه میں پیش کرنے کی راقم نے سعادت حاصل کی تهی -

حکیم سیّد شمس الله قادری

خلا عهد العماية و الشباب　　وعن قلبی محا ذکری التصابی

فانّی حب خود ناعمات　　لنار الشوق تحت القلب شابی

فلا اهوی سعاد افارقتی　　ولا سامی ولا ام الرباب

و اخشی لثمهن لان فیه　　عذابی بالثنیات العِذاب

ولم تر بالتعشق لوعة فی　　فوادی و الحشا فی الالتهاب

وما شوق الوقوف برسم دار　　ولا دمعی علیه فی انسکاب

اری فی قوة الفکر انتهاکا　　ولی عمر علی خمسین رابی

فلم اقدر علی انواع نظم　　لشیب جاء فی حتی سطابی

فلا کان التغزل فی کلامی　　ولا مدح ولا ذم العتاب

ولا شعری لشب حماسة فی　　قتال اور ماء او ضراب

مضی ما کنت امدح فی قدیم　　**عماد الملك** ذالحسب اللباب

وکنت ازوره فی کل شهر　　وکان الیه لی شد الرکاب

لقد زادت سنو عهد التلاقی　　علی عشرین عاما فی حسابی

اطول الدهر انسانی کنقش   علی الما عند تموج العباب
فقال تنکر امن انت لما   رانی داخلا وسط الحباب
ادیب فاضل حبر جلیل   ادیب مثل مزن للصحاب
کریم غرة السادات فضلا   یفیض عطاءه مثل السحاب
لارباب الحوائج فی الدواهی   رایت محله خیر الماب
وفیه الجود قد القی المراسی   وفیه العز مضروب القباب
ومادحه کفار المسك اضحی   لنکهة فیه مفضوض الرضاب
وان صفاته الغرا صفات   کا عداد النجوم بلا حساب
لاوراق الکتاب بهن نور   لما یکتبن بالذهب المذاب
اتانی انه یاتی بخیر   عن الاسلام فی سد الذهاب
سعی لتحفظ الکتب التی من   ذوی الافضال والبوع الرحاب
وعین ندوة من اهل علم   لجمع و انتقاد و انتخاب
بامرملیکنا **عثمان علیخان**   طویل الباع والنعم الرغاب
رئیس قد اشاع العلم جودا   یعین القوم فی یوم المصاب
له قدم المکارم و المعالی   لاهل الافتخار علی الرقاب

وكم من مجتهد يسعى اليه　　لنيل عطآئه من كل باب

حماه الله ذو فضل عظيم　　عن الارزا وآفات الا زابى

اتيتك يا عماد الملك سعياً　　لانك سالك سبل الصواب

يقول لك العمائد انت نجم　　و من هو فى العشيرة انت نابى

وارجوان تقررنى بناد　　لتصحيح العبارة و الكتاب

لانى ماهر نظماً و نثراً　　وفى الادباء كالقدماء دابى

جوادى ليس يكبو فى سباق　　وسيفى فى المعارك غير نابى

انا و فرزدق فرسا رهان　　باهل الفن اوسيفا قراب

فهل فى الملك مثلى من اديب　　اليك يجيئ بالنظم العجاب

باشتات الفنون حويت جهدا　　كنوز الاعتلا و الانتجاب

فقى المنقول كالرازى باعى　　وفى المعقول مثل الفاريابى

و بعد حصولها لا زال سعيى　　الى فن الطبابة و اكتسابى

كانى فى الحقيقة فى بلادى　　كمثل الدر فى رمل التراب

فلا تنظر الى نفسى بذل　　فرب خزينة لك فى ثيابى

واشكر ربى الرحمن انى　　غنى مالك فوق النصاب

ولست بفضله الاوفى ضريكا ... يقضى عمره فى الاكتئاب
وان محاصلى فى كل عام ... على قدر الالوف بلا طلاب
ولكنى ارى للعلم شغلى ... لدى الرحمن خير الاحتساب
فمن ثم التماسى منك لطفاً ... وعرض الحال نحوك بالخطاب
فان تسمع فذا خير والا ... فلا ضير ولا فيه عتابى
وقاك الله عن فتن شداد ... تبيد الناس كالاسد الغضاب

محمد وحيد الدين

Nawab Imad ul-Mulk Memorial Volume

The first historical work of the Islamic world

كتاب الملوك واخبار الماضيئين

تصنيف عبيد بن شرية الجرهمى

THE KITAB AL-MULUK

wa akhbar al-madiyin
fi akhbar al-Yaman wa ash'arha wa ansabha
of
UBAID b. SHARYA al-DJURHUMI
by order of Amir Mu'awyia b. Abi Sufyian,
the first Khalif of the Umayyides
by
HAKIM SAYYID SHAMS-ULLAH QADRI

کتاب الملوك ایك نادر و نایاب اور عجوبۂ روزگار کتاب ھے - جو خاندان امویه کے پہلے خلیفه امیر معاویه بن ابی سفیان (سنه ۴۰ ھ - سنه ۶۰ ھ) کے اوایل عہد میں سنه ۴۱ ھ اور سنه ۴۳ ھ کے مابین تالیف ہوئی ھے اور اقصاے عالم میں عربی زبان کی سب سے پہلی تصنیف ھے - جسکو ایك مسلمان مصنف نے بصورت کتاب مرتب و مدون کیا ھے -

عام خیال یه ھے که دوسری صدی ہجری کے اواسط ایام میں اسلامی علوم مدون ہوئے اور اسی زمانه سے مسلمانوں میں تصنیف و تالیف کا رواج ہوا - اس سے پہلے سو سوا سو سال تك کوئی کتاب ضبط تحریر میں نہین آئی - چنانچه مشہور مورخ علاّمه ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں لکھا ھے که امام الحافظ ابو الولید عبدالملك بن عبدالعزیز بن جریج القرشی المتوفی سنه ۱۵۱ ھ [1] نے اسلام میں سب سے پہلے کتابین تصنیف کیں -

"ویقال انه اول من صنف الکتب فی اسلام" [2] -

بعض نے امام الحافظ ابو نصر سعید بن ابی عروبه المتوفی سنه ۱۵۶ ھ [3] کو اسلام کا پہلا مصنف بتایا ھے [4] - امام ذھبی دول الاسلام میں لکھتے ھین که ایك ھی زمانے میں ابن جریج نے مکۂ معظمه میں اور ابن عروبه نے بصره میں سب سے پہلے کتابین تصنیف کین [5] -

برخلاف اس کے زمانۂ حال کے بعض مصنف مزید تحقیقات کے بعد اس نتیجه پر پہنچے ھین که پہلی صدی کے اختتام اور دوسری صدی کی ابتدا میں علماے اسلام کتابون کی تصنیف و تالیف میں مصروف و مشغول ہوگئے تھے - چنانچه فرانس کے مشہور مستشرق موسیوسیدیلو M. Sedeillo کا بیان ھے که امام الحافظ ابی بکر

---

1 - تذکرة الحفاظ جلد اول ص ۱۶۰ -
2 - وفیات الاعیان طبع طهران جلد اول ص ۳۱۰ -
3 - تذکرة الحفاظ جلد اول ص ۱۶۷
4 - مرآة الجنان جلد اول ص ۱۳۳ -
5 - دول الاسلام جلد اول ص ۷۹ -

محمد بن مسلم بن شہاب الزہری المتوفی سنہ ۱۲۴ھ[6] نے علم حدیث میں سب سے پہلے کتاب تصنیف کی[7]۔ مصر کے مشہور مصنف جرجی زیدان نے لکھا ہے کہ اسلامی علوم میں سب سے پہلے فن تفسیر مدون ہوا۔ اور ابو الحجاج مجاہد بن جبر المخزومی المتوفی سنہ ۱۰۳ھ[8] نے سب سے پہلے اس فن میں اپنی تفسیر لکھی[9]۔ امام زہری نے خلیفہ عمر بن عبد العزیز (سنہ ۹۹ھ - سنہ ۱۰۱ھ) کے ایما سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و سلم کے غزوات جمع کئے تھے۔ عمر بن عبد العزیز نے سنہ ۱۰۱ھ میں انتقال کیا ہے[10]۔ لا محالہ ان کی 'کتاب المغازی' سنہ ۱۰۱ھ سے قبل مرتب ہوئی ہے۔

ان تمام روایات کے قطع نظر حقیقت حال یہ ہے کہ امام زہری اور مجاہد بن جبر سے پچاس ساٹھ سال پہلے مسلمانوں میں تصنیف و تالیف کی ابتدا ہو گئی تھی[11]۔ چنانچہ علامہ ابن ندیم نے 'کتاب الفہرست' میں ایک

6۔ تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۱۰۲

7۔ خلاصہ تاریخ العرب۔ مترجمہ علی پاشا مبارک ص ۲۴۵۔

8۔ تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۸۶۔

9۔ التمدن الاسلامی جلد ثالث ص ۴۷۔

10۔ تاریخ ابن اثیر جلد خامس ص ۲۳۔

11۔ ہمارے ملک کے مشہور مصنف اور مستند عالم مولانا عبد اللہ العمادی نے اپنے ایک مضمون میں جو صدر اسلام کی تصنیفات کے متعلق ہے اپنی یہ تحقیق بیان کی ہے کہ زایدہ بن قدامہ، جن کا سنہ ۶۰ھ یا سنہ ۶۱ھ میں انتقال ہوا ہے۔ صدر اسلام کے سب سے قدیم مصنف ہیں۔ چنانچہ ان کے خاص الفاظ یہ ہیں:—

> "زایدہ بن قدامہ نے جو حسن بن عطیہ کے ساتھ جنگ روم (سنہ ۶۰ یا سنہ ۶۱ھ) میں شہید ہوئے۔ فن حدیث، تفسیر، تجوید اور اخلاق میں کئی کتابیں لکھی ہیں"۔ (الندوہ۔ بابتہ مئی سنہ ۱۹۰۵ع ص ۲۵)۔

مولانا کا یہ استدلال علامہ ابن ندیم کے حسب ذیل بیان پر مبنی ہے:—

> "زایدہ بن قدامہ الثقفی من انفسہم، ویکنی ابا الصلت، مات بالروم فی غزاۃ الحسن ابن عطیہ سنۃ احدی و ستین او ستین" (کتاب الفہرست طبع مصر ص ۱۳۱۶)"۔

ابن ندیم کی عبارت میں طباعت کی غلطی سے ستین کے بعد مائۃ کا لفظ چھوٹ گیا ہے۔ نیز حسن بن عطیہ بھی غلط ہے۔ بلکہ صحیح حسن بن قحطبہ ہے۔ جو سنہ ۱۶۰ھ سے سنہ ۱۶۲ھ تک آرمینیہ میں گورنر رہا ہے
Zambaur, Genealogie et de Chronologie pour l'Histoire de l'Islam, p. 178.
الحاصل اس غلطی کے باعث ابن قدامہ کے عہد اور انکے سنہ وفات کی نسبت مولانا کو سخت مغالطہ ہو گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ابن قدامہ دوسری صدی کے اواسط ایام میں گذرے ہیں وہ کوفہ کے محدث اور سفیان ثوری کے معاصر تھے۔ سنہ ۱۶۱ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۲۰۰۔ دول الاسلام جلد اول ص ۸۴۔

کتاب کا تذکرہ کیا ھے ۔ جو امیر معاویہ بن ابی سفیان (سنہ ۴۰ ھ ۔ سنہ ۶۰ ھ) کے لئے تالیف ھوئی ھے ۔ اس کا نام ، کتاب الملوك و اخبار الماضیین ، ھے [12] چونکہ مسلمانوں کی اس وقت تك اس سے قدیم اور کوئی تصنیف دریافت نہیں ھوئی ھے ۔ اس لئے یہ کتاب دنیائے اسلام کی سب سے پہلی تصنیف ھے اور اس کا مصنف اسلام کا پہلا مصنف کہلانے کا بلا شك و شبہ مستحق ھے ۔

اس کتاب کی تالیف و تدوین کے لئے یہ امر محرك ھوا کہ امیر معاویہ کے اوائل عہد میں ایك اعرابی عبداللہ بن قلابہ یمن سے دمشق میں آئے اور انہوں نے امیر معاویہ سے اپنا ایك واقعہ بیان کیا کہ کچھ عرصہ پہلے عدن کے قرب و جوار میں میرا اونٹ گم ھوگیا تھا ۔ میں اسکو تلاش کرتا ھوا صحرا میں کئی روز سرگردان رھا ۔ اسی دوران میں مجھے شدّاد کا شہر ارم نظر آیا ۔ وہ عجیب و غریب لیکن غیر آباد مقام تھا ۔ اس کے در و دیوار مکلل اور زمین زر و جواھر سے مالا مال تھی ۔ امیر معاویہ کو اس شہر کی جستجو ھوی ۔ کئی آدمی عبداللہ کے ساتھہ روانہ کئے ۔ انہوں نے یمن کا سارا بیابان چھانا ۔ لیکن شہر ارم کا نشان نہین ملا [13] ۔ تاھم اس واقعہ کی بدولت امیر معاویہ کو یمن کی گزشتہ تاریخ اور وھاں کے بادشاھوں کے واقعات دریافت کرنے کا شوق ھوگیا ۔ اور انہوں نے حکم دیا کہ ایك ایسا آدمی تلاش کر کے ھمارے دربار میں بھیجا جائے جو یمن کے حالات اور وھاں کے انساب و اخبار کا عالم ھو ۔ اس حکم کی بنا پر مصر کے والی عمرو بن العاص نے عبید بن شریۃ الجرھمی کا انتخاب کیا ۔ اور آن کو رقہ سے بلا کر امیر معاویہ کے دربار میں بھیجا ۔

عبید بن شریۃ قبیلہ جرھم سے تھے ۔ جو امم سامیہ سے تعلق رکھتا ھے ۔ ان کے مورث اعلی جرھم بن عابر عرب العاربہ کے جد امجد قحطان بن عابر کے بھائی تھے [14] عبید کا وطن یمن تھا ۔ اس کے دار الحکومت صنعا میں ان کی ولادت ھوی تھی ۔ ظھور اسلام کے بعد وطن چھوڑ کر جزیرہ میں آئے اور رقہ میں سکونت اختیار کی ۔ جو فرات اور رحران کے مابین واقع ھے [15] جناب رسالت ماب صلعم کے دست مبارك

12 ۔ کتاب الفہرست ص ۱۳۳ ۔

13 ۔ بلعمی ۔ ترجمہ فارسی تاریخ طبری ص ۲۵۳ ۔

14 ۔ تاریخ یعقوبی جلد اول ص ۲۵۳ ۔

15 ۔ معجم البلدان جلد رابع ص ۲۷۲ ۔

پر اسلام لائے تھے ابو موسی محمد بن عمر الاصفہانی المتوفی سنہ ۵۸۱ ھ نے آن کو صحابہ میں شمار کیا ھے [16]

عبید بن شریۃ دنیا کے اُن چند اشخاص سے ھیں - جنھون نے طویل عمرین پائی ھیں - ابو حاتم سہل بن محمد بن عثمان السجستانی المتوفی سنہ ۲۴۸ ھ نے ایک کتاب آن طویل العمر لوگون کے حالات میں لکھی ھے جن کی عمرین دو سو سال سے زیادہ تھین - اس میں تیسوان تذکرہ عبید کا ھے - جس میں آن کی عمر تین سو سال اور بقول بعض دوسو بیس سال بتائی گئی ھے [17] - مورخ ابن ایثر نے اسدالغابہ میں لکھا ھے کہ ھشام بن محمد بن سائب الکلبی المتوفی سنہ ۲۰۶ ھ اپنے والد کے حوالہ سے بیان کرتے تھے کہ عبید نے دو سو چالیس سال کی عمر پائی تھی [18] - عبید جس وقت امیر معاویہ کے دربار میں آئے تو ان کی عمر دو سو پانچ برس کی تھی - اس بناء پر ھجرت نبوی سے ایکسو پینسٹھ سال قبل سنہ ۴۵۷ عیسوی میں پیدا ھوئے - اس زمانہ میں ساسانی خاندان کے چودھوین بادشاہ بہرام گور بن یزدجرد اول (سنہ ۴۴۲ ء سنہ ۴۶۵ ء) کی حکومت تھی [19] -

خلیفہ عبد الملك بن مروان (سنہ ۶۵ ھ سنہ ۸۶ ھ) کے عہد حکومت میں سنہ ۶۷ ھ کے قریب عبید نے وفات پائی ھے [20] - اس اعتبار سے انھون نے ایکسو پینتیس سال زمانہ جاھلیت میں گزارے تھے - ظہور اسلام کے بعد ستانوے سال خیر القرون اور صدر اسلام کا زمانہ دیکھا تھا -

عبید نے ابرھتہ الاشرم کی یورش اور مکہ پر سنگباری کا واقعہ برائے العین مشاھدہ کیا تھا - ایام داحس کے معرکے بھی دیکھے تھے [21] - اور ان کے تمام جزوی کلی واقعات بیان کیا کرتے تھے -

عبید اخبار و انساب اور ایام عرب کے زبردست عالم تھے - سلاطین سلف اور عہد جاھلیت کے سینکڑوں واقعات ان کو ازبر تھے -

---

16 - تجرید اسماء الصحابہ جلد اول ص ۳۹۴ -

17 - کتاب المعمرین - طبع لیڈن ص ۴۰ -

18 - اسدالغابہ - جلد ثالث ص ۳۵۱ -

19 - Mordtmann, Z.D.M.G. Vol. VIII (1859) pp. 316.

20 - الفھرست طبع مصر ص ۱۳۲ — ذر کلی الاعلام جلد ثانی ص ۶۱۳ -

21 - کتاب التیجان ص ۳۰۹ -

عمرو بن العاص مصر کی امارت پر دوسری مرتبہ سنہ ۳۸ ھ سے سنہ ۴۳ ھ تک مامور رہے۔[22] ان کے فرزند عبداللہ بن عمرو بن العاص کو امیر معاویہ نے سنہ ۴۱ ھ میں چند ماہ کے لئے کوفہ کا والی بنا یا تھا[23] اور انہوں نے اپنے والد کا حکم رقعہ میں عبید کے یہاں بھیجا تھا۔ اس بنا پر عبید کا امیر معاویہ کے دربار میں آنا بلاشبہ سنہ ۴۱ ھ کے اخیر یا سنہ ۴۲ ھ کے اوایل کا واقعہ ہے۔

امیر معاویہ نے دربار میں آنے کے بعد عبید کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور ان سے قرون ماضیہ کے حالات، سلاطین سلف کے واقعات، زبانوں کے اختلاف اور اقوام و قبائل کے افتراق کے اسباب دریافت کئے۔ عبید امیر معاویہ کی مجلس میں آتے، گذشتہ واقعات اور ملوك یمن کے حالات سنایا کرتے تھے۔ امیر معاویہ نے آن کوایف کے قلمبند کرنے کے لئے کاتب اور محرر مقرر کردئے اس طرح پر امیر معاویہ کے حکم سے 'کتاب الملوك' کا مسودہ تیار ہوا[24]۔

عبید نے کتاب الملوك کے علاوہ 'کتاب الامثال' بھی لکھی ہے۔ اور اس میں بنی جرہم کے امثال جمع کئے ہیں۔ زید بن کیس النمری نے جو یزید بن معاویہ (سنہ ۶۰ - سنہ ۶۴) کا معاصر، ایام عرب اور زبان جرہم کا بڑا ماہر تھا اس کا راوی ہے۔ یہ کتاب مدت ہوی کہ ناپید ہوگئی ہے۔ لیکن چوتھی صدی تک موجود تھی۔ اورعلامہ ابن ندیم نے اسکو دیکھا تھا۔ اس کے پچاس ورق تھے[25]۔

مستشرقین نے عبید کا تلفظ دو طرح سے ادا کیا ہے گولڈ زہر Goldziher نے کتاب المعمرین کی تعلیقات میں عبید بضم العین لکھا ہے[26]۔ ریو Rieu اور بروکلمان Brockelmann عبید بفتح العین لکھتے ہیں[27]۔ الامام الحافظ ابی محمد عبدالغنی بن سعید بن علی بن سعیدالازدی نے کتاب الموتلف والمختلف میں لکھا

---

22 - Zambaur, Genealogie et de Chronologie pour l'Histoire de l'Islam, Hanovre, 1927. p. 178.

23 - تاریخ ابن اثیر - ابن اثیر - جلد ثالث ۱۶۹ -

24 - 25 - کتاب الفہرست ص ۱۳۲ -

26 - Goldziher, Abhandlungen Zur Aradischen Philologie Teil II Das Kitab al-Mu'ammarin des Abu Hatim al-Sigistani, p. 29.

27 - Rieu, Supplement to the Catalogue of the Arabic MSS. in the British Museum p. 579 - Brockelmann, Geschichte der Arabischen Litteratur. Vol. I. p. 64. Supplementband, p. 100.

ھے[28] ۔ کہ عبید بضم العین جماعت کثیر کا نام ھے ۔ عبید بفتح العین صرف ایك شخص عبید بن الابرص [29]۔ کہلاتا ھے ۔ اس بناء پر ھماری رائے میں ان کے نام کا صحیح اور قابل تقلید تلفظ عبید بضم العین ھے جس کو گولڈ زھر Goldziher نے اختیار کیا ھے ۔

کتاب الملوك میں یمن کے تاریخی افسانے مذکور ھیں اس کا انداز بیان مکالمہ کی طرز کا ھے ۔ امیر معاویہ سوال کرتے اور عبید اس کا جواب دیتے ھیں ۔ ابتداء اس کی ھود علیہ السلام کے تذکرہ سے کی ھے ۔ پھر قوم عاد کی تباھی ۔ لقمان بن شدّاد اور اس کے سات عقابوں کا قصّہ ۔ ثمود کی کیفیت ۔ بنوجرھم کا یمن سے خروج اور سر زمین حرم میں ان کی سکونت ۔ ملوك حمیر اور تبابعہ کے اخبار و انساب بیان کئے ھیں ۔ شمر یرعش بن افریقش کی نسبت عبید نے بیان کیا ھے کہ اس نے عراق سے چین تك فارس، خراسان، سجستان کے تمام ممالك فتح کر لئے تھے ۔ اور اس کا لشکر جب بلاد سغد میں پہنچا تو وھاں ایك شہر آباد کیا ۔ اس کا نام شمر کند رکھا ۔ جو بعد میں کثرت استعمال سے سمر قند ھو گیا ۔

عبید نے حکایات کی توثیق اور اپنے بیان کو شاندار بنانے کے لئے جگہ جگہ اشعار نقل کئے ھیں ۔ اس تقریب سے کتاب کا ربع حصہ جاھلی شعراء کے اشعار سے مملو ھو گیا ھے ۔ ان شعرا میں سے بعض مشاھیر کے نام یہ ھیں :۔

امرو ایقس بن حجر بن عمرو الکندی المتوفی سنہ ۵٦۰ ع [30]

---

28 ۔ کتاب مذکور طبع الہ آباد ص ۸۳ ۔

29 ۔ عبید بن الا برص عرب جاھلیت کا مشھور شاعر سنہ ۵۵۵ ع میں ھجرت نبوی سے سینسٹھ سال پہلے فوت ھوا ھے ۔اس کا دیوان سر چارلس لائل Sir Charles Lyall کی تصحیح کے بعد سلسلہ گب کی اکیسویں جلد میں سنہ ۱۹۱۴ ع میں شائع ھوا ھے ۔ اس کے حالات کتب ذیل میں مذکور ھیں ۔ کتاب الاغانی جلد ۱۹ ص ۸۴ ۔ ۹۰ ۔ ابن قتیبہ ۔ الشعر و الشعرا ص ۱۴۳ ۔ خزانتہ الادب جلد اول ص ۳۲۲ ۔ الشعرا النصرانیہ ص۵۹٦ ۔ الجمہرہ ص ۱۰۰ جرجی زیدان ۔ آداب اللغتہ العربیہ جلد اول ص ۱۱۸ ۔ Brockelmann Geschichte d. Arab. Litteratur, Vol.I. p 36. Supplementband,p. 54.

30 ۔ آغانی ۔ جلد ثامن ص ۷۲ و ص ۸۴ ۔ خزانۃ الادب جلد ثالث ص ۵۳۲ ۔ الشعر و الشعرا ص۳۷۔شعرا النصرانیہ ص٦. Brockelmann, Geschichte d. Arab. Litteratur, Vol. I. p. 24. Supplementband, p, 48.

امیه بن ابی الصلت المتوفی سنه ۶۲۴ع [31]
عباس بن مرداس [32]
اسود بن یعفر [33] وغیره

مورخین عرب نے یمن قدیم کے متعلق جس قدر تاریخیں لکھی هیں ان میں "کتاب الملوك" سب سے پہلی کتاب هے۔ یه کتاب قرن اول کے ربع ثانی میں تصنیف هوئی هے۔ اس کے تیس سال بعد خلیفه عبدالملك بن مروان (سنه۶۵ھ سنه۸۶ھ) کے زمانه میں ابو عبد الله وهب بن منبیه المتوفی سنه۱۱۴ھ [34] نے "ذکر الملوك المتوجه" لکھی هے۔ اس کے سو سال بعد مشهور سیرت نویس ابو محمد عبد الملك بن هشام الحمیری المتوفی سنه ۲۱۳ھ [35] نے "کتاب الیتجان لمعرفته ملوك الزمان" کو مدون کیا۔ اس کے سو سال بعد ابو محمد حسین بن احمد بن یعقوب الهمدانی المعروف به ابن الحائك المتوفی سنه ۳۳۴ھ [36] نے "کتاب الاکلیل" تصنیف کی۔ ابن الحائك کے بعد نشوان بن سعید

---

31 - آغانی - جلد ثالث ص ۱۸۶ جلد ثامن ص ۳ - خزانة الادب جلد اول ۱۹
الشعرأ النصرانیه ص ۲۱۹ ۔

32 - آغانی - جلد ۱۳ ص ۶۴ - خزانة الادب جلد ۱ص۳۰ - الشعر والشعرأ - ص ۱۶۶ -

33 - آغانی جلد ۱۱ص۱۳۴ - الشعر والشعرأ ص۱۳۴ - خزانته الادب جلد اول ص۱۹۵ - الشعرأ النصرانیه ص ۴۷۵ -

34 - وهب بن منبیه فارسی الاصل اور یمن کے رهنے والے تهے سنه ۲۰ ھ میں پیدا هوئے۔ سنه ۱۱۰ ھ یا سنه ۱۱۴ ھ میں انتقال کیا - امام ذهبی نے انکو حفاظ حدیث میں اور حافظ ابو نعیم اصفهانی نے صوفیه میں شمار کیا هے - اخبار اور اسرائیلیات کے بڑے عالم تهے - طبقات ابن سعد - جلد ثالث ص ۳۹۵ - حلیة الاولیا - جلد رابع ص ۲۳ صفة الصفوة - جلد ثانی ص ۱۶۴ - وفیات الاعیان - جلد ثانی ص۲۳۸ - معجم الادبا - جلد سابع ص ۲۳۲ - تذکرة الحفاظ - جلد اول ص ۸۸ - مرآة الجنان - جلد اول ص ۲۴۸ - شذرات الذهب - جلد اول ص ۱۵۰ - Brockelmnnn, Vol. I. p. 65. Supplementband, p. 101.

35 - ابو محمد عبدالملك بن هشام الحمیری انساب اور اخبار عرب کے بڑے عالم تهے - بصره میں نشوونما پایا - سنه ۲۱۳ ھ میں مصر میں فوت هوئے - ان کی کتاب السیرة جو یورپ اور مصر میں چهپ گئی هے نهایت مشهور اور معتبر کتابوں سے سمجهی جاتی هے - روض الانف - جلد اول ص ۵ - وفیات الاعیان جلد اول - ص ۳۶۵ - مرآة الجنان - جلد ثانی ص ۷۷ - بغیته الوعات ص۳۱۵ Brockelmann, Vol. I. p. 135. Supplementband, p. 207

36 - ابو محمد حسین بن احمد بن یعقوب الهمدانی - یمن کے رهنے والے اور قبیلۂ همدان سے تهے - علوم حکمت خصوصا هیت اور اخبار و انساب میں انکو کمال حاصل تها - سنه ۳۳۴ ھ میں صنعأ کے قید خانه میں ان کا انتقال هوا - انهوں نے مختلف علوم میں متعدد کتابیں لکهی هیں - (۱) اسرار الحکمته علم نجوم میں (۲) کتاب الیعسوب - شمشیر زنی - تیراندازی اور نیزه بازی کے بیان میں (۳) صفة جزیرة العرب - عرب قدیم کا جغرافیه پهاڑوں دریاؤں صوبوں کے مفصل حالات اور وهاں کے اقوام وقبائل کا تذکره - طبقات الامم - ص ۴۷ و ۸۰ - معجم الادبا - جلد ثالث ص۹ - قفطی - اخبار الحکماء - ص ۱۱۳ - بغیته الوعات - ص ۲۳۲ Brockelmann, Vol. I. p. 229.

الحمیری المتوفی سنه ۵۷۵ ھ [37] کا ظہور ہوا جنہوں نے ملوک حمیر کی نسبت ایک قصیدہ لکھا ھے۔ اس کے علاوہ اپنی لغات 'شمس العلوم' میں جگہ جگہ یمن اور ملوک یمن کے حالات بیان کئے ھیں۔

وھب بن منبیه کی کتاب 'ذکر الملوک' مدت ھوئی که مفقود ھو چکی ھے۔ لیکن ساتویں صدی تک موجود تھی۔اور علامه ابن خلکان نے اس کو دیکھا تھا۔ انہوں نے بیان کیا ھے که یمن کے متعلق مفید و کارآمد کتاب ھے۔ اس میں ملوکِ حمیر کے اخبار و انساب اور آن کے مقابر و اشعار کے تذکرے ھیں [38]۔

'کتاب التیجان' میں قحطان بن عابر کے زمانے سے سیف بن ذی یزن کے عہد تک ملوک یمن، حمیر و تبابعه کے واقعات خوب شرح و بسط کے ساتھ بیان کئے ھیں۔ اس کا زیادہ حصه وھب بن منبیه کے روایات پر مبنی ھے۔ ابن ھشام نے ان روایات کو اسد بن موسلی کے حواله سے بیان کیا ھے اسد بن موسلی انکو ابی ادریس بن سنان سے روایت کرتے ھیں۔ ابی ادریس وھب بن منبیه کے دختر زادے تھے اور انہوں نے ان روایات کو اپنے نانا وھب سے سماعت کیا تھا [39]۔ یه کتاب سنه ۱۳۴۷ ھ میں حیدرآباد میں چھپ گئی ھے۔ اور مسٹر کرنکو Kren kow نے اس کی تصحیح کی ھے۔

'کتاب الاکلیل' میں ملوک حمیر کے انساب و اخبار اور ان کے آثار و عتایق کا تذکرہ ھے۔ ابن صاعد القرطبی نے اپنی کتاب 'طبقات الامم' میں اس کے ابواب کی تفصیل اس طرح بیان کی ھے [40]۔

باب اول۔ اقوام عرب و عجم اور ملوک یمن کی اصل و نسل کا تذکرہ۔

باب دوم۔ الھمیسع بن حمیر کی اولاد کا سلسله نسب۔

37۔ نشوان بن سعید الحمیری۔ یمن کے مشہور عالم اور ادیب تھے۔ وھاں کے کئی قلعوں میں ان کی حکومت تھی۔ سنه ۵۷۳ ھ میں ان کا انتقال ھوا۔ شمس العلوم۔کتاب القوافی اور حورالعین ان کی مشہور تصنیفات ھیں۔ بغیة الوعات ص ۴۰۳۔ جرجی زیدان۔ آداب اللغة العربیه۔ جلد سوم ص ۵۲۔ Brockelmann, Vol. I. p. 300

38۔ وفیات الاعیان طبع مصر جلد ثانی ص ۲۳۸۔

39۔ الفہرست ص ۱۳۸۔

40۔ طبقات الامم ص ۷۹۔

باب سوم - قحطان کے فضائل -

باب چہارم- تاریخ یمن کا دور اول - یعرب بن قحطان کے زمانے سے تبع ابوکرب کی حکومت تك -

باب پنجم - تاریخ یمن کا دور وسطی - سعد ابوکرب کے جلوس سے ذونواس کے عہد تك -

باب ششم - تاریخ یمن کا دور آخر - ذونواس کے عہد سے مسلمانوں کے تسلط تك -

باب هفتم - ملوك یمن کے فرضی افسانے اور بعید از قیاس حکایات -

باب هشتم - حمیر کی عمارتوں، مقبروں اور کتبوں کا تذکرہ -

باب نہم - حمیری زبان کے امثال اور حمیری خط کی کیفیت -

باب دهم - بنی همدان کے حالات -

اس کتاب کے آٹھویں باب کو پروفیسر مولر Prof. Muller نے جرمنی ترجمه اور تعلیقات کے ساتھ لیپزك میں سنه ۱۸۷۹ ء میں چھپوایا ھے - جرمنی میں اس کا نام یه ھے Die Burgen Schlosser Eudarabins Noch Dem Iklil des Hamadani

نشوان بن سعید الحمیری کا منظومه جو 'قصیدة الحمیریه' کے نام سے مشہور ھے - وان کریمر V. Kremer کی سعی و کوشش سے سنه ۱۸٦٥ء میں لیپزك میں طبع ھوا ھے - پریدو W. F. Prideaux نے انگریزی میں ترجمه کیا ھے جو The Lay of the Himyarites کے نام سے سنه ۱۸۷۹ ء میں چھپا ھے -

'شمس العلوم' لغت کی کتاب ھے - لیکن اس میں یمن اور حمیر سے تعلق رکھنے والے الفاظ کے تحت میں اخبار یمن کی خوب تشریح کی ھے - اس حصه کو کتاب سے اقتباس کر کے عظیم الدین احمد ایم ، اے - پی ، ایچ ، ڈی - نے سلسلهٔ اوقاف گب کی چوبیسویں جلد میں سنه ۱۹۱٦ ء میں چھپوایا ھے - اور اس پر جرمنی زبان میں مقدمه اور حواشی لکھے ھیں -

مورخین عرب نے یمن قدیم کی نسبت جو کچھ لکھا ہے آن سب کا مصدر و منبع یہی تصنیفات ھیں۔ اور ان میں قدامت کے لحاظ سے عبید بن شریۃ اور وھب بن منبیه کی تصنیف کو خاص اھمیت حاصل ہے۔ اور ان کی روایات کو تمام مورخین نے قابل استناد قرار دیا ھے۔ اس موقع پر یہ بتا دینا بھی ضروری معلوم ھوتا ھے کہ امام مسعودی نے 'مروج الذھب' میں ملوك یمن کے حالات بیان کرتے ھوئے عبید بن شریۃ کے متعدد حوالے دئے ھیں [41]۔

علّامہ ابن خلدون نے جو مشہور نقّاد اور فلسفی مورخ ھے عبید بن شریۃ کے روایات کو ترجیح دی اور انساب یمن کے بیان کرنے میں ان ھی کی پیروی کی ھے [42]۔

مورخین نے حارث الرایش کے نسب میں اختلاف کیا ھے۔ عبید بن شریۃ اس کو الھمیسع بن حمیر کی نسل سے بتاتے ھیں۔ وھب بن منبیه نے اس کا سلسلہ وایل بن حمیر سے ملایا ھے۔ ابن ھشام اور ابو الفدا وغیرہ نے وھب بن منبیه کی پیروی کی ھے۔ حمزہ اصفہانی اور ابن اثیر نے خفیف اختلاف کے ساتھ حارث الرایش اور آس کے جانشینوں کو الھمیسع بن حمیر کی اولاد سے بتایا ھے [43]۔ نشوان حمیری اور ابن خلدون ملوك تبابعہ کا وھی سلسلۂ نسب بیان کرتے ھیں۔ جو عبید بن شریۃ کی کتاب الملوك میں مذکور ھے اور اس سے ظاھر ھے کہ جمہور مورخین انساب یمن کے بارے میں عبید کے روایات کو وھب کے روایات پر ترجیح دیتے اور خود عبید کو قابل استناد راوی سمجھتے ھیں۔

کتاب الملوك صدیوں سے لاپتہ تھی اور اس کے موجود ھونے کا علم کسی کو نہ تھا۔ یہاں تك کہ زمانۂ حال کے مصنف جرجی زیدان نے بھی اپنی کتاب 'تاریخ آداب اللغۃ العربیہ' میں جو سنہ ۱۹۲۴ء میں شائع ھوئی ھے۔ لکھدیا ھے کہ یہ کتاب اس وقت غیر موجود اور ناپید ھوگئی ھے [44]۔

---

41 - مروج الذھب جلد ثالث ص ۱۴۳ و ۱۷۵ جلد رابع ص ۸۹ -

42 - کتاب العبر جلد ثانی ص ۴۹ و ۲۴۶ ۔

43 - تاریخ ملوك الارض ص ۱۰۸ و تاریخ ابن اثیر جلد ثانی ص ۱۱۸ -

44 - تاریخ آداب اللغۃ العربیہ جلد اول ص ۲۲۷ -

آن حضرات، کو جو عربی کے ابتدائی ادبیات سے غایت دلچسپی رکھتے ھیں یه معلوم کر کے بڑی مسرت ھوگی که اس کتاب کے دو مخطوطے دنیا مین موجود ھیں - ایك برٹش میوزیم لندن مین دوسرا دائرۃ المعارف کے کتب خانه میں۔ یه دونوں مخطوطے دو مجموعوں میں شامل ھیں - جن کی کیفیت یه ھے -

برٹش میوزیم کے مجموعه کو علی بن سعید القملانی نے یکم شعبان سنه ۱۰۳۱ھ کو ایك سقیم نسخه سے نقل کیا ھے - اس کے خاتمه کی عبارت یه ھے -

تم الکتاب بحمدالله تعالی و حسن توفیقه و لله الحمد علی کل حال و کان الفراغ من تحصیل هذا الکتاب من نسخة سقیمة یوم الجمعه المبارکه فی غره شهر شعبان الکریم سنة احدی و ثلاثین بعد الالف من الهجرة النبویة علی صاحبها افضل الصلواة و التسلیم بخط افقر عباد الله و احوجهم الی رحمة علی ابن سعید بن محمد بن هاجر القملانی غفرالله له و لوالدیه و لجمیع المسلمین اجمعین۔

اس میں حسب ذیل دو مکمل کتابیں اور قصاید و کتب کے سات مختلف منتخبات شامل ھیں -

(۱)	کتاب التیجان لابن هشام	ورق ۱ سے ۱۱۰ تك
(۲)	کتاب الملوك	ورق ۱۱۱ سے ۱۸۱ تك
(۳)	مختلف منتخبات	ورق ۱۸۱ ب سے ۱۹۱ تك

(الف) اسعد الکامل کے قصیدے کے منتخب اشعار جنکی ابتداء حسب ذیل شعر سے ھوئی ھے -

حضرت وفاۃ ابیك یا حسان فانظر لنفسك فالزمان امان

(ب) ابوالحسن نشوان بن سعید الحمیری المتوفی سنه ۵۷۳ ھ کے قصیدے کے منتخب اشعار جنکا پہلا شعر یه ھے -

کم یریك الزمان مالست تعرض و یکی فوادك الهم کیا

(ت) قاضی ابراهیم الساحلی المغربی المتوفی سنه ۷۳۹ ھ کے قصیدے کے منتخب اشعار جنکا پہلا شعر یه ھے -

اهذه سیرۃ فی المجد ام سور وهذه النجم فی السعد ام غرر

(ث) علاء الدین علی بن عبد الله البہائی المتوفی سنه ۸۰۵ ھ کی کتاب مطالع البدور و منازل السرور کا وہ حصه جسمیں عہد قدیم کے عمارات عجیبه کا تذکرہ ھے۔

(ج) ابی مروان عبد الملك بن عبد الله بن بدرون کی شرح بر قصیدہ ابی محمد عبدالمجید بن عبدون الفہری المتوفی سنه ۵۲۰ ھ وزیر بنی افطس کا وہ حصه جو جبله بن الایہم کی مہم سے تعلق رکھتا ھے۔

(ح) ابو العباس سیدی احمد البہلول کے قصیدے کے منتخب اشعار جن کا پہلا شعر یه ھے۔

شیخ من ارض مکناس بین الاسواق یغنی
ایس علینا من الناس و ایس علی الناس منی

(خ) علامه ابن کثیر حافظ عماد الدین ابی الفدا اسمعیل بن عمر القرشی المتوفی سنه ۷۷۴ ھ کی کتاب البدایة و النہایة کا وہ حصه جو خلیفه ولید بن عبد الملك کے عہد حکومت سے تعلق رکھتا ھے۔

مجلس دائرة المعارف کا مجموعه برٹش میوزیم کے مخطوطه سے دو سال گیارہ مہینے سوله یوم بعد ۱۶ - رجب سنه ۱۰۳۴ ھ کو مکتوب ہوا ھے۔ اس کے کاتب کا نام مطہر بن عبدالرحمن بن مطہر بن امام شرف الدین ھے۔ اور اس نے ایك سقیم نسخه سے شہر صنعاء دارالحکومت ملك یمن کے محبس دارالحمراء میں (جبکه سات سال پانچ مہینے حالت حبس میں گزر چکے تھے) اسکی کتابت کی ھے۔ اور اس کے خاتمه کی عبارت حسب ذیل ھے۔

وكان الفراغ من نسخ هذا الكتاب يوم السبت ١٦- شهر رجب الخير سنة اربع و ثلاثين و الف من الهجرة النبوية على صاحبها افضل الصلواة و السلام و كتب بالدار الحمراء التى هى السجن بقصر صنعاء اليمن و لنا فيها سبع سنين و خمسه اشهرانسال الله ان يفك اسرنا و يفرج عنا و عن كل مسجون من امت محمد صلى الله عليه و على اله و سلم و الحمد الله اولا و اخراً و ظاهراً و باطناً ـ بخط اسير الذنوب الراجى رحمة ربه علام الغيوب الفقيرالى كرم الله تعالى مطهر بن عبدالرحمن بن المطهر بن الامام مشرف الدين غفرالله له و لوالديه وليعذر الناظر فيه فان النسخه سقيمه ـ

و ان تجد عيباً فسد الخلا فجل من لا عيب فيه و علا

تم الكتاب بحمد الله تعالى و حسن توفيقه الحمد على كل حال

اس مجموعه میں حسب ذیل دو کتابیں اور تین مختلف انتخاب شامل ھیں۔

(١) کتاب التیجان ورق ١ سے ١٠٩ ب تك

(٢) کتاب الملوك ورق ١١٠ سے ١٨٠ الف تك

(٣) مختلف منتخبات

(الف) اسعد الکامل کے قصیدے کا انتخاب۔

(ب) نشوان بن سعید الحمیری کے قصیدے کا انتخاب۔

(ت) مطالع البدور و منازل السرور کا وہ حصه جو عہد قدیم کی عمارات عجیبه سے تعلق رکھتا ھے۔

مجلس دائرة المعارف کے صدر نواب عماد الملك مرحوم عربی زبان کی قدیم تصنیفات کے دلدادہ اور ان کی نشر و ترویج کے بڑے حامی تھے۔ یہ مجموعه جب نواب صاحب کی نظر کیمیا اثر سے گذرا تو اسکی پہلی دو کتابوں یعنی کتاب التیجان اور کتاب الملوك کو دائرة المعارف کے سلسله مطبوعات میں منتخب فرمایا۔ مولوی سید زین العابدین موسوی تصحیح و تبیض کے لئے مقرر ھوے۔ انہوں نے نہایت سعی و کوشش سے ان کتابوں کا ایك ایسا متن مرتب کیا جس سے طباعت کی دقت و دشواریاں رفع ھوگئیں۔ لیکن مزید تنقیح و تصحیح کے مد نظر کسی دوسرے مخطوطه سے اس کا مقابله کیا جانا ضروری تھا۔ اس مقصد کی تکمیل کیلئے مسٹر کرنکو Krenkow کے خدمات حاصل کئے گئے اور انہوں نے دقت نظر کیساتھ یورپ کے مخطوطوں سے اس کا مقابله کیا۔ جو اختلافات نظر آئے حواشی میں اونکی تصریح کردی۔ الغرض مولوی سید زین العابدین اور مسٹر کرنکو اسکی تہذیب و تصحیح میں کئی سال مصروف رھے۔ اسکے بعد یه کتابیں اشاعت کے قابل ھوئیں۔ سنه ١٣٤٧ ھ م سنه ١٩٢٨ ع میں مجلس دائرة المعارف نے نہایت اہتمام کے ساتھه انکو ایك جلد میں چھپوا کر شایع کیا۔ لیکن افسوس ھے که کارکنان دائرة المعارف نے کتاب الملوك کو روشنی میں لانے کی مطلق کوشش نہیں کی یہاں تك که سر ورق پر اس کا نام بھی درج نہیں کیا۔ جس کی وجه سے یه نادر و نایاب کتاب حسب سابق

پردۂ اخفا میں مستور رہ گئی۔ باوجود اس کے یہ امر تمام دنیا میں نواب عماد الملك مرحوم اور اهل حیدرآباد کے لیے فخر و مباهات کا باعث هے که ادبیات عرب کی سب سے پہلی اسلامی تصنیف اون کی توجه سے چھپی اور حیدرآباد کی ایك مجلس علمی کی جانب سے اسکی اشاعت هوئی هے۔

and noted the variations marginally. In short, due to the efforts of Mowlawi Zain ul -Abidin and Dr. Krenkow these two books were ready for press, and now the Dairat ul-Ma'arif has issued them in one volume. But it is much to be regretted that Dairat ul-Ma'arif's members have not at all tried to bring to light the Kitab al-Muluk, even its name does not appear on the first title page with the result that this unique and rare work has remained concealed as before.

Great credit, however goes to Nawab Imad ul-Mulk and the city of Hyderabad that this first Islamic book has been published through his efforts and those of a learned association of Hyderabad.

اولا واخرا وظاهرا وباطنا ـ بخط اسير الذنوب الراجى رحمة ربه علام الغيوب الفقر
الى كرم الله تعالى مطهر بن عبدالرحمن بن المطهر بن الامام شرف الدين غفر الله له ولوالديه
وليعهد الناضر افيه فان النسخه سقيمه ـ

وان تجد عيبا فسد الخلا   فجل من لا عيب فيه وعلا

تم الكتاب بحمدالله تعالى وحسن توفيقه الحمد على كل حال

In this volume are two complete books and three selected portions of prose and poetry as follows.

I	Kitab al-Tijan	Fol. 1 to 109 b.
II	Kitab al-Muluk	Fol. 110 a to 180 a.
III	Selected portions	..

1. Selected couplets from the poem of As'ad al Kamil.

2. Selected couplets from the poem of Nashwan b. Sa'id Al-Himyari,

3. Portion of Matali' al-Budur fi Manazil as-Surur, concering ancient ruins and buildings.

The President of Dairat al-Ma'arif was the late Nawab Imad ul-Mulk who was interested greatly in and well acquainted with the ancient Arabic works, and was always prepared to do a lot for their publication. When the above manuscript came to the knowledge of the Nawab Sahib, he selected the first two books the Kitab al-Tijan and the Kitab al-Muluk for publication. Mowlawi Sayyad Zai ul-Aidin al-Musawi was appointed for its correction, and publication, and he prepared this manuscript in such a proper way that difficulties of printing it have been made away with, but still it was found necessary to compare it with some other manuscript. Cousequently Mr. Krenkow's services were engaged and he compared it critically with manuscripts in Europe

4. That portion of Matali' al-Budur fi Manazil as-Surur "مطابع البدور فى منازل السرور" of Alauddin Ali b. Abdullah al-Bahai (died in 805 A.H.) which deals with ancient ruins and buildings.

5. That part of Abdal Malik Abi Marwan b. Badrun's commeetary onthe poem of Abi Muhammad Abdul Majid b. Abdun al-Fahri (died in 520 A.H.) the Vazir of Bani Aftas which relates the expedition of Jiblah b. Ayham.

6. Selected couplets from the poem of Abul Abbas Sayyad Ahmad al-Bahlul of which the beginning is this:—

شيخ من ارض مكناس   بين الاسواق يغنى
اليس علينا من الناس   واليس على الناس منى

7. That portion from the Kitab al-Bidayah wa an-Nahaya كتاب البداية و النهاية of Ibn i Kathir Imadaddin Abul Fida Ismail b. Omar al-Qarshi (died in 749 A.H.) which dscribes to the reign of the Khaliph Walid b. Abdul Malik.

The compound volume in the library of Dairat al-Mu'arif was copied on the 16th rajab 1034 A.H., two years, eleven months, sixteen days after Manuscript in the British Museum. Its scribe is Mutahhar b. Abdur Rahaman b. Mutahhar b. Imam Sharafuddin who copied it from a bad manuscript when he was in San'a, the capital of Yaman, and when he was in the prison of Dar al-Hamara where he remained for seven years and five months. This is the colophon of it.

وكان الفراغ من نسخ هذا الكتاب يوم السبت ١٦ شهر رجب الخير سنته اربع وثلاثين والف من الهجرة النبويه على صاحبها افضل الصلواة و السلام وكتب بالدار الحمرا التى هى السجن لقصر صنعا اليمن ولنا فيها سبع سنين وخمسه اشهر نسال الله ان يفك اسرنا ويفرج عنا وعن كل مسجون من امت محمد صلى الله عليه وعلى اله وسلم والحمدلله

It will be a great pleasure to the lovers of the early Islamic literature to know that two manuscripts of the book are to be found, one of them is in the British Museum, London, and the other in the Library of the Dairat al-Ma' arif in Hyderabad. Both these Manuscripts are in two bound collections.

The British Museum volume has been copied by Ali b. Sa'id al- Qamlani on the 18th of Shaban 1031 A.H. from a defective manuscript. The end reads thus.

تم الكتاب بحمد الله تعالى وحسن توفيقه ولله الحمد على كل حال وكان الفراغ من
تحصيل هذا الكتاب من نسخة سقيمة يوم الجمعه المباركه فى غره شهر شعبان الكريم سنته
احدى وثلاثين بعد الالف من الهجرة النبوية على صاحبها افضل الصلواة والتسليم بخط
الفقر عباد الله واحوجهم الى رحمة على ابن سعيد القملانى غفر الله له ولوالديه ولجميع
المسلمين اجمعين ـ

In this volume are the following two complete books and nine selected portions of prose and poetry.

I	Kitab al-Tijan of Ibn i Hisham	Fol. 1	to 110.
II	Kitab al-Muluk,	Fol. 111	to 181.
III	Selected Portions	Fol. 181 b	to 191.

1. Selected couplets from the poem of As'ad al-Kamil, which begins with.

حضرت وفاة ابيك يا حسان فانظر لنفسك فالزمان امان

2. Selected couplets from the poem of Abu al-Hasan Nashwan b. Sa'aid al-Himyari (died in 573 A.H.), beginning with.

كم يريك الزمان ما لست تعرض ويبكى الفوارك الهم كيا

3. Selected couplets from the poem of Qadi Ibrahim al-Sahili al-Maghrabi (died in 739 A.H.), which opens with,

اهذه سيرة فى المجد ام سور وهذه النجم فى السعد ام غرر

some of the extracts from the history in the 24th volume of Gibb's memorial series, in 1916, adding to it a preface in the German language and annotations.

These works form the sources of all that the historians of Arabia have written about the ancient Yaman. Of all the books, the writings of Ubaid b. Sharya and Wahb b. Munabbih are of special importance in point of their being the oldest. All the historians have considered their tales to be reliable. At this moment it seems necessary to point out that Masu'di, in giving the particulars of the kings of Yaman inhis Muzuj ad-Dahab, rftrred to Ubaid b. Sharya[38]. Allama Ibn i Khaldun, a famous critic, philosopher and historian has given to the traditions of Ubaid b. Sharya much importance and has followed his style in writing the history of Yaman[39]. Historians differ as regards the genealogy of Harith al-Raish. Ubaid bin Sharya considers him to be a descendant of Hamisa b. Himyar, while Wahab b. Munabbin declares him to be that of Wail b. Himyar. Ibn i Hisham and Abu al-Fida have followed Wahab b. Munubbih, Hamza Isbahani and Ibn i Athir, and with a little difference of opinion, have declared Harith al-Raish and his successors to be the descendants of Hmisa b. Himyar. Nashwan Himyari and Ibn i Khaldun trace the genealogy of Muluk-i-Tababaides which is mentioned by Ubaid b. Sharya in his book the Kitab al-Muluk. This shows that the majority of the historians prefer the traditions of Ubaid as regards the genealogy of Yaman over those given by Wahb and consider Ubaid to be the most reliable on the subject.

For centuries together the Kitab al-Muluk was not available and nobody knew of its existence. This led Jurji Zaidan, the famous writer of today, to write in his book al-Adab al-Lugha al-Arabiya, published in 1911 A.D. that the Kitab al-Muluk had become extinct.

---

38. Muruj ad-Dahab, Vol. III, pp. 173, 175. Vol. IV, p. 89.
39. The Kitab.al-Ibar, Vol. II, page

has given the details of its chapters in his book, the Tabaqat al-Umum, as follows:—[37].

Chapter I. –Families of Arabia and Ajam, genealogy and origin of the kings of Himyar.

Chapter II.—Genealogy of the descendents of al-Hamisa b. Himyar.

Chapter III.—Outstanding qualities of Qahtan.

Chapter IV.—1st period of the history of Yaman—from the time of Ayub b. Qathan upto the reign of Taba' Agu Karb.

Chapter V.—Middle period of the History of Yaman from the reign of Sa'd Abu Karb to the time of du Nawas.

Chapter VI.—Last period of the history of Yaman from the time of du Nawas upto the Muslim conquest.

Chapter VII.—Legends relating to the kings of Yaman and unbelievable tales about them.

Chapter VIII.—Relating to the tombs, buildings and inscriptions of Himyar.

Chapter IX.—Specimens of the Himyari language and Paleography.

Chapter X.—Life accounts of Bani Hamdan.

Its eight chapter was translated by Professor Muller in the German language and was published by him with notes at Leipzig in 1897 A.D. Its German name is Die Burgen Schlosser Sudarabins Nach Dem Hamadani.

By the efforts of V. Kremer, Qasidat al-Himyariya, an eulogy of Nashwan al-Himyari, was published at Leipzig in 1865. W. F. Prideaux translated it into English which is known by the name of 'The Lay of the Himyarites' and was published in 1879.

The Shams al-Ulum is a Lexicon and contains under discussions of the words relating to Yaman and Himyar, full details as regards the history of Yaman. Azimuddin Ahmad, M.A., Ph.D., has published

---

37. Ibn i Nadim, Kitab al-Fihrist, p. 138.

After Ibn al-Haik, Nashwan b. Said al-Himyari (died 573 A.H.)[34] came into prominence, who has written a Qasida of 200 verses about the kings of Himyar. Besides this, in his lexicon, the Shams al-Ulum شمس العلوم he has given the particulars of the kings of Yaman at various places in the book.

Wahb b. Munabbih's book, the Zikr al-Muluk is buried in oblivion since long but it was available upto the 7th century and was actually seen by Allama Ibn i Khallikan, who considers it to be a very useful work on Yaman. It contains particulars of the Kings of Himyar, their Akhbar and Ansab and their poetry and inscriptions[35]. Kitab-al-Tijan gives the accounts of the kings of Yaman, especially Himyar and Tababiain, full details from the time of Qahtan b. 'abir upto that of Saif b. de-Yazan. The major portion of the book is based on the events collected by Wahb b. Munabbih. Ibn i Hisham relates these events on the authority of Abi Idris b. Sinnan and says that Abi Idris was the son of the daughter of Wahb b. Munabbih. He had heard these events from his maternal grandfather, Wahb[36]. This book was published at Hyderabad in 1347 A.H., after Mr. Krenkow's Corrections.

The Kitab al-Iklil contains the Akbar and Ansab of the kings of Himyar and a description of their antiquities. Ibn i Sa'ad al-Qartubi

---

in the prison house at Sana'a. He has written a number of books on different topics—(i) Asrar al-Hikma, اسرار الحكمه on Astrology; (ii) Kitab al'Ya'sub, كتاب المسوب on Archery and spearing; (iii) Safat Jezirat al-Arab صفة جزيرة العرب, on the Geography of ancient Arabia, giving details of rivers, mountains, provinces families and nations therein. Tabaqat al-Umam, pp. 78, 80; Mu'jam al-Udaba, Vol. III, p. 9; al-Qifti, p. 113; Bughiat al-wu'at, p. 217; Brockelmann, Vol. I, p. 229.

34. Nashwan b. Said al-Himyari—was a great scholar and a famous writer of Yaman. He had governed many a fort of Yaman. He died in 573 A.H. His most famous works are—Shams al-Ulum, Kitab fi'l-Qawafi and Hur-al-A'in—Bughiyat al-Wu'at, p. 403; Zaidan, Vol. III, p. 57; Brockelmann, Vol. I, p. 300.
35. Ibn i Khallikan, Vol. II, p. 238.
36. Ibn i Nadim, Kitab al-Fihrist, p. 136.

Hajar b. Amr al-Kandi[27] (died in 560 A.D.), Umaiya b. Ali al Salt[28] (died in 624 A.D.), Abbas b. Maqdas[29], Aswad b. Ya'fr[30] etc.

The Kitab al-Muluk is the first of all the books written by the historians of Arabia about ancient Yaman. The book was written in the second quarter of the 1st century A.H. About 30 years after, in the time of the Caliph Abdalmalik b. Marwan, Abu Abdalla Wahab b. Munabbih (died in 114 A.H.)[31] wrote a book by the name of Kitab al-Muluk al-Mutawjja كتاب الملوك المتوجه A hundred years after this, Abu Muhamad Abdalmalik b. Hisham al-Himyari, the famous biographer of the prophet, (died in 213 A.H.),[32] compiled the Kitab at-Tijan Li-Ma'rifat Muluk az Zaman كتاب التيجان لمعرفة ملوك الزمان A hundred years later Abu Muhammad Hasan b. Ahmad b. Yaqubal-Hamdani, known as Ibn al-Haik, (died 334 A.H.),[33] wrote the Kitab al-Iklil كتاب الاكليل

---

28. al-Agham, Vol. III, p. 186; Vol. VIII, p. 3; Vol. XVI, p. 71; Damiri 154; Khizanat al-Adab, Vol. I, 119; ash-Shu'ara an-Nasraniya, 219;
29. al-Aghni, 13, 64; Khizamat al-Adab, Vol. I, p. 73; ash' 'uhu'ara usn-Shu'ara, p. 1116.
30. al-Aghani, Vol. XI, p. 134; ash-Shi'r wash-Shu'ara p. 134; Khizanat al-Adab, Vol. I, p. 195; ash Shu'ara an-Nasraniya, p. 475.
31. Was of Persian origin and a resident of Yaman. He was born in 20 A.H. and died in 110 or 114 A.H. Imam Dahabi has classed him among the Huffad i Hadith and Hafid Abu Na'aim Isbahani has included him among the sophists. He was a great scholar of Akhbar and Ansab and Israiliyat. Tabqat i Ibn i Sa'ad, Vol. V, p. 395; Mu'jam al-Ubada, Vol. VII, p. 232; Wafiyat al-A'yan, Vol. II, p. 238; Tadkirat al-Huffad, Vol. I, p. 88; Mirat al-Jinan, Vol. II, p. 248; Shazrat al-Dahad, Vol. I, p. 150; Brockeiman, Vol. I, p. Suppt., 101; Hiliyat al-Auliya, Vol. IV, p. 23.
32. Was a great scholar of Ansab and Akhbar. He was brought up at Basra, where he died in 213 A.H. His book Sirat, which has been printed in Europe and Egypt, is considered to be the most famous and reliable work—Raud al-Anuf, Vol. I, p. 5. Wafiyat, al-A'yan Vol.—Mir'at al-jinan Vol. II, p. 77; Bughyat al-Wuat, p. 315; Brockelmann, Vol. I, p. 135, Suppt. p. 207.
33. Was a resident of Yaman and belonged to the family of Bani Hamdan. He was well-versed in Philosophy and Astrology and Akhbar and Ansab. He died in 334 A.H.

Al-Imam al-Hafid Abi Muhammad Abdalghani b. Said b. Ali b. Said al Azdi says in his book, al-Mutalif wal Mukhtalif[25] that there are a number of men bearing the name of 'Ubaid' but 'Abaid' (Abid) is the name of a single individual, Abid b. al-Abras. In our opinion the correct spelling of the word is 'Ubaid' which has been used by Goldziher.

The Kitab al Muluk contains historical tales of Yaman and is written in the form of dialogue in which Amir Mu'awiya questions and Ubaid answers. It begins with the story of Prophet Hud, then comes *the decline of the nation of Ad, an account of* Luqman b. *Shaddad and a* tale of his seven eagles the particulars of Thamud, the exit of Banu Jarhum from Yaman and their settlement in the land of Haram and the Akhbar and Ansab of the kings of Himyar and Tababa. 'Ubaid writes that Shimr Yarash b. Afriqash had subjugated all the lands from Iraq up to China, covering Persia, Khurasan and Sajistan. When his army reached the lands of Sughad, the foundation of a town was laid which was named Shimrkand which afterwards assumed the form of Samarqand by excessive use.

In order to make his expressions elegant and to support his tales, Ubaid has quoted verses which fill one fourth of the book with the verses of the Jahili poets, some of the famous ones being Imr al Qais b.

---

25. Al-Mutalif wal Mukhtalif, Allahabad, p. 83.
26. Abid b. al-Abras, a famous poet of the times of Jahiliyyat, died in 555 A.D., about 67 years before Hijrat. His Diwan as edited by Sir Charles J. Lyall was published in 1914 under the Gibb Memorial Series, Vol. XXI. The particulars of his life are given in the following Books:—Kitab al-Aghani, Vol. XIX, pp. 84, 90; Ibn i Qutaiba, ash-Shi'r wash-Shu'ara, p. 143; Khizanat al-Abad, Vol. I, p. 322. Ash-Shu'ara an-Nasraniya p. 590, al-Jamhara, p. 1000 Zaidan, Adab al-Lugha al-Arabiya, Vol. I, p. 118; Brockelmann. Gesch, der Arab, litt. Vol. I, 26, Suppt. p. 54.
27. al-agham, Vol. IX, pp. 72—84; Khazanat al-Adab, Vol. III, 5532, ash—Sh'ir wash-Shu'ara, 37; ash-Shuara an-Nasraniya, p. 6;

He was a great scholar of Akhbar and Ansab and had committed to memory a hundred and one events of the ancient kings and the period of the Jahiliyat 'Amr b. al A's had sent Ubaid to the Darbar of Amir Mu'awiya. Amr b. al A's died in 43 A.H.[20]. On this ground Ubaid's arrival at the Court of Amir Mu'awiya, took place, without any doubt, before 43 A.H.

Amir Mu'awiya received Ubaid with great respect and questioned him about the history of the past, life accounts of the ancient kings, the differences of languages and of tribes and families. Ubaid used to come to the Darbar of Amir Mu'awiya and relate the past events and particulars of the kings of Yaman. Amir Mu'awiya appointed scribes to take down whatever he related. This led to the compilation of Kitab al-Muluk which was completed by the order of Amir Mu'awiya[21].

Besides the Kitab al-Muluk, Ubaid has also written Kitab al-Amthal كتاب الامثال, wherein he has collected the Amtha's of Bani Jarhum. Zaid b. Kis an-Namari, who was a contemporary of Yazid b. Mu'awiya, (60—64 A.H.) and a great scholar of Jarhum and Aiyam al-Arab, has referred to this. This book has become extinct since long, but was extant till the fourth century as Allama Ibn i Narim had seen it himself. It contained 50 pages[22].

The Orientalists have spelt the word 'Ubaid' in two ways. Goldziher, in his notes in Kitab al-Mu'ammarin, has written 'Ubaid'[23]. Charles Rieu in his supplement and Brocklemann in his history, have written it 'Abid[24].

---

20. Ibn i Athir, Vol. III, p. 351.
21. Kitab al-Fihirist, p. 132.
22. Kitab al-Fihrist.
23. Abhandlungen Zur Arabischen Philologie Teil II, Anmerk, 29.
24. Rieu, Supplement, Arabic Manuscripts in the British Museum, p. 579. Brockelmann, Geschichte der Arabischen Litteratur, Vol. I. p. 14. Supplement, p. 100.

Ubaid's native place was Yaman and he was born at San'a. At the advent of Islam, leaving his native place, Ubaid came to Jezira and settled at Raqqa, which is situated between Furat and Harran[14]. He had embraced Islam at the hands of the Prophet, Abu Musa Muhammad b. Omr al-Isbahani (died in 581 A.H.) has included him among the Sahaba[15].

Ubaid b. Sharya is one of those individuals who lived long. Abu Hatim Shal b. Muhammad b. Uthaman as-Sijistani (died in 248 A.H.) has written a book on men who had lived for more than two hundred years. The thirteenth notice is that of Ubaid where his age is given as three hundred years, but it is held by others that he was two hundred and twenty years of age.[16] Ibn i Athir, the historian, writes in the Usdal-Ghada that Hishan b. Muhammad b. as-Sa'ib al-Kalbi (died in 206 A.H.) on the authority of his father, mentioned the age of Ubaid as two hundred and forty years[17]. When Ubaid came to the Darbar of Amir Mu'awiya, his age was 205 years. Accordingly Ubaid was born in 457 A.D., about 165 years before the Hijrat. At that time Bahram Gur b. Yazdijird I (442-465 A.D.) was the 14th ruling king of the Sasanide dynasty[18].

Ubaid died in the reign of Khalifa Abdalmalik b. Marwan (65—85 A.H.) about the year 67 A.H.,[19] which goes to prove that Ubaid had spent 97 years of his life in the period of Jahiliyat. After the advent of Islam he lived in the age of the Prophet and the first Hijri century.

Ubaid had personally witnessed the march on Abrhat al-Ashram and the dropping of stones on K'aba and the battles of Aiyam i Dahas and he used to relate these events with full details.

---

14. Mu'jam al-Buldan, Vol. IV, p. 272.
15. at-Tajrid fi Asma as-Sahaba, Vol. I, 394.
16. Kitab al-M'uammarin, Leiden, Edition, p. 40.
17. Usd al-Ghaba, Vol. III, p. 351.
18. Mordtmann, Z.D.M.G. Vol. VIII. (1859 A.D.) p. 316.
19. al-Fihrist, Egyptian Edition, p. 132. Zarkali, al-A'lam Vol. II. p. 613.

in his Kitab al-Fihrist, referred to the book which was compiled for Amir Mu'awiya b. Abi Sufiyan (40—60 A.H.) by the name of 'Kitab al-Muluk wa Akhbar al-Madiyin' كتاب الملوك واخبار الماضيين . As no other Muslim author so ancient as this has so far been traced, this book can be considered as the first work of the Islamic world, and its author undoubtedly deserves to be called the first writer of Islam.

The circumstances which led to the compilation of this book are as follows: Abdalla b. Qilaba, an Arab, came from Yaman to Damascus in the beginning of the reign of Amir Muawiya and related an event of his life thus, "Some time ago my camel went astray in the neighbourhood of Aden. I had to make a search for many days, till I came across Arm, a city of Shaddad. It was an interesting but a desolate place. Its walls were made of gold and the land was rich in jewels". Amir Muawiya felt much inclined to visit the place and sent there various men with Abdalla. The whole desolate part of Yaman was searched but the city of Arm could not be found out[12].

These incidents created a great zest in the mind of Amir Mu'awiya to gather facts about the king and the past history of Yaman. He sent messages to various places in search of a man possessing a complete knowledge about Yamar and its Rulers. At this order Amar b. al-A's, the Governor of Egypt, selected Ubaid b. Sharya al-Jarhumi and inviting him from Raqqa despatched him to the Court of Amir Mu'awiya.

Ubaid b. Sharya belonged to the Jarhum family which is connected with semitic tribes. Its founder, Jarhum b. A'bir was the brother of Qahtan b. A'bir, the grandfather of Arab al-A'riba 13.

---

as regards the regin of Ibn i Qudama and his date of death. In reality Ibn i Qudama belonged to the middle period of the 2nd century Hijri. He was a Muhaddith of Kufa and contemporary of Sufiyan ath-Thuri He died in 161 A.H.—Tadkirat al-Huffaz, Vol. I 200; Duwal al-Islam vol. I, p. 84.

12. Bala'mi, Translation of Tarikh i Tabri.
13. al-Yaqubi Histories, Vol. 1, p. 253.

selves in writing and compiling books at the close of the first and the beginning of the second century A.H. M. Sedeillot, the Orientalist of France, writes that al-Imamal Hafid Abi Bakar Muhammad b. Muslim b. Shihab az-Zuhari (died in 124 A.H.)[6] wrote the first book on the subject of Hadith[7]. Jurji Zaidan, the famous Egyptian writer, states that of the early Islamic Literature, the Commentary on the Quran was the first to be systematised and Abu al-Hajjaj Mujahid b. Jabr al-Mukhzumi (died in 103 A.H.)[8] was the first to compile his Kitab at-Tafsir[9] كتاب التفسير . Imam Zuhari, at the order of Khalifa Omar b. Abdalaziz had collected the 'Ghazawats' of the Prophet. Omar b. Abdalaziz died in 101 A.H.[10]. Undoubtedly his book Kitak al-Maghazi كتاب المغازی was compiled before 101 A.H.

In spite of the different views given above, the fact is that the Muslims began writing and compiling books some fifty or sixty years before the time of Mujahid b. Jabr[11]. Allama Ibn i Nadim has,

---

6. Tadkirat al-Huffaz, Vol. I, 102.
7. Khulasa i Tarikh al-Arab, p. 245.
9. at-Tamaddun al-Islam, Vol. III,
10. Ibn i Athir, Vol. V, p. 93.
11. Maulana Abdallah al-I'Madi, the famous author and wel-known scholar of our country, states in one of his articles about the work of the first century A.H., that Zaida b. Qudama who died in 60 or 61 A.H., was the most ancient author of the first century A.H. He writes thus:—

ذایده بن قدامہ نے (جو حسن بن عطیه کے ساتھ جنگ روم (سنه ٦٠ یا سنه ٦١) میں شہید ہوئے) فن حدیث ، تفسیر ، تجوید ، اور اخلاق میں کئی کتابیں لکھی ہیں (الندوہ بابتہ مئی سنه ١٩٠٥ صفحه ٢٥)

This statement of the Maulana is based on the following statement of Ibn i Nadim:—

ذایده بن قدامه الثقفی من انفسم و یکنی ابا الصلت ، مات بالروم فی غزوات الحسن بن عطیه سنته احدی و ستین اوستین (کتاب الفهرست طبع مصر سنه ١٣٠٦ھ صفحه ٣١٦)

In the above statement of Ibn i Nadim, the word due to mistake in composing, has been omitted as per Hasan b. Atiya حسن بن عطیه is also incorrect as the real name is Hasan b. Qahtaba, حسن بن قحطبه who was a Governor of Arminia from 160 to 167 A.H.——Zambau, Genealogie et de Chronologie pour I'Historie de l'Islam, Vol. I, page 178. In short the Moulana was led into a mistake

The Kitab al-Muluk is rare and a wonderful work which was compiled between 40 and 43 A.H. at the advent of the reign of Khalifa Amir Mu'awiya bin Abi Sufiyan, (40—60 A.H.), the first Khalifa of the Umaiyide dynasty. This is the first work of the Arabic language written by a Muslim writer.

It is said that the Islamic literature came into vogue by the middle of the 2nd century Hijri and during the same period the Muslims began writing and compiling books. A hundred and twenty five years before this date, no book was ever written. Ibn i Khallikan, the famous historian, writes in his history that al-Imam al-Hafid Abdalaziz bin Juraij al-Qarshi (died in 151 A.H.)[1] was the first to write books in the Islamic world. ويقال انه اول من صنف الكتب فى الاسلام

It is alleged by other historians that al-Imam-al Hafid Abu an-Nsar Sa'id bin Ali Aruba (died in 156 A.H.)[3] is the first author in Islam[4]. Imam Dahabi writes in ad-Duwalal-Islam that in the same period Ibn i Juraij in Mecca and Ibn i Aruba in Basra was the first to compile books[5].

On the other hand, the modern authors, after closer research, have come to the conclusion that the Muslim Scholars engaged them-

1. Tadkirat al-Huffaz, Vol. I, p. 160.
2. Wafayat al-Ayan, Vol. I, p. 359.
3. Tadkirat al-Huffaz, Vol. I. p. 167.
4. Mirat al-Janan, Vol. I, p. 133.
5. Duwal al-Islam, Vol. I. p. 79.

Nawab Imad ul-Mulk Memorial Volume

The first Historical work of the Islamic world

كتاب الملوك و اخبار الماضيين

THE KITAB AL-MULUK

wa Akhbar al-madiyin
fi akhbar al-Yaman wa ash'arha wa ansabha

of

UBAID b. SHARYA al-DJURHUMI

by order of Amir Mu'awiya b. Abi-Sufiyan
the first Khalifa of the Umayyides

by

HAKIM SAYYID SHAMS-ULLAH QADRI
Honorary Member Societe de l'Histoire de l'Inde Francaise

فیلسوف اسلام بطلیموس ثانی ابو علی محمد بن حسن بن ہیثم البصری

المتولد سنہ ۳۵۴ ھ م سنہ ۹۶۵ ع   المتوفی بعد سنہ ۴۳۲ ھ م سنہ ۱۰۴۰ ع

ابن ہیثم جس کو قرون وسطیٰ کے مغربی مصنف الہازن Alhazen کے نام سے یاد کرتے ہیں چوتھی صدی ہجری کے مشاہیر حکماء سے ہے۔ وہ ریاضیات اور طبیعات کا جید عالم تھا۔ اس کے علاوہ علم طب، علم اوائل اور فلسفہ ارسطو میں بھی کافی مہارت رکھتا تھا۔ امام بیہقی نے بطلیموس ثانی کے لقب سے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ ابن ابی اصیبعہ کا بیان ہے کہ اس کے زمانہ میں ریاضیات اور طبیعات میں اسکا کوئی ثانی نہیں تھا۔

ابن ہیثم سنہ ۳۵۴ ھ میں بصرہ میں پیدا ہوا۔ ایران اور شام کے مختلف شہروں میں سیاحت کرتا ہوا مصر پہونچا۔ اس وقت فاطمی خلیفہ الحاکم بامر اللہ (سنہ ۳۸۶ ھ - ۴۱۱ ھ) مصر میں حکمران تھا۔ ابن ہیثم نے دریائے نیل کے ذرایع آب پاشی پر ایک کتاب لکھی اور اسے خلیفہ کی خدمت میں پیش کیا۔ خلیفہ نے ابن ہیثم کے تجاویز منظور کرلئے۔ دریائے نیل پر بند تعمیر کرنے اور نہروں کے جاری کرنے کی اجازت دیدی۔ لیکن ابن ہیثم اس کی تکمیل میں ناکام رہا۔ اور خلیفہ کے خوف سے دیوانوں کے مانند اپنی حالت بنالی۔ سنہ ۴۱۱ ھ میں خلیفہ کا انتقال ہوگیا تو ابن ہیثم علمی مشاغل میں مصروف ہوا۔ کتابوں کی تصنیف اور قدما کے تصنیفات کی کتابت اس کا مشغلہ تھا۔ قفطی کا بیان ہے کہ سال میں تین کتابیں نقل کرتا تھا۔ ایک اقلیدس دوسری متوسطات تیسری مجسطی۔ ان کو فروخت کرنے سے ایکسو پچاس دینار ملتے جو اس کو سال بھر کافی ہوا کرتے تھے۔

تمام تذکرہ نویس عام طور پر کہتے ھیں کہ ابن ہیثم نے ۴۳۰ ھ میں وفات پائی ھے - قاضی صاعد کا بیان ھے کہ قاضی ابو زید بن عیسٰی نے سنہ ۴۳۰ ھ میں مصر میں ابن ہیثم سے ملاقات کی تھی - قفطی نے علم ھندسہ میں اس کے ھاتھ کا لکھا ھوا ایك جزء دیکھا ھے جس پر تاریخ کتاب سنہ ۴۳۲ ھ درج ھے - اس سے ثابت ھے کہ ابن ہیثم نے سنہ ۴۳۲ ھ کے بعد انتقال کیا ھے -

ابن ہیثم کی تصنیفات | امام بیہقی نے لکھا ھے کہ ابن ہیثم کی تصنیفات حصر و احصا سے باھر ھیں - ابن ابی اصیبعہ نے ان کی تعداد کم و بیش دو سو بتائی ھے - قفطی نے چالیس کتابوں کی تفصیل نام بنام بیان کی ھے منجملہ ان کے تیس کتابیں یورپ کے مختلف کتب خانوں میں موجود ھیں -

۱ کتاب المناظر British Musium

۲ تحریر المناظر Paris, 2460,

۳ شرح مصادرات اقلیدس Bodleian, I. 908.

۴ حل شکوك اقلیدس Leyden, 966.

۵ فی مساحة المجسم المکافی India Office, 734-xi

۶ فی اشکال الھلالیه 1 India Office, 734-xii. 2 St. Petersbourg. 192-iii.

۷ فی صورة لکسوف 1 India Office, 734-iii. 767-ii. 2 St. Petersbourg, 192-iii.

۸ فی العدد و المجسم India Office, 734-xvii.

۹ فی قسمة الخط الذی استعمله ارشمیدس الکرة و الاسطوانه India Office, & 34-xviii.

۱۰ فی اختلاف منظر القمر 1 India Office, 734-xix. 2 St. Petersbourg, 192-x

۱۱ فی استخراج مسئله عددیه India Office, 734-xx.

١٢	في مقدمات ضلع المسبع	India Office, 734-xxi.
١٣	في تربيع الدائره	Berlin, 594.
١۴	في هيئة العالم	India Office, 734-xv.
١٥	في ساحة الكره	St. Petersbourg, 192-iv.
١٦	في مسئله هندسيه	St. Petersbourg, 7199-viii. 1 Bodleian, I. 877-v. 2
١٧	في بركار الدوائر العظام	India Office, 734-x. 1 Leyden, 1067. 2 St. Petersbourg, 192-xi. 3
١٨	في المقدارين المختلفين	St. Petersbourg, 192-v.
١٩	في شكل بني موسى	India Office, 734-viii.
٢٠	في المرايا المحرقه	India Office, 734-viii. 1 Leyden, 1010. 2
٢١	في حل شكوك حركته الالتفاب	St. Petersbourg 192.
٢٢	في شكوك على بطليموس	Bodleian, I. 877-ix.
٢٣	في حركته القمر	St. Petersbourg, 192-vi. 1 Bodleian, I. 877-ii. 2
٢۴	في ضو القمر	India Office, 734. 734-ix.
٢٥	في المكان	India Office, 734-vii.
٢٦	في استخراج سمة القبله	St. Petersbourg, I92-x. 1 Bodleian, I. 877-vi. 2
٢٧	في ارتفاعات الكواكب	Berlin, 5668. 1 India Office, 734-iii. 2 Bodleian, I. 877-iv. 3
٢٨	في استخراج القطب	British Musium, 4040. 1 Berlin, 6019. 2 Leyden, 1063 3
٢٩	في كيفيات الاظلال	Berlin, 6019.
٣٠	مقاله في الضو	Berlin 6018. 1 India Office, 734-iv. 2
٣١	في تصحيح العمل النجوميه	Bodleian, I. 877-viii.

ابن ہیثم کی بعض تصنیفات کے لاطینی ترجمے

۱- کتاب المناظر ۲ کتاب الشفق — قرن ششم میں جیراردی کریمونا(1) Gerard de Cremone (تولد سنہ ۵۰۸ ھ م سنہ ۱۱۱۴ ع - وفات سنہ ۵۸۳ ھ م ۱۱۸۷ ع) نے ان دونوں کتابوں کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا ھے - یہ دونوں ترجمے ایک جلد میں سنہ ۹۴۹ ھ م سنہ ۱۵۴۲ ع میں ازبن میں چھاپے گئے - اس کے بعد ریزنر F. Risner نے ان کی تصحیح کی اور Opticae thesaurus Alhazeni Arabis کے نام سے سنہ ۹۸۰ ھ م ۱۵۷۲ ع میں دوسری مرتبہ باسل میں طبع کرایا -

ابن ہیثم کی بعض تصنیفات کے جرمن ترجمے

۱- مقالہ فی الضوء — برمن Barmann نے ترجمہ کیا جو Z. D. M. G. جلد سی و ششم بابتہ ۱۸۸۲ ع میں صفحہ ۱۹۷ تا صفحہ ۲۳۷ تک شایع ہوا ھے - برمن کے اس جرمن سے ڈاکٹر محمد فضل الدین قریشی نے انگریزی اور اردو میں ترجمہ کیا - انگریزی ترجمہ ادارۂ معارف اسلامیہ کی رویداد بابتہ ۱۹۳۳ ع میں صفحہ ۱ سے صفحہ ۹۳ تک اور اردو ترجمہ رسالہ سائنس جلد بست و ششم بابتہ ۱۹۳۴ ع میں صفحہ ۴۸۳ سے صفحہ ۵۱۰ تک شایع ہوا ھے -

۲- فی کیفیات الاظلال — ویدمان Wiedmann نے بالاختصار ترجمہ کیا جو Bietrage z. Gesch. d. Naturwissensch جلد سیزدھم Sitzungsberichte der phy.-mediz Sozietat in Erlangen. جز سی و نہم بابتہ ۱۹۰۷ ع میں صفحہ ۲۲۶ سے شایع ہوا ھے -

---

1 - جیراد دی کریمونا — قرن ششم کے مترجمین میں خاص امتیاز رکھتا - بلکہ اس دور کا واحد مترجم ھے - اس نے حکمائے یونان و اسلام کی اسّی کتابیں عربی زبان سے لاطینی میں ترجمہ کی ھیں -

۳-فی المکان — فی مسئلہ عددیہ - فی شکل بنی موسیٰ - فی اصول المساحتہ کے خاص خاص فقرات کا ویدمان نے ترجمہ کیا جو کتاب مذکور الصدر کی جلد ہفدہم جز چہل ویکم بابتہ ۱۹۰۹ ع میں صفحہ ۱ سے صفحہ ۲۵ تک شایع ہوا ہے -

۴-فی المرایا المحرقہ بالقطوع — ہیبرگ Heiberg اور ویدمان نے ترجمہ کیا جو .Biblioth. mathem مجموعہ سوم - جلد دہم بابتہ ۱۹۱۰ ع میں صفحہ ۲۰۱ صفحہ ۲۳۷ تک شایع ہوا ہے -

۵—فی المرایا المحرقہ بالدوائر—ویدمان نے ترجمہ کیا جو مجموعہ مذکور الصدر جلد دہم میں صفحہ ۲۹۳ سے صفحہ ۳۰۷ تک شایع ہوا ہے -

۶—فی مساحۃ المجسم المکافی - سوتر H. Suter نے ترجمہ کیا جو مجموعہ مذکور الصدر جلد دوازدہم بابتہ سنہ ۱۹۱۲ ع میں صفحہ ۲۸۹ سے صفحہ ۳۳۲ تک شایع ہوا ہے -

کتاب المناظر | مورخ ابن خلدون کا بیان ہے کہ حکمائے اسلام نے علم المناظر میں جو کتابیں تصنیف کی ہیں انمیں ابن ہیثم کی کتاب المناظر سب سے زیادہ مشہور اور مقبول ہوئی ہے (2)- از نیقی نے مدینۃ العلوم میں لکھا ہے کہ علم المناظر کی مختصر کتابوں میں اقلیدس کی کتاب - متوسطہ کتابوں میں وزیر علی بن عیسیٰ کی کتاب اور مبسوط کتابوں میں ابن ہیثم کی کتاب سب سے اچھی ہے (3) -

کتاب المناظر کے لاطینی ترجمے نے اہل یورپ کو علم المناظر کی جانب متوجہ کیا - یہ کتاب قرون وسطیٰ میں روجر بیکن Roger Bacon (ولادت

---

2 - مقدمہ ابن خلدون - طبع مصر صفحہ ۴۰۶

3 - ابجد العلوم صفحہ ۶۴۷

سنه ۶۱۱ ھ م سنه ۱۲۱۴ ع وفات سنه ۶۹۴ ھ م ۱۲۹۴ ع) کے زمانہ سے کپلر Kepler (ولادت سنه ۹۷۹ ھ م ۱۵۷۱ ع وفات ۱۰۴۰ ھ م ۱۶۶۳ ع) کے ظہور تک کم و بیش چارسو سال یورپ مین خاص اھمیت رکھتی تھی - چاسلر Chasler کا بیان ھے کہ اھل یورپ نے اپنے علم المناظر کو اسی کتاب سے اخذ کیا ھے -

کتاب المناظر کا مخطوطہ اور نواب عماد الملك مرحوم

یورپ مین کتاب المناظر کا عربی متن مدت سے نا پید تھا - اھل یورپ صرف لاطینی ترجمے سے استفادہ کیا کرتے تھے - اس نادر الوجود متن کا ایك مخطوطہ نواب عماد الملك مرحوم کے کتب خانے میں محفوظ تھا - سنه ۱۹۱۱ ع میں نواب صاحب ممدوح نے اس کو بطور تحفہ برٹش میوزیم میں بھیجدیا -

کتاب المناظر کے شروح و حواشی

محققین اسلام نے کتاب المناظر پر متعدد شروح و حواشی لکھے ھیں منجملہ انکے دو شارحین نے خاص شہرت حاصل کی ھے -

تنقیح المناظر - اس کے مصنف شیخ کمال الدین ابو الحسن محمد بن حسن الفارسی شیخ قطب الدین مسعود بن محمود الشیرازی المتوفی سنه ۷۱۰ کے شاگرد تھے - ابن الفوطی نے لکھا ھے کہ سنه ۷۰۶ ھ میں بمقام تبریز گورستان چرند اب کے زاویا میں شیخ قطب الدین سے درس لیا کرتے تھے(4)- انہوں نے کتاب المناظر کی تلخیص کی اس کے مشکل مطالب کو آسان عبارت میں لکھا - پھر اس تلخیص پر مبسوط و مطول شرح لکھی - تنقیح المناظر لاولی الابصار و البصائر اس کا نام رکھا اس میں عسیر الفہم مسائل کو سمجھانے کیلئے جگہ جگہ نقشے اور خاکے بنائے -

المظاھر فی شرح المناظر - اسکے مصنف ملا امام الدین ریاضی بن لطف اللہ مہندس دھلی کے رھنے والے تھے - ان کا دادا استاد احمد معمار لاھور کا باشندہ اور

4- تلخیص مجمع الاداب فی معجم الالقاب - کتاب الکاف صفحہ ۱۶۱

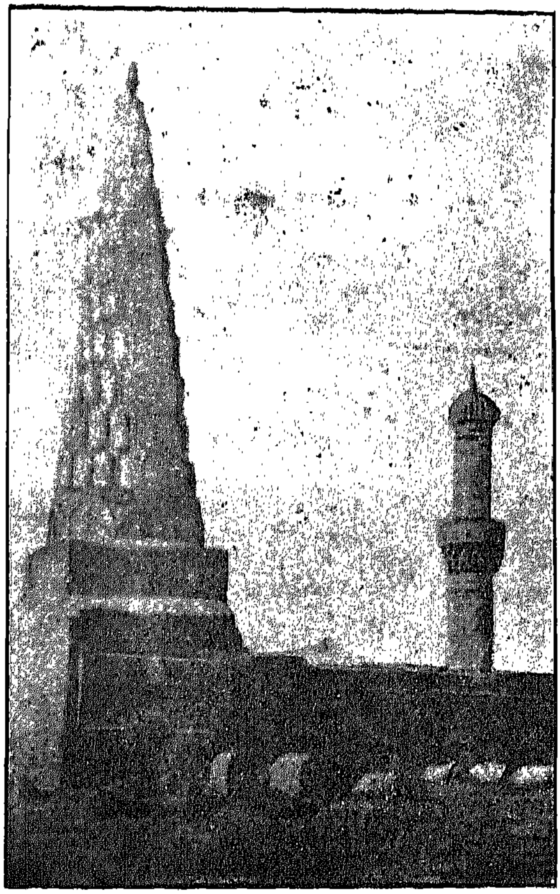
شاہ جہاں بادشاہ کا معاصر تھا - اس کے زیر اہتمام شاہ جہاں آباد کے عمارات اور قلعہ ارك کی تعمیر کی ہوئی تھی(5)۔ ملا امام الدین ریاضیات خصوصا علم الافلاك کے یکتائے روزگار عالم تھے - بندرا بن خوشگو نے سفینہ میں کے حالات لکھے ھیں۔ سنہ ۱۱۴۰ ھ میں انہوں نے وفات پائی ھے - سنہ ۱۱۰۳ ھ میں شیخ بہاء الدین محمد بن حسین العاملی کی کتاب تشریح الافلاك کی شرح لکھی اور اس کا نام التصریح فی شرح التشریح رکھا - اس کے پینتیس سال بعد محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں کتاب المناظر کی شرح تصنیف کی - المظاھر فی شرح المناظر نام رکھا اور سنہ ۱۱۳۸ میں بمقام شاہ جہاں آباد اس کو تمام کیا - اس کا ایك مخطوط بمقام بمبئی ملا فیروز زردشتی کے کتب خانہ میں موجود ھے -

تنقیح المناظر کی اشاعت اور نواب عماد الملك مرحوم

سنہ ۱۹۱۳ ع کے اوایل میں علیگڈہ کالج کے ارباب حل وعقد نے ابوریحان البیرونی کی کتاب قانون مسعودی کو شایع کرنے کا ارادہ کیا - پروفیسر ھاروو ٹز (Horovits) اور ڈاکٹر ضیاء الدین احمد نے یہ تجویز پیش کی کہ علیگڈہ سیریز کے عنوان سے عربی فارسی کی بہترین تصنیفات شایع کی جائیں تاکہ اس سلسلہ کے ذریعہ دنیا کی علمی انجمنوں میں علیگڈہ کالج کا شمار ہونے لگے - اور اس سلسلہ کی سب سے پہلی کتاب قانون مسعودی قرار دی جائے - اس تجویز کی اطلاع نواب عماد الملك مرحوم کو ہوئی تو انہوں نے اس کو بے حد پسند فرمایا - مالی اعانت کے لئے بھی آمادگی ظاھر کی - تنقیح المناظر کو علیگڈہ سیریز کی دوسری کتاب تجویز فرما کر اپنے کتبخانہ سے اس کا ایك نفیس مخطوط روانہ فرمایا - افسوس ھے کہ علیگڈہ سیریز کی تجویز بارآور نہیں ھوئی - قانون مسعودی اور تنقیح المناظر دونوں کے طباعت کی نوبت نہیں آئی نواب عماد الملك مرحوم کو تنقیح المناظر سے غایت دلچسپی تھی - اور اس کی اشاعت کو ازبس ضروری سمجھتے تھے - اس کتاب کے ھندوستان میں اور دو مخطوطے موجود تھے - ایك رام پور میں دوسرا پٹنہ میں - ان تینوں کو باھم مقابلہ کر کے طباعت کے لئے ایك صحیح مبیضہ کا تیار کرنا مقدم تھا - نواب عماد الملك نے

(5) عمل صالح - جلد دوم

اس کیلئے مولوی سید عنایت احمد نقوی کو منتخب فرمایا۔ مجلس دائرۃ المعارف کی جانب سے اس کی اشاعت کا انتظام ہوا۔ مولوی عنایت احمد نے نہایت محنت اور عرق ریزی کیساتھ رام پور اور پٹنہ کے مخطوطوں سے اس کی تصحیح کی۔ ڈاکٹر کرنکو (Krenkow) نے لیڈن کے مخطوطہ سے مقابلہ کیا الغرض دو صاحب فضل کمال ہستیاں کم وبیش چار سال اس کی تصحیح وترتیب میں مصروف رہیں۔ اس کے بعد مجلس دائرۃ المعارف نے اس کی طباعت شروع کی اور نواب عمادالملک کی توجہ سے یہ کتاب ضخیم ضخیم جلدوں میں چھپ کر شائع ہوگئی ہے۔



شیخ شہاب الدین سہروردی کا مقبرہ

Nawab Imad ul-Mulk Memorial Volume

الامام العارف
شیخ شہاب الدین السہروردی

نوشتۂ حکیم سید شمس اللہ قادری ماہر آثار قدیمہ

THE GREAT SUFI
SHAYKH SHIHABUDDIN AS-SUHRAWARDI

ABU HAFS UMAR BIN ABDULLAH BIN MUHAMMAD AL-BAKARI

(b. 536 A. H. 1141 A. D. — d. 632 A. H. 1234 A. D.)

By

Hakim Sayyid Shams-Ullah Qadri
Hon. Mem. Societe de l'Histoire de l'inde Francaise

حضرت مغفرت مآب نواب نظام الملک آصف جاه طاب ثراه
جد مادری او سعد الله خان وزیر اعظم شاه جهان بادشاه است و
جد پدری او عابد خان که پدرش عالم شیخ از عظماء اکابر سمرقند و
از احفاد **شیخ شهاب الدین سهروردی** بود

میر غلام علی آزاد بلگرامی
سرو آزاد صفحه ۱۷۳

الامام العارف محی السنه شیخ الشیوخ ابو جعفر عمر بن محمد بن عبداللہ بن عمویہ التمیمی البکری المعروف بہ شیخ شہاب الدین السہروردی

المتولد سنه ۵۳۶ ھ - ۱۱۴۱ ع و المتوفی سنه ۶۳۲ ھ - ۱۲۳۴ ع

مشہور جغرافیہ نویس یاقوت حموی شہاب الدین ابی عبداللہ الرومی المتوفی سنه ۶۲۶ھ غالباً سب سے پہلا مصنف ھے جس نے شیخ الشیوخ کا تذکرہ کیا ھے۔ اس کی شہرہ آفاق تصنیف معجم البلدان شیخ الشیوخ کی وفات سے گیارہ سال پہلے سنه ۶۲۱ ھ کے حدود میں تمام ہوئی ھے۔ اس میں جو حالات مذکور ھیں اگرچہ نہایت مجمل ھیں۔ تاھم نام و نسب، تاریخ ولادت اور بغداد کی سکونت پر آن سے کافی روشنی پڑتی ھے۔

معجم البلدان کے بعد قاضی شمس الدین احمد بن خلکان المتوفی سنه ۶۸۱ ھ کی کتاب وفیات الاعیان خاص توجہ کے قابل ھے۔ کیونکہ ابن خلکان بھی یاقوت کی طرح شیخ الشیوخ کا معاصر ھے۔ شیخ الشیوخ کی وفات کے بیالیس سال بعد سنه۶۵۴ھ میں اس نے اپنی کتاب کی تالیف شروع کی، اٹھارہ سال کے بعد سنه۶۷۲ھ کے حدود میں آسے تمام کیا۔ اس میں شیخ الشیوخ کا تذکرہ خاصی تفصیل کے ساتھہ تحریر ھے۔

امام حدیث ابو عبداللہ محمد بن سعید الدبیثی المتوفی سنه ۶۳۷ ھ اور مورخ عصر محب الدین ابو عبداللہ محمد بن نجار البغدادی المتوفی سنه ۶۴۳ ھ نے حافظ حدیث ابی بکر احمد بن علی المعروف بالخطیب البغدادی المتوفی سنه ۴۶۳ ھ کی تاریخ بغداد کے ذیل لکھے ھیں اور آن میں شیخ الشیوخ کا تذکرہ بھی درج کیا ھے۔ لیکن یہ

کتابیں اس وقت نادرونایاب ہیں۔ تا ہم ان کے بعض اجزاء زمانۂ مابعد کی تصنیفات میں محفوظ ہیں۔

علامہ کمال الدین عبدالرزاق بن احمد الشیبانی المعروف با بن الفوطی المتوفی سنہ ۷۲۳ ھ۔ امام عفیف الدین ابو محمد عبداللہ بن اسعد الیافعی المتوفی سنہ ۷۶۸ ھ اور قاضی تاج الدین ابی نصر عبدالوھاب بن علی الشافعی المعروف با بن السبکی المتوفی سنہ ۷۷۱ ھ اگرچہ شیخ الشیوخ کے معاصر نہیں ہیں۔ لیکن قریب العہد ضرور ہیں۔ ابن الفوطی خواجہ نصیرالدین طوسی کے شاگرد، عطا ملک علاء الدین جوینی کے مداح اور بغداد میں مدرسہ مستنصریہ کے خازن کتب تھے۔ ان کی کتاب الحوادث الجامعہ میں قرن ہفتم کے وقایع مہمہ اوراعیان واشراف کے تراجم مذکور ہیں۔ امام یافعی ائمہ صوفیہ میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی تاریخ مرآۃ الجنان سنہ ۷۵۰ھ میں تمام ہوئی ہے اس میں التزام کے ساتھہ زہاد وصالحین کے تراجم بالتفصیل تحریر ہیں۔ ابن السبکی ائمہ حدیث سے ہیں۔ ان کی تصنیف طبقات الشافعیہ اس جامعیت کے ساتھہ لکھی گئی ہے کہ مجموعی حیثیت سے فن رجال کی کوئی کتاب اس کی برابری نہیں کرسکتی۔ اس میں شیخ الشیوخ کا تذکرہ اس تفصیل سے لکھا ہے کہ کسی دوسری کتاب میں اس سے زاید کیا اس کے برابر بھی نہیں مل سکتا۔ دبیثی۔ ابن نجار اور ابن خلکان کی تاریخیں ابن فوطی۔ یافعی اور ابن سبکی تینوں کے پیش نظر تھیں۔ اس لیے ان کی کتابوں میں جو کچھہ لکھا گیا ہے وہ حرف بہ حرف سند کے قابل ہے۔

ان مصادر کے علاوہ تاریخ ظہور التتر۔ سلجوق نامہ۔ راحۃ القلوب۔ فوایدالفواد۔ اور مناقب العارفین ایسی کتابیں ہیں کہ ان سے بھی شیخ الشیوخ کی نسبت چند متفرق معلومات حاصل ہوتی ہیں اور وہ قدامت کے لحاظ سے معتبرترین مصادر میں شمار ہونے کے قابل ہیں۔ ان میں سے پہلی کتاب، تاریخ ظہور التتر، جو عام طور پر سیرۃ سلطان جلال الدین منکبرنی کے نام سے مشہور ہے سنہ ۶۳۹ھ میں تصنیف ہوئی ہے۔ اس کا مصنف نورالدین محمد بن احمد النسوی سلطان

جلال الدین کا منشی تھا - دوسری کتاب سلجوق نامہ سنہ ۶۸۱ ھ اور سنہ ۶۸۴ ھ کے مابین تصنیف ہوئی ہے - اس کے مصنف امیر ناصرالدین یحییٰ بن محمد الدین محمد ترجمان المعروف بابن بی بی کو سلاجقۂ روم کے دربار سے تعلق تھا - تیسری کتاب راحتہ القلوب سلطان المشایخ خواجہ نظام الدین احمد البدایونی المتوفی سنہ ۷۲۵ ھ کی تصنیف ہے - اس میں شیخ کبیر خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر المتوفی سنہ ۶۶۴ ھ کے وہ ملفوظات جمع ہیں جو شیخ الشیوخ کی وفات کے تیس سال بعد سنہ ۶۵۵ ھ اور سنہ ۶۵۶ ھ میں مذکور ہوئے ہیں - شیخ کبیر چونکہ شیخ الشیوخ کے صحبت یافتہ تھے اس لیے آپ نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ عینی مشاہدات یا یقینی مسموعات پر مبنی ہے - چوتھی کتاب فوائد الفواد میں مشہور شاعر میر حسن بن علاءالسجزی المتوفی سنہ ۷۳۶ ھ نے سلطان المشایخ خواجہ نظام الدین احمد کے مجالس جمع کیے ہیں - ان مجلسوں میں جو سنہ ۷۰۷ ھ سے سنہ ۷۲۲ ھ تک منعقد ہوئی ہیں - سلطان المشایخ نے شیخ الشیوخ کی نسبت جو کچھ بیان کیا ہے وہ اپنے مرشد شیخ کبیر خواجہ فریدالدین گنج شکر سے سنے ہوئے واقعات ہیں - پانچویں کتاب مناقب العارفین شیخ جمال الدین عارف چلپی کے مرید شمس الدین افلاکی کی تصنیف ہے اور شیخ الشیوخ کی وفات کے چھیاسی سال بعد سنہ ۷۱۸ ھ کے حدود میں لکھی گئی ہے - اس میں افلاکی نے شیخ الشیوخ کے وہ واقعات لکھے ہیں جو مولانا روم یا اُن کے فرزندوں اور مریدوں کی زبانی مسموع ہوئے ہیں -

متاخرین کی تصنیفات میں مولانا نورالدین عبدالرحمٰن الجامی المتوفی سنہ ۸۹۸ ھ کی نفحات الانس جو سنہ ۸۸۳ ھ میں تصنیف ہوئی ہے - شیخ الشیوخ کے احوال کی نسبت قابل استناد کتاب ہے - کیونکہ اس کے بیشتر مطالب ابن خلکان اور امام یافعی کی تصنیفات سے منقول ہیں نفحات الانس کے بعد تاریخ و تراجم میں جس قدر کتابیں تصنیف ہوئی ہیں اور اُن میں سے جن جن کتابوں میں شیخ الشیوخ کا تذکرہ مرقوم ہے اُس کا بیشتر حصہ عربی میں مرآۃ الجنان اور فارسی میں نفحات الانس سے اخذ ہوا ہے -

(۲)

عراق عجم میں زنجان کے قریب ھمدان جانے والے راستہ پر ایک شہر سہرورد آباد تھا۔ چوتھی صدی میں ابن حوقل نے اسے بڑے شہروں میں شمار کیا ھے اور وسعت کے لحاظ سے شہر زور کے برابر بتایا ھے۔ شیخ الشیوخ اس شہر میں سنہ ۵۳٦ھ کو ماہ رجب کے اواخر یا ماہ شعبان کے اوائل میں پیدا ھوئے آپ خلیفہ اوّل امیرالمومنین حضرت ابوبکر الصدیق رض کی اولاد سے ھیں۔ مورخ ابن خلکان نے سلسلۂ نسب اس طرح بیان کیا ھے۔ عمر بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عمویہ بن سعد بن حسین بن قاسم بن علقمہ بن نصر بن معاذ بن عبدالرحمن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ۔

الولی الشہیر الزاھد الفقیہ شیخ ضیاء الدین ابی نجیب عبدالقاھر بن عبداللہ بن محمد بن عمویہ [1] شیخ الشیوخ کے چچا تھے۔ شیخ الشیوخ نے چونکہ اپنے چچا کے سایۂ عاطفت میں تربیت پائی ھے۔ اس لیے تھوڑا سا حال آن کا بھی بیان کیا جائے تو چنداں غیر ضروری نہیں ھے۔ شیخ ابی النجیب سنہ ۴۹۰ھ میں سہرورد میں پیدا ھوئے تحصیل علم کے لیے بغداد آئے۔ مسند عراق ابو علی محمد بن سعید بن بنہان المتوفی سنہ ۵۱۱ھ اور ابی محمد عبدالخالق زاھر بن طاھر الشحامی المتوفی سنہ ۵۴۹ھ سے حدیث پڑھی۔ امام ربانی احمد بن محمد الغزالی المتوفی سنہ ۵۲۰ھ کی صحبت میں رھکر تصوف کے اسرار و حقایق سیکھے۔ بغداد کے مغربی حصہ میں دجلہ کے کنارے رباط بنوائی ازھاد اور صوفیہ کو لا کر اس میں رکھا۔ خود بھی اسی جگہ وعظ و تذکیر میں مشغول ھوئے۔ پھر مدرسۂ نظامیہ میں درس دینے لگے۔ یہ شغل مدت تک جاری رھا۔ اسی زمانہ میں حافظ خراسان ابی سعد عبدالکریم بن محمد السمعانی المتوفی سنہ ۵٦۳ھ اور حافظ شام ابی القاسم علی بن حسن بن عساکر المتوفی سنہ ۵۷۱ھ نے آپ سے حدیث سماعت کی۔ سنہ ۵۵۷ھ میں زیارت بیت المقدس

---

1 - معجم البلدان - جلد خامس صفحہ ۱۸۵ - ابن خلکان - طبع طھران - جلد اول صفحہ ۳۲۴ - طبقات الشافعیہ جلد رابع - صفحہ ۲۵٦ - شذرات الذھب - جلد رابع صفحہ ۲۰۸و۲۰۹ -

کے لئیے شام کی جانب روانہ ہوئے۔ موصل میں آکر جامع عتیق میں وعظ فرمایا۔ وہاں سے دمشق میں آئے۔ ملك العادل نورالدین محمود بن زنگی (سنہ ۵۴۱ھ سنہ ۵۶۹ھ) نے آپکا بے حد احترام کیا جس کے باعث دمشق میں کچھہ عرصہ قیام رہا۔ صلیبی لڑائیوں کی وجہ سے زیارت بیت المقدس کا موقع نہیں ملا۔ ناگزیر بغداد کو واپس چلے آئے۔ ۱۷ جمادی الآخر سنہ ۵۶۳ ھ کو انتقال فرمایا۔ اپنی رباط میں مدفون ہوئے۔ آپ کی تصنیفات سے "آداب المریدین" [2] نہایت مشہور ہے۔ یہ کتاب تصوف میں ہے اور ہندوستان کے مشائخ صوفیہ میں نہایت مقبول ہوئی ہے۔ شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ المنیری المتوفی سنہ ۷۸۲ ھ نے قاضی شرف الدین محمد بن محمد البلخی کی فرمائش سے سنہ۷۶۶ھ میں اس کی مبسوط شرح لکھی ہے [3]۔ خواجہ بندہ نواز گیسودراز سید محمد بن یوسف الحسینی المتوفی سنہ ۸۲۵ ھ نے سنہ ۸۱۳ھ میں اس کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے۔ اور جگہ جگہ توضیحی فوائد اضافہ کیے ہیں۔ [4]۔

(۳)

شیخ الشیوخ وطن سے چھوٹی عمر میں اپنے چچا شیخ ابو نجیب کے یہاں بغداد چلے آئے اور ان کے سایۂ عاطفت میں تربیت حاصل کی۔ گیارہ سال کی عمر سے حدیث پڑھنی شروع کی اور جن آئمۂ فن سے استفادہ کیا۔ ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں :-

(۱) ابوالفتوح الطائی محمد بن محمد الھمدانی المتوفی سنہ ۵۵۵ ھ [5]۔

(۲) مسند عراق الامام الحافظ ابوالمظفر ھبۃ اللہ بن احمد الشبلی المتوفی سنہ ۵۵۷ ھ [6]

---

2 - کشف الظنون جلد اول صفحہ ۷۱ - بروکلمان جلد اول صفحہ ۴۳۶۔

3 - سیرۃ الشرف - طبع بانکی پور سنہ ۱۹۰۱ ع - صفحہ ۳۳۵ -

4 - خواجہ بندہ نواز کا یہ ترجمہ حال ہی میں نواب غوث یار جنگ بہادر صوبہ دار گلبرگہ کی سعی و کوشش سے حیدرآباد کے مطبع انتظامی میں چھپا ہے اور مولوی سید عطا حسین ایم۔ اے نے اسکی تصحیح کی ہے۔

5 - مرآۃ الجنان - جلد ۳ صفحہ ۳۹۰۔

6 - دول الاسلام جلد ۲ صفحہ ۵۱۔

(۳) محدث اصفہان ابو احمد معمر بن عبدالواحد بن فاخرالقرشی المتوفی سنہ ۵۶۴ھ [7]۔
(۴) مسند بغداد ابو الفتح محمد بن عبدالباقی بن البطی المتوفی سنہ ۵۶۴ھ [8]۔
(۵) ابی ذرعہ طاہر بن محمد المقدسی المتوفی سنہ ۵۶۶ھ [9]۔

اسی عہد میں ابن فضلان شیخ ابو القاسم یحییٰ بن علی البغدادی المتوفی سنہ ۵۹۵ھ [10] علم الخلاف اور علم الجدل کے زبردست عالم گزرے ہیں۔ ان سے علم فقہ کی تکمیل کی۔ اپنے چچا شیخ ابی النجیب سے علم تصوف اور وعظ و تذکیر کے آداب سیکھے۔ امام الائمۂ غوث الاعظم شیخ محی الدین، ابی محمد عبدالقادر بن ابی صالح الجیلی المتوفی سنہ ۵۶۱ھ کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔

امام یافعی نے روض الریاحین کے تکملہ میں جس کا نام خلاصۃ المفاخر ہے۔ خود شیخ الشیوخ کی زبانی یہ روایت نقل کی ہے کہ شیخ الشیوخ ایام جوانی میں علم کلام کی تحصیل و تکمیل کے لیے حد سے زیادہ کوشاں تھے۔ اس علم کی بہت سی کتابیں بھی پڑھ لی تھیں۔ درس کا سلسلہ برابر جاری تھا۔ شیخ الشیوخ کے چچا شیخ ابو نجیب اس سے باز رکھنا چاہتے تھے۔ لیکن شیخ الشیوخ کو اس کے ترک کرنے میں تامل تھا۔ ایک روز ابو نجیب شیخ الشیوخ کو لے کر حضرت غوث الاعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اپنے بھتیجے کا علم کلام کی طرف راغب رہنا اور اس سے باز رکھنے کے لیے اپنی کوشش کا بے سود ثابت ہونا بیان کیا۔ حضرت غوث الاعظم نے اولاً شیخ الشیوخ سے ان کتابوں کے نام دریافت کیے جو علم کلام میں ان کے مطالعہ سے گزر چکی تھیں۔ اس کے بعد آن کے سینہ پر ہاتھ رکھا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ علم کلام کے تمام مسائل دل سے یک لخت محو ہوگئے۔ جو کتابیں پڑھی تھیں وہ بھی ذہن سے نکل گئیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی دل کے دروازے روشن ہوگئے اور اس میں علم لدنی کا سمندر موجیں مارنے لگا۔ اس وقت حضرت

7۔ دول الاسلام جلد ۲ صفحہ ۵۶۔
8۔ دول الاسلام جلد ۲ صفحہ ۵۶۔
9۔ مرآۃ الجنان۔ جلد ۳ صفحہ ۳۷۸۔
10۔ مرآۃ الجنان۔ جلد ۳ صفحہ ۳۷۹۔

غوث الاعظم نے فرمایا ۔ "یا عمر انت آخر المشھورین بالعراق" یعنی اے عمر تم آن لوگوں کے آخر میں ہوگے جو عراق میں مشہور ہوئے ہیں ۔ [11]

خلیج فارس کے قریب شط الفرات میں دجیل و دجلہ کی دو کھاریوں کے درمیان عبادان نام ایک جزیرہ [12] ہے ۔ شیخ الشیوخ نے اس میں آکر عزلت گزینی اختیار کی اور اس جگہ ایک مدت تک ذکر و عبادت اور ریاضت و مجاھدہ میں مصروف رہے ۔ کئی سال کعبہ میں مجاورت کی ۔ متعدد حج کیے ۔ پھر بغداد میں آکر اپنے چچا شیخ ابو نجیب کی رباط میں وعظ کہنا شروع کیا جو بے حد مقبول ہوا اور اس کے سننے کے لیے ہر وقت خلائق کا ھجوم رہنے لگا اور آپ بہت جلد مرجع خاص و عام ہوگئے ۔ ایک دفعہ مجلس وعظ میں کرسی پر تشریف فرما ہوتے ہوئے یہ اشعار پڑھے :۔

لا تقسنی وحدی فما عودتنی ۔۔۔ انّی اشبح بہا علی جلاسی
انت الکریم ولا یلیق تکرماً ۔۔۔ ان یعبر الندماً دور الکاسِ

حاضرین پر رقّت طاری ہوگئی ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خلایق کے گروہ کثیر نے اسی وقت معصیت سے توبہ کر لی ۔

(۴)

شیخ الشیوخ نے علم حدیث، علم فقہ، علم خلاف اور علوم ادبیہ کو درجۂ کمال تک حاصل کیا تھا ۔ حدیث اگرچہ آپ کا خاص فن نہیں تھا ۔ باوجود اس کے ایمۂ فن کے مساوی درجہ رکھتے تھے اور بڑے بڑے محدثین اور فن حدیث کے امام آپ سے روایت کیا کرتے تھے ۔ چنانچہ الامام الحافظ مورخ عراق ابو عبداللہ

11 ۔ خلاصۃ المفاخر کا اصل عربی متن نایاب ہے ۔ قرن ھشتم کے نصف آخر میں مخدوم جھانیاں سید جلال الدین بخاری المتوفی سنہ ۷۸۵ ھ کے ایماء سے اس کا فارسی زبان میں ترجمہ ہوا ہے ۔ جو اکثر کتب خانوں میں موجود ہے ۔ اور اس میں یہ واقعہ حکایت یک صد وھشتاد میں منقول ہے ۔

12 ۔ سفرنامہ حکیم ناصر خسرو طبع بران صفحہ ۱۳۴ ۔ معجم البلدان جلد سادس صفحہ ۱۰۴ ۔ نزھتہ القلوب طبع یورپ ۔ صفحہ ۳۹ ۔

محمد بن سعید بن یحییٰ الدبیثی المتوفی سنہ ٦٣٧ھ [13] الامام الحافظ محدث شام زکی الدین ابوعبداللہ محمد بن یوسف البرزانی الاشبیلی المتوفی سنہ ٦٣٦ھ [14]۔ ابن النجار الامام الحافظ مورخ عصر محب الدین ابوعبداللہ محمد بن محمود بن بخار البغدادی المتوفی سنہ ٦٤٣ھ [15] الامام الحافظ محدث شام ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد المقدسی المتوفی سنہ ٦٤٣ھ [16] محدث شہیر قطب الدین محمد بن احمد بن علی القسطلانی المتوفی سنہ ٦٨٦ھ [17] ابن نقط الامام الحافظ محدث عراق معین الدین ابوبکر محمد بن عبدالغنی البغدادی المتوفی سنہ ٦٢٩ھ [18] ان کے علاوہ اور بہت سے محدثین نے شیخ الشیوخ سے سینکڑوں حدیثیں روایت کی ہیں۔

شیخ الشیوخ تصوف اور زہد و اتقا میں اپنے زمانے کے امام تھے اور آپ سے شیوخ صوفیہ کے گروہ کثیر نے استفادہ کیا تھا آپ کے چچا شیخ ضیاءالدین ابو نجیب کی خانقاہ بغداد میں زہاد اور صالحین کی اقامت کا مرکز تھی۔ اسی خانقاہ میں شیخ الشیوخ وعظ و تذکیر کے بعد اپنے ارادت مندوں کو معرفت و سلوک اور حقایق و اسرار کے نکتے اور عبادت و ریاضت کے طریقے بتایا کرتے تھے جن آیمہ صوفیہ کو آپ سے خاص ارادت تھی اور جو آپ کے خلفاء میں شمار ہوتے تھے ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:۔

(۱) شیخ حمیدالدین ناگوری محمد بن عطاء البخاری المتوفی سنہ ٦٤٤ھ [19]
(۲) شیخ الاسلام شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی المتوفی سنہ ٦٦٦ھ [20]
(۳) شیخ نجیب الدین علی بن برغش شیرازی المتوفی سنہ ٦٧٨ھ [21]

---

13 ۔ تذکرۃ الحفاظ جلد رابع صفحہ ٢٠٦۔
14 ۔ تذکرۃ الحفاظ جلد رابع صفحہ ١١٥۔
15 ۔ تذکرۃ الحفاظ جلد رابع صفحہ ١١٩۔
16 ۔ تذکرۃ الحفاظ جلد رابع صفحہ ١٩٧۔
17 ۔ مراۃ الجنان جلد رابع صفحہ ٢٠٢۔
18 ۔ تذکرۃ الحفاظ جلد رابع صفحہ ٢٠٢۔
19 ۔ آئین اکبری جلد سوم صفحہ ٢٨١۔
20 ۔ نفحات الانس صفحہ ٥٢٢۔
21 ۔ نفحات الانس صفحہ ٤٤٠۔

(۴) شیخ ظہیرالدین محمود بن عبداللہ الریحانی المتوفی سنہ ۶۷۴ ھ [22]
(۵) شیخ محمد الیمنی المتوفی سنہ ۶۹۲ ھ [23]

مشہور شاعر شیخ سعدی مشرف الدین مصلح بن عبداللہ الشیرازی المتوفی سنہ ۶۹۱ ھ [24] نے بھی شیخ الشیوخ سے استفادہ کیا ہے اور دونوں ایک مرتبہ دریا میں ہم سفر رہے ہیں چنانچہ خود سعدی نے بوستان میں اس کا ذکر اس طرح کیا ہے :- [25]

مقالاتِ مردان بمردی شنو — نہ سعدی کہ از سہروردی شنو
مرا شیخ دانائے مرشد شہاب — دو اندرز فرمود برروئے آب
یکے آں کہ در جمع بدبیں مباش — دوم آں کہ در نفس خود بیں مباش

خواجہ کمال الدین اسمعیل اصفہانی المقتول فی سنہ ۶۳۵ ھ [26] جو فارسی کا مشہور شاعر ہے اور جسے فضلائے عصر نے خلّاق المعانی کے لقب سے مخاطب کیا ہے - شیخ الشیوخ کا ارادت مند خاص تھا اور اس نے شیخ الشیوخ کی مدح میں دو قصیدے بھی لکھے ہیں - جو اُس کے کلیات میں موجود ہیں - ان میں سے پہلا قصیدہ چھیاسٹھ بیت کا ہے اور اُس کا مطلع یہ ہے :-

اے جناب تو قبلۂ احرار
مملکت را برایت استظہار

دوسرا قصیدہ چہتّر بیت کا ہے اور اس کا مطلع یہ ہے :-

دلا بگوش کہ باقئی عمر دریابی
کہ عمر باقی ازین عمر برگزر یابی

22 - مرآۃ الجنان جلد رابع صفحہ ۱۷۴ -
23 - نفحات الانس صفحہ ۴۲۲ -
24 - تذکرہ دولت شاہ طبع یورپ صفحہ ۲۰۲ -
25 - بوستان طبع وائنا صفحہ ۱۵۰ -
26 - تذکرہ دولت شاہ طبع یورپ صفحہ ۱۴۸ -

(۵)

خلفائے بغداد اور سلاطین اطراف و اکناف شیخ الشیوخ کا بے حد احترام کیا کرتے تھے اور آن کے درباروں میں شیخ الشیوخ کو ایسا جاہ و مرتبہ حاصل تھا کہ آن کے بعد کسی اور کو میسر نہیں ہوا۔ خلفاء کو ملوك و امراء کے یہاں جب کبھی سفارت بھیجنے کی ضرورت ہوتی تو دربار خلافت سے شیخ الشیوخ روانہ ہوا کرتے تھے۔ اگر کوئی عالم و فاضل یا زاھد و صوفی دارالخلافت بغداد میں آتا تو آس کے استقبال کے لیے خلفاء کی طرف سے شیخ الشیوخ کا انتخاب ہوا کرتا تھا۔

شمس الدین افلاکی نے مناقب العارفین میں لکھا ھے کہ شیخ جلال الدین مولانا روم کے والد شیخ بہاء الدین محمد البلخی المتوفی سنہ ٦٢٨ ھ نے سنہ ٦٠٩ ھ میں سلطان علاء الدین محمد بن تکش خوارزم شاہ (سنہ٥٩٦ھ۔ سنہ٦١٧ھ) کے ایما سے ترك وطن کیا۔ اور بلاد روم کی جانب جاتے ہوئے سنہ ٦١٠ھ کے حدود میں بغداد تشریف لائے۔ یہ زمانہ خلیفہ الناصر ابو العباس احمد بن المستضی (سنہ ٥٧٥ ھ۔ سنہ ٦٢٢ ھ) کی خلافت کا تھا۔ خلیفہ نے شیخ الشیوخ کو استقبال کے لیے مقرر کیا۔ شیخ الشیوخ نے مولانا کو اپنی خانقاہ میں تشریف لانے اور قیام کرنے کی دعوت دی۔ لیکن مولانا نے یہ فرما کر کہ طلبہ کے لیے مدرسہ مناسب ھے المستنصریہ میں قیام فرمایا۔ 27

سلطان جلال الدین منکبرنی کے منشی نور الدین محمد بن احمد النسوی نے اپنی تاریخ ظہور التتر میں لکھا ھے کہ سنہ ٦١٤ ھ میں سلطان محمد بن تکش خوارزم شاہ خلفائے عباسیہ کو غاصب خلافت کہنے لگا۔ اپنی مملکت میں خلیفہ الناصر کا نام خطبہ اور سکہ سے نکال دیا۔ سادات کو خلافت کا مستحق قرار دیکر فخر السادات سید علاء الدین ترمذی سے بیعت کی۔ اس کے بعد خلیفہ الناصر کو معزول کرنے کے لیے تیس لاکھ سوار لیکر بغداد کی جانب روانہ ہوا۔ سلطان محمد کے اس ارادے کی

27 ۔ مناقب العارفین ۔ صفحہ ١٣۔

اطلاع جب بغداد میں پہنچی تو خلیفہ سخت پریشان ہو گیا اور شیخ الشیوخ کو سفیر بنا کر مصالحت کے لیے سلطان کے یہاں بھیجا۔ شیخ الشیوخ نے ہمدان کے قریب سلطان محمد سے ملاقات کی سلطان نہایت غرور و نخوت سے شیخ الشیوخ کے ساتھ پیش آیا۔ باوجود اس کے شیخ الشیوخ نے عربی زبان میں نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ بنی عباس کے محامد و محاسن اور فضائل و کمالات بیان کیے۔ سلطان نے اس کا یہ جواب دیا کہ جو صفات آپ نے بیان کیے ہیں آن سے خلیفہ الناصر معرا ہے۔ میں ایسے شخص کو خلیفہ بنانا چاہتا ہوں جو آپ کے بیان کیے ہوئے صفات سے متصف ہو۔ یہ جواب سن کر شیخ الشیوخ کو سخت ملال ہوا اور نہایت کبیدہ خاطر بغداد کی جانب واپس ہوئے سلطان محمد ہمدان سے نکل کر عقبہ حلوان تک پہنچا۔ یہاں سردی کی شدت اور برف باری کی کثرت سے اس کا سارا لشکر تباہ ہو گیا اور نہایت پریشانی اور پشیمانی کے ساتھ اپنے قصد فاسد سے باز آ کر عراق کی جانب مراجعت کی۔ 28

امیر حلب ملک العزیز غیاث الدین ابو المظفر محمد بن الظاہر ابو الفتح غازی (سنہ ۶۱۳ ھ سنہ ۶۳۴ ھ) نے سنہ ۶۱۵ ھ میں قاضی بہاء الدین ابو المحاسن یوسف بن رافع الاسدی المعروف بابن شداد المتوفی سنہ ۶۳۲ ھ کو اپنا دیوان مقرر کیا۔ شیخ الشیوخ خلیفہ الناصر کی طرف سے سفیر ہو کر سنہ ۶۱۸ ھ میں ابن شداد کے یہاں اربل تشریف لائے۔ دوران قیام میں کئی مرتبہ مجالس وعظ و تذکیر کو منعقد فرمایا۔ اس زمانے میں قاضی شمس الدین احمد بن خلکان اربل میں موجود تھا۔ لیکن صغیر السن ہونے کے باعث شیخ الشیوخ کو نہیں دیکھ سکا۔ 29

خلفائے بغداد کی جانب سے روم کے سلجوقی فرماں روا سلطان علاء الدین کیقباد (سنہ ۶۱۶ھ۔ سنہ ۶۳۴ھ) کے دربار میں شیخ الشیوخ برسم سفارت تین مرتبہ تشریف فرما ہوئے۔ پہلی مرتبہ سنہ ۶۱۷ھ میں سلطان علاء الدین کی تخت نشینی کے بعد خلیفہ الناصر کی طرف سے منشور سلطنت لے کر قونیہ تشریف لائے۔ امیر ناصر الدین

28۔ سیرۃ سلطان جلال الدین منکبرنی۔ طبع ہوداس صفحہ ۱۲ تا ۱۳۔
29۔ وفیات الاعیان۔ طبع طہران جلد اول صفحہ ۲۱۵۔

یحیٰی المعروف بابن بی بی نے اپنی تاریخ سلاجقہ روم میں اس سفارت کی مفصل کیفیت لکھی ھے [30] اس کا بیان ھے کہ شیخ الشیوخ کے آق سرائے پہنچنے کے بعد سلطان کو آپ کی تشریف آوری کا حال معلوم ھوا۔ قضاۃ و مشائخ اور اعیان و امراء کو استقبال کے لیے زنجیر لوتك بھیجا جو قونیہ سے ایك فرسخ کی مسافت پر واقع ھے۔ قونیہ میں وارد ھونے کے ایك روز بعد سلطان نے سرائے سلطانی میں شیخ الشیوخ کی دعوت کی۔ سر دربار خلعت خلافت کو پہنا۔ عمامہ سر پر باندھا۔ شیخ الشیوخ نے خلیفہ کا منشور پڑھ کر سنایا۔ مراجعت کے وقت نصاریٰ اورآرامنہ کے خراج سے ایك لاکھ زرنقد۔ پانچ ھزار دینار سلطانی اور پانسو پچاس مثقال طلائے مضروب شیخ الشیوخ کی خدمت میں نذرانہ پیش کیا۔ سلطان کے حکم سے شیخ نجم الدین طوسی الوداع کہنے کے لئے زنجیر لوتك ھمراہ آئے۔ شیخ الشیوخ نے وقت رخصت حسب ذیل دو بیت ارشاد فرمائے۔

ولم ار کالتودیع اقبح منظراً　　وان کان ید عوا ھله للتعانق

وللصارم الھندی الین جانباً　　ملا مسته من کیف انف مفارق

دوسری مرتبہ خلیفہ الظاھر ابو نصر محمد بن الناصر (سنہ ۶۲۲ھ - سنہ ۶۲۳ھ) کی تخت نشینی کے وقت۔ سلطان اس وقت قلعہ کوّالہ میں مصروف سیر و شکار تھا۔ مولانا بہاءالدین بلخی بھی سلطان کے ھمراہ تھے۔ شیخ الشیوخ نے خلیفہ کا منشور سلطان کے حوالہ کیا۔ تکمیل سفارت کے بعد ملاقات کے لیے مولانا بہاء الدین یہاں تشریف لائے اسی شب کو سلطان نے ایك عجیب خواب دیکھا کہ اس کا سر سونے کا، سینہ چاندی کا شکم پیتل کا، دونوں ران سیسہ کے اور دونوں پاؤں رانگے کے ھوگئے ھیں۔ صبح کو شیخ الشیوخ مولانا بہاء الدین کے ساتھ سرائے سلطانی میں رونق افروز ھوئے اور خواب کی تعبیر اس طرح بیان فرمائی کہ سلطان کی زندگی میں اس کی رعایا آسودہ حال اور سونے کے مانند ذی قدر رھیگی۔ اس کے بعد فرزند کے دور میں گذشتہ عھد کے لحاظ سے رعایا کا حال

30 - سلجوق نامہ۔ متن فارسی صفحہ ۹۵ تا ۹۷ - ترکی ترجمہ صفحہ ۲۲۰ تا ۲۲۵۔

چاندی کے مانند ہوجائیگا۔ جب فرزند کا فرزند حکمران ہوگا تو ملک و مال کی کیفیت پیتل کے مثل ہوگی اور رعایا دون همت و فزون تہمت ہوجائیگی۔ یہاں تک کہ تیسری پشت میں رعایا سے صدق و صفا اور خلق و وفا مفقود اور ملک کا امن وآمان درهم و برهم هوجائیگا۔ چوتھی و پانچویں پشت میں ملک تباه و برباد۔ آل سلجوق کی حکومت منقرض اور اسلامی بلاد پر اهل فساد قابض اور متصرف هوجائینگے۔ اس کے بعد سلطان نے گران قدر تحایف پیش کیے۔ دعائے خیر کی استدعا کی اور عزت و احترام کے ساتھہ شیخ الشیوخ کو دربار سے رخصت کیا۔ 31

تیسری مرتبه خلیفه المستنصر ابو جعفر منصور بن الظاهر (سنه ۶۲۳ هـ - سنه ۶۴۰ ه) کی خلافت کے وسطی ایام میں۔ جب که مولانا بهاءالدین بلخی کا انتقال هوچکا تها۔ مولانا روم کی تعلیم و تربیت کے لیے سید سروران خواجه برهان الدین تبریزی خراسان سے آکر قونیه میں مقیم هوئے تھے۔ شیخ الشیوخ سفارت کے مراحل طے فرمانے کے بعد سید سروران کے یہاں ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ سید سروران اس وقت خاك پر بیٹھے هوئے تھے۔ آپس میں قیل و قال کی نوبت نہیں آئی۔ همراهیوں نے سکوت کا سبب دریافت کیا تو شیخ الشیوخ نے فرمایا که اهل حال کے سامنے زبان حال هونی چاهیئے نه که زبان قال۔ سید سروران سنه۶۲۸ ه میں قونیه آئے هیں۔ اس اعتبار سے اس سفارت کا زمانه سنه۶۲۸ھ کے بعد واقع هوا هے۔

(٦)

ابن طقطقی کا بیان هے که خلیفه الناصر (سنه ۵۷۵ هـ- سنه ۶۲۲ ه) کو علوم دینیه خصوصاً حدیث سے بڑی رغبت تهی۔ اس نے ایك کتاب روح العارفین کے نام سے لکھی تهی۔ جس میں ستر حدیثیں جمع تهیں۔ مذاهب اربعه یعنے شافعی، حنفی، مالکی اور حنبلی مسلك کے علماء اور دیگر طلباء اس کتاب کو خود خلیفه سے پڑھا کرتے تھے۔ اور ان علماء اور طلباء کو اس کے روایت کرنے کی اجازت خود اپنے هاتهہ سے لکھ دیا کرتا تها۔ لیکن جب اسکو یه معلوم هوا که مدرسه نظامیه کے

31۔ مناقب العارفین صفحه ۴۹۔

فقہا اور طلباء شراب نوشی اور زنا کاری میں مشغول رہتے ہیں تو اس نے تمام فقہا اور طلباء کو مدرسہ سے نکال دیا اور مدرسہ کی عمارت کو گھوڑوں اور اونٹوں کا طویلہ بنادیا ۔[32] اس کے بعد خلیفہ نے فقہا و محدثین کی صحبت ترک کردی اور اس کی مجلس میں حکماء اور فلاسفہ کی آمد و رفت شروع ہوئی ۔ خلیفہ آن سے فلسفہ کے مسائل پر گفتگو کرنے اور فلسفہ کی کتابیں پڑھنے لگا ۔ جس کی وجہ سے اسکی طبیعت میں ضلالت و گمراہی کے آثار پیدا ہوگئے ۔ شیخ الشیوخ نے خلیفہ کی جب یہ حالت دیکھی تو حکماء اور فلسفہ کے ساتھ دربار خلافت میں مباحثہ کیا اور خلیفہ کے مطالعہ کے لئے دین کے اثبات اور فلسفہ کے ابطال میں ایک کتاب تصنیف کی اور اس کا نام "رشف النصایح الایمانیہ و کشف الفضائح الیونانیہ" رکھا ۔ 33

امام یافعی کا بیان ہے کہ حل مسائل کی نسبت ارباب طریقت اور علمائے عصر کے فتوے شیخ الشیوخ کے یہاں اطراف عالم سے آیا کرتے تھے ۔ ایک دفعہ کسی نے لکھا کہ اگر میں عمل ترک کردوں تو ضلالت کا اندیشہ ہے ۔ اور عمل کروں تو نفس مغرور ہوجاتا ہے ۔ شیخ الشیوخ نے اس کے جواب میں لکھا ۔ عمل کرو اور جب غرور ہونے لگے تو توبہ کرکے اللہ سے مغفرت چاہو ۔ 34

سلطان المشایخ شیخ نظام الدین احمد البدایونی المتوفی سنہ ۷۲۵ھ کی کتاب راحت القلوب میں مرقوم ہے کہ سنہ ٦٥٥ ھ کے ماہ رجب کی ایک مجلس میں شیخ الاسلام خواجہ فرید الدین گنج شکر اپنے قیام بغداد اور شیخ الشیوخ کی خدمت میں حاضر ہوکر فیض یاب ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ شیخ الشیوخ کی خانقاہ میں ہر روز کم و بیش ایک ہزار دینار آیا کرتے تھے ۔ اور یہ سب اسی روز خدا کی راہ میں صرف ہوجاتے تھے ۔ رات ہونے تک ان میں سے ایک حبہ باقی نہیں رہتا تھا ۔ 35 جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو آپ کے لڑکے عماد نے خادم سے صندوق کی کنجیاں مانگیں آس نے دینے میں تامل کیا ۔

---

32 ۔ تجارب السلف طبع طہران صفحہ ۳۲۴ و ۳۲۵ ۔
33 ۔ کشف الظنون ۔ جلد اول صفحہ ۵۲۷ ۔
34 ۔ مراۃ الجنان جلد ۴ صفحہ ۸۱ ۔
35 ۔ راحت القلوب ۔ قلمی ۔

اور کہا یہ وقت شیخ کی نزع کا ہے۔ اُس نے نہ مانا۔ شیخ نے سنا تو فرمایا دیدو۔ اُس نے جو کھول کر دیکھا تو صرف چھہ دینار پائے اور وہ بھی شیخ پر خرچ ہو گئے۔ 36

زمانہ حال کے مشہور مورخ جرجی زیدان نے اپنی کتاب ''التمدن الاسلامی'' میں خلفائے عباسیہ کی دولت و ثروت کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک موقع پر لکھا ہے کہ تیسری صدی ہجری کے اوائل میں ایک دینار کا تبادلہ پندرہ درہم سے ہوا کرتا تھا زمانۂ ما بعد میں اس کی مقدار کم ہوکر دس درہم کے مساوی ہوگئی تھی۔ آجکل عباسیوں کے عہد کا ایک دینار نصف گنّی (پونڈ) کا معادل سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اس موقع پر اس امر کا لحاظ کرنا بھی نہایت ضروری ہے کہ سکہ کی قیمت پیداوار کی فراوانی اور مزدوری کی ارزانی پر دو چند بلکہ سہ چند زیادہ ہو جاتی ہے۔ عباسیوں کے عہد میں اجناس اور اُجرت دونوں ارزاں تھے۔ اس لئے سکہ کی قیمت اُس عہد میں موجودہ عہد سے کم و بیش تین حصہ زائد تھی۔ اس اعتبار سے یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ شیخ الشیوخ کی خانقاہ میں موجودہ سکوں سے سالانہ نصف ملین گنیاں آیا کرتی تھیں یہ رقم اُس وظیفہ سے پانچ گونا زیادہ تھی جو ملک معظم شہنشاہ جارج کو حکومت کی طرف سے ملا کرتا ہے۔

(۷)

امام یافعی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ امام الائمہ قطب الاولیا شیخ عبدالقادر الجیلی شیخ الشیوخ کی نسبت فرمایا کرتے تھے ''انت آخرالمشهورین بالعراق'' تم اُن لوگوں کے آخر میں ہو جو عراق میں مشہور ہوں گے۔ 37

امام یافعی نے ایک اور مقام پر یہ بھی بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ شیخ الشیوخ اور شیخ الاکبر ابن العربی محی الدین محمد بن علی الطائی المتوفی سنہ ۶۳۸ ھ

36 - فواید الفواد جلد چہارم صفحہ ۲۸۶۔

37 - مراۃ الجنان جلد رابع صفحہ ۸۲۔

ایک موقع پر جمع ہوئے۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا لیکن آپس میں گفتگو نہیں ہوئی اس کے بعد لوگوں نے شیخ الاکبر سے شیخ الشیوخ کی نسبت پوچھا تو فرمایا کہ "عملو سنة من قرنه الی قدمه" وہ سر سے پاؤں تک سنت سے بھرے ہوئے ہیں۔ پھر شیخ الشیوخ سے شیخ الاکبر کی نسبت دریافت کیا۔ تو فرمانے لگے "هو بحر الحقایق" وہ حقایق کے سمندر ہیں۔ 38

ابو المکارم رکن الدین علاء الدولہ احمد بن محمد السمنانی المتوفی سنہ ۷۳۶ ھ نے بیان کیا ہے کہ عارف ربانی شیخ سعد الدین حمویہ محمد بن موید الجوینی المتوفی سنہ ٦٥٠ ھ سے خلایق نے پوچھا کہ آپ نے شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی کو کیسا پایا تو جواب دیا کہ "بحر مواج لا نہا یتہ" وہ ایک موجزن سمندر تھے جس کی انتہا نہیں ہے۔ پھر پوچھا کہ شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین کیسے تھے تو فرمانے لگے "نور متابعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی جبین سہروردی شئی آخر" آن کی پیشانی میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کا نور ایک عجیب چیز تھا۔ 39

امام تاج الدین سبکی نے شیخ الشیوخ کے فضل و کمال کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کی نسبت شیوخ وایمہ کے مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔ منجملہ آن کے ابن النجار الامام الحافظ محدث شام محب الدین بغدادی کا قول ہے کہ وہ اپنے زمانہ میں علم الحقیقة کے شیخ تھے۔ "کان شیخ وقتہ فی علم الحقیقتہ" الامام الحافظ معین الدین ابن نقط نے کہا ہے کہ وہ اپنے وقت میں عراق کے شیخ تھے۔ "وکان شیخ العراق فی وقتہ" 40

شیخ الشیوخ کا مذہب شافعی تھا۔ شافعیہ کے ایمہ اکابر میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ فقہ میں اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے عقائد میں امام ابوالحسن الاشعری کے پیرو تھے۔ آپ کے معتقدات اور صوفیہ مسالک کو امام یافعی نے اپنی کتاب "نشر المحاسن" اور "مرهم العلل" میں بیان کیا ہے۔ پہلی کتاب علامہ یوسف بن اسمعیل النبہانی کی جامع کرامات الاولیا مطبوعہ میمنیہ مصر سنہ ۱۳۲۹ ھ کے حاشیہ

38۔ مراۃ الجنان جلد رابع صفحہ ۱۰۱۔

39۔ نفحات الانس صفحہ ۴۲۰۔

40۔ طبقات الشافعیہ جلد خامس صفحہ ۱۴۲۔

پر چھپی ھے۔ دوسری کو سرڈینی سن راس [redacted]ر اهتمام کلکتہ ایشیا ٹک سوسائٹی نے سنہ ۱۹۱۷ ء میں شایع کیا ھے۔

(۸)

عربی اور فارسی ادبیات میں شیخ الشیوخ کو کافی دستگاہ تھی۔ ان دونوں زبانوں میں آپ شعر خوب کہا کرتے تھے۔ وزیر عماد الدین محمد بن محمد الاصفہانی المتوفی سنہ ۵۹۷ ھ نے خریدۃ القصر وجریدۃ اهل العصر میں آپ کے عربی اشعار نقل کئے ھیں۔ ابن خلکان نے بھی اپنی تاریخ میں نمونۃً آٹھ شعر کا انتخاب درج کیا ھے جو حسب ذیل ھے:۔

تصرمت و حشۃ اللیالی | و اقبلت دولۃ الوصال
وصار بالوصل لی حسودا | من کان فی هجرکم رثی لی
و حقکم بعد ان حصلتم | بکل ما فات لا أبالی
احییتمونی و کنت میتا | و بعتمونی بغیر غالی
تقاصرت عنکم قلوب | فیا لہ مورداً حلالی
علی ماللوری حرام | و حبکم فی الحشا حلالی
تشربت اعظمی هوا کم | فما لغیر الهوی و مالی
فما علی عادم أجاجا | و عندہ أعین الزلال

فارسی اشعار سے آپ کی چار رباعیاں امین احمد رازی کی ''هفت اقلیم'' میں منقول ھیں۔ ان میں سے تین رباعیوں کو رضا قلی خاں هدایت نے ''ریاض العارفین'' میں اور ایک رباعی ''مجمع الفصحا'' میں نقل کی ھے:۔[41]

بخشائے بر آنکہ بخت یارش نبود | جز خوردن غم هائے تو کارش نبود
از عشق تو حالتیش باشد کہ از آن | هم با تو وهم بے تو قرارش نبود

این شور بہ بین کہ درجهان افتادست | خلق از پئے سود در زیان افتاد است
بہ زان نبود کہ گوشۂ بگزینی! | اے وائے بران کہ درمیان افتاد است

---

41 - ریاض العارفین طبع جدید صفحہ ۱۵۷ ـ مجمع الفصحا صفحہ ۳۱۲ جلد اول۔

اے از غم دیدن رخت حیران من   اندر طلب عشق تو سرگردان من!
بودن بتو مشکل است و نا بودن آہ   سرگردان من بے سرو سامان من

ایدوست وجود وعدمت اوست همه   سرمایهٔ شادی و غمت اوست همه
تو دیده نه داری که به بینی آورا   ورنه زقدم تا بسرت اوست همه

(۹)

شیخ الشیوخ نے غرۂ محرم سنه ۶۳۲ ھ کو بغداد میں انتقال فرمایا، وردیه کے قبرستان میں مدفون ہوئے، یاقوت حموی مشہور جغرافیه نویس نے بیان کیا ہے که یه قبرستان باب الظفریه کے قریب واقع تھا 42۔ اور اس میں صلحا و زھاد مدفون ہوا کرتے تھے۔ ظفریه بغداد کے ایك بہت بڑے محله کا نام ہے۔ جو دجله کے جانب مشرق شہر کے انتہائی حصه میں آباد تھا 43۔ مغلوں کی تاخت و تاز کے بعد عوام اسی محله کو شہر کہا کرتے تھے اور اس کے دروازہ سے جس کا نام باب الظفریه تھا خراسان کے قافلے آیا جایا کرتے تھے۔ اور اسی وجه سے زمانۂ ما بعد میں اس کا نام باب خراسان ہوگیا تھا 44۔ اس وقت نه تو یه قبرستان ہے اور نه یه محله۔ لیکن شیخ الشیوخ کا مقبرہ تا حال موجود ہے۔ زمانه حال میں جن سیاحوں نے شیخ الشیوخ کے مزار کی زیارت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں که باکوبد کو جانے والے راسته پر یه مقبرہ واقع ہے۔ اس کے دروازے پر خوشخط کتبه بھی لگا ہوا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے که سلطان عبدالحمید خاں کے عہد میں اس کی مرمت ہوئی ہے۔ مقبرہ سے متصل مسجد ہے۔ جس کے مینار پر سبز رنگ کی چھتری بنی ہوئی ہے۔

(۱۰)

بروکلمان نے اپنی کتاب "تاریخ ادبیات عرب" میں شیخ الشیوخ کی

42۔ معجم البلدان جلد ثامن صفحه ۲۱۲۔
43۔ معجم البلدان جلد سادس صفحه ۸۶۔
44۔ نزهته القلوب صفحه ۳۴۔

اکیس (۲۱) تصنیفات کا تذکرہ کیا ہے [45]۔ منجملہ ان کے بعض مشہور کتابوں کے نام یہ ہیں :—

۱۔ عوارف المعارف۔ اس کتاب کا مفصل تذکرہ اوراق مابعد میں آئے گا۔

۲۔ نغبة البیان فی تفسیر القرآن۔ حاجی خلیفہ نے اس کا ذکر کیا ہے [46]۔ اور مصر کے کتب خانہ خدیویہ میں اس کا مخطوطہ محفوظ ہے۔ [47]

۳۔ اعلام الهدی و عقیدہ ارباب التقی [48]۔ اس میں عقاید کے متعلق متکلمانہ مباحث مذکور ہیں۔ یہ کتاب مکہ معظمہ میں تصنیف ہوئی ہے اور دس ابواب پر منقسم ہے۔ تا حال چھپی نہیں۔ اس کے مخطوطات کتب خانہ آصفیہ میں فن کلام کے نمبر (۹۷۴) پر۔ اور بانکی پور کے کتب خانہ مشرقیہ میں کتب عربی کے نمبر (۱۱۳۶) پر محفوظ ہیں۔

۴۔ رشف النصایح الایمانیہ و کشف الفضائح الیونانیہ [49]۔ اس میں شیخ الشیوخ نے علم کلام کے مسائل پر متصوفانہ اور مورخانہ انداز سے بحث کی ہے۔ اس کے ضمن میں امام محمد غزالی کی تهافة الفلاسفه کی اتباع میں فلسفہ یونان کا ابطال کیا ہے۔ یہ کتاب شیخ الشیوخ نے خلیفہ الناصر (سنہ ۵۷۵ ھ۔ سنہ ۶۲۲ ھ) کے لئے لکھی ہے اس میں پندرہ باب اور دو خاتمے ہیں۔ امام غزالی کی احیاء العلوم کا جو نسخہ سنہ ۱۳۰۶ ھ میں بمقام قاہرہ طبع ہوا ہے اس کے حاشیہ پر یہ کتاب چھپ گئی ہے۔ ملا معین الدین یزدی المتوفی سنہ ۷۸۹ ھ نے جو تاریخ آل مظفر کا مصنف ہے۔ فارسی میں اس کا ترجمہ کیا ہے [50]۔ جس کا مخطوطہ برٹش میوزیم میں محفوظ ہے۔ [51]

---

45 ۔ کتاب مذکور۔ جلد اول۔ صفحہ ۴۴۰ و ۴۴۱۔

46 ۔ کشف الظنون۔ جلد ثانی صفحہ ۶۰۷۔

47 ۔ فہرست کتب خانہ خدیویہ۔ جلد اول صفحہ ۱۱۰۔

48 ۔ کشف الظنون۔ جلد اول صفحہ ۱۲۴۔

49 ۔ کشف الظنون جلد اول صفحہ ۵۷۲۔

50 ۔ کشف الظنون۔ جلد اول صفحہ ۲۱۹ و ۵۷۲۔

51 ۔ ریو۔ مخطوطات فارسی۔ جلد دوم صفحہ ۸۵۳۔

پروفیسر براؤن نے اپنی کتاب تاریخ ادبیات ایران میں لکھا ھے کہ مسٹر کلارک نے اس کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا ھے جو اس کے دیوان حافظ کے انگریزی ترجمہ مطبوعہ لندن سنہ ۱۸۹۱ ء کے ساتھ بطور ضمیمہ شامل ھے [52] ۔ لیکن اس بارے میں پروفیسر آنجہانی کو تسامح ھوگیا ھے ۔ حقیقت یہ ھے کہ ترجمہ دیوان حافظ کے ساتھ عزالدین محمود کی مصباح الھدایہ کے اقتباس کا ترجمہ چھپا ھے ۔ جس کو پروفیسر نے رشف النصائح کا ترجمہ سمجھ لیا ھے ۔

۵ ۔ کتاب الاوراد ۔ شیخ الشیوخ نے اس میں اوراد و ادعیہ جمع کئے ھیں ۔ مخدوم جہانیاں سید جلال الدین البخاری المتوفی سنہ ۷۸۵ ھ اس کو سبق بہ سبق پڑھایا کرتے تھے [53] ۔ کتب خانہ آصفیہ میں فن ادعیہ کے نمبر ۹۱ اور ۱۲۹ پر اس کے دو مخطوطے محفوظ ھیں ۔ علی بن احمد الغوری [54] متوطن کڑہ مضافات جون پور نے جو شیخ صدرالدین ابو الفتح ملتانی کے مرید ھیں بعہد سلطان محمد بن تغلق (سنہ ۷۲۵ ھ ۔ سنہ ۷۵۲ ھ) فارسی زبان میں اسکی مبسوط شرح لکھی ھے ۔ اس کا نام کنز العباد فی شرح الاوراد ھے [55] ۔ اور سنہ ۱۳۲۶ ھ میں بمقام قازان چھپ گئی ھے ۔ اس کے ۴۷۴ صفحات ھیں ۔

٦ ۔ جذب القلوب الی مواصلة المحبوب ۔ معرفت و سلوک کے بیان میں چھوٹا سا رسالہ ھے اور سنہ ۱۳۱۸ ھ میں حلب میں چھپ گیا ھے ۔

۷ ۔ کتاب الوصایا [56] ۔ اسد بن علی البرسوی نے اسکی شرح لکھی ھے اور اس کا مخطوطہ برلن میں محفوظ ھے ۔ [57]

۸ ۔ رحیق المختوم لذوی العقول و الفہوم ۔ اس کا مخطوطہ برلن میں محفوظ

52 ۔ تاریخ ادبیات ایران جلد دوم صفحہ ۸۵۳ ۔

53 ۔ الدار المنظوم ۔

54 ۔ نزھتہ الخواطر صفحہ ۹۱ ۔

55 ۔ محبوب الالباب صفحہ ٦۱۱ ۔ ایوانو ۔ مخطوطات فارسی ۔ نمبر ۱۰٦۵ ۔

56 ۔ کشف الظنون ۔ جلد ثانی صفحہ ٦۳۵ ۔

57 ۔ اھلورد ۔ مخطوطات عربی ۔ برلن لائبریری ۔ نمبر ۳۹۹۳ ۔

ھے 58۔ کتب خانہ آصفیہ میں فن تصوف کے نمبر (۱۰۶) پر شیخ جمال الدین محمد بن عبداللہ بن العیدروس الباعلوی المتوفی سنہ ۱۰۳۱ ھ کی کتاب ایضاح اسرار العلوم کا مخطوطہ ھے اس کے آخر میں رحیق المختوم کا مخطوطہ بھی شامل ھے۔ 59

۹۔ صفوۃ الصوفیہ فی آداب المریدین 60۔ چھوٹا سا رسالہ ھے۔ اس میں سینتالیس (۴۷) باب ھیں اور ان میں شیخ الشیوخ نے منازل سلوک بیان کئے ھیں۔ اس کے مخطوطے ریاست رام پور کے کتب خانہ میں فن سلوک کے نمبر ۲۶ پر اور بانکی پور کے کتب خانہ میں کتب عربی کے نمبر ۸۶۴ پر موجود ھیں۔ اور ان کتب خانوں کی فہرست میں اس کا نام ارشاد المریدین درج ھے۔

۱۰۔ مقامات العارفین۔ اس کا مخطوطہ برلن میں محفوظ ھے۔ 61

۱۱۔ رسالہ فی اعتقاد الحکماء۔ اس کا مخطوطہ پیرس میں محفوظ ھے۔ 62

(۱۱)

عوارف المعارف اسلامی ادبیات کی اعلیٰ ترین تصنیفات میں شامل ھے۔ آئمہ صوفیہ نے اسے معرفت و سلوک کی امہات الکتب میں شمار کیا ھے۔ مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری المتوفی سنہ ۷۸۵ ھ اپنے مجالس میں بار بار فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی شخص کا پیر نہ ھو اور وہ عوارف پڑھے اور اس پر عمل کرے تو بلا شبہ ولی ھو جائے 63۔ مخدوم جہانیاں نے عوارف مدینہ منورہ میں شیخ مدینہ عبد اللہ المطری سے پڑھی۔ اس کے بعد فارس کے شہر شبانکارہ میں

58۔ اھلورد۔ مخطوطات عربی۔ برلن لائبریری۔ نمبر $\frac{۳۳۰۲}{۳}$

59۔ فہرست کتب خانہ آصفیہ۔ جلد اول۔ صفحہ ۳۶۰۔

60۔ رفاعیہ۔ صفحہ ۲۵۹۔

61۔ اھلورد۔ مخطوطات عربی۔ برلن لائبریری نمبر ۳۳۰۵۔

62۔ دی سیلان۔ مخطوطات عربی۔ پیرس لائبریری صفحہ ۱۱۴۷۔

63۔ الدرر المنظوم۔ صفحہ ۶۳۱۔

آ کر شیخ الشیوخ کے مرید شیخ شرف الدین محمود تستری سے اسکی تجدید کی ۔ ہندوستان میں آ کر سالہا سال اس کے درس میں مشغول رہے ۔ [64]

شیخ جمال الدین محدث اوچه اپنی مجلس درس میں علی الدوام پانچ کتابیں پڑھایا کرتے تھے ۔ فقه میں هدایه ۔ اصول میں بزدوی ۔ حدیث میں مشارق و مصابیح ۔ سلوك میں عوارف ۔ [65]

شیخ عزالدین محمود بن علی الکاشی المتوفی سنه ۷۳۵ ھ عوارف کو پڑھاتے وقت مولانا نورالدین عبدالصمد بن علی الاصفہانی اور شیخ ظہیر الدین عبدالرحمن بن علی بن برغش سے اس کی روایت کرتے تھے ۔ ان دونوں نے شیخ نجیب الدین علی بن برغش سے اور انہوں نے بلاواسطه خود شیخ الشیوخ سے اس کی روایت کی ھے ۔ [66]

عوارف کے مقبول عام ہونے کی بڑی دلیل یه ھے که مشاهیر علماء و مصنفین نے اسکے شروح و حواشی لکھے، نیز خلاصے اور ترجمے کئے ھیں ۔

محدث حجاز مفتئی حرم محب الدین ابو العباس احمد بن عبداﷲ الطبری [67] المتوفی سنه ۶۹۴ ھ نے جو آئمه حدیث سے ھیں عوارف کا خلاصه کیا ھے [68] ۔ اس کا مخطوطه جو سنه ۱۰۲۷ ھ میں مکتوب ھوا ھے برٹش میوزیم میں محفوظ ھے ۔ [69]

شیخ زین الدین قاسم بن قطلوبغا بن عبداللہ الجمال المصری المتوفی سنه ۸۷۹ ھ [70] نے جو تاج التراجم کے مصنف ھیں عوارف کے احادیث کی تخریج کی [71] ۔ اس کا مخطوطه پیرس کے کتب خانه ملّی میں موجود ھے ۔ [72]

---

64 - الدرالمنظوم ۔ صفحه ۴۷۸ و ۵۵۲ و ۶۰۹ ۔

65 - الدرالمنظوم ۔ صفحه ۶۳۱ ۔

66 - نفحات الانس ۔ طبع لکھنو صفحه ۴۲۷ ۔

67 - تذکرة الحفاظ ۔ جلد رابع صفحه ۲۶۷ ۔

68 - کشف الظنون جلد ثانی صفحه ۱۳۹ ۔

69 - دیو ۔ مخطوطات عربی ۔ صفحه ۸۸۴ ۔

70 - شذرات الذهب ۔ جلد سابع صفحه ۳۲۶ ۔ فواید البهیه ۔ طبع مصر ۔ صفحه ۹۹ ۔

71 - کشف الظنون ۔ جلد ثانی صفحه ۱۳۹ ۔

72 - دی سیلان ۔ مخطوطات عربی ۔ کتب خانه ملی نمبر ۲۸۱۲ ۔

علامه سید شریف زین الدین علی بن محمد الجرجانی المتوفی سنه ۸۱۶ ھ [73]۔ اور مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی المتوفی سنه ۱۰۳۴ ھ نے عوارف پر تعلیقات لکھے ھیں۔ [74]

عوارف کے شروح میں خواجه بنده نواز گیسودراز سید محمد بن یوسف الحسینی المتوفی سنه ۸۲۵ ھ کے شروح زیاده مشهور ھیں۔ آپ نے پهلی شرح بزمانهٔ قیام دهلی عربی زبان میں تصنیف کی۔ معارف العوارف اس کا نام ھے۔ دوسری شرح کو گلبرگه تشریف لانے کے بعد فارسی میں تصنیف فرمایا ھے۔ [75]

قریب قریب اسی زمانه میں مخدوم الفقیه علاء الدین ابوالحسن علی بن احمد المهائمی المتوفی سنه ۸۳۵ ھ صاحب تفسیر تبصیر الرحمن نے بزبان عربی عوارف کی ایک مبسوط شرح لکھی اور اس کا نام زوارف اللطایف شرح عوارف المعارف رکھا [76]۔ اس کے خاتمه سے ظاهر هوتا ھے که بروز جمعه ۳۔ محرم سنه ۸۱۸ھ کو یه شرح تمام هوئی ھے۔ اس کے مخطوطے حیدرآباد، رام پور اور بانکی پور کے کتب خانوں میں محفوظ ھیں۔ کتب خانه آصفیه میں فن تصوف کے نمبر ۷۰۲ و ۱۴۷۸ پر دو مخطوطے۔ کتب خانه رام پور میں فن سلوک کے نمبر ۳۴۴ پر ایک مخطوطه۔ کتب خانه بانکی پور میں کتب عربی کے نمبر ۸۶۳ پر ایک مخطوطه۔

عوارف کی ایک اور شرح شیخ عبدالقدوس بن ابوالمکارم اسمعیل بن صفی بن نصیر الغزنوی المتوفی سنه ۹۴۴ ھ [77] و المدفون فی گنگوه مصنف انوار العیون نے سنه ۹۲۳ ھ میں بعهد سلطان سکندر شاه لودهی (سنه ۸۹۴ ھ۔ سنه ۹۱۵ ھ) تصنیف کی ھے۔ زبان عربی ھے۔ نام معارف شرح عوارف ھے۔ اس کی جلد اول کا ایک

73۔ مفتاح السعاده۔ جلد اول صفحه ۱۶۷۔ بغیة الوعاة صفحه ۳۰۱۔ روضات الجنات صفحه ۴۹۷۔
74۔ سبحة المرجان۔ طبع بمبئی۔ صفحه ۴۷ تا ۵۲۔
75۔ سیر محمدی۔ طبع اله آباد۔ صفحه ۱۰۲۔
76۔ اخبار الاخیار۔ طبع دهلی سنه ۱۳۳۲ ھ۔ صفحه ۱۷۹۔
77۔ اخبار الاخیار صفحه ۲۲۱ و تذکره علمائے هند صفحه ۱۳۰۔

خوش خط مخطوطه جو آخر سے ناقص ہے کتب خانہ آصفیہ میں فن تصوف کے نمبر ۸۸۱ پر موجود ہے۔

فارسی زبان میں عوارف کے دو ترجمے ہوئے ہیں۔ ان میں پہلا اور قدیم ترجمہ شیخ ظہیر الدین عبد الرحمن بن نجیب الدین علی بن برغش شیرازی [78] المتوفی سنہ ۷۱٦ ھ کا ہے۔ اس کا ذکر مولانا جامی اور حاجی خلیفہ نے بھی کیا ہے۔ اور کیمبرج یونیورسٹی کے کتب خانہ میں اس کا مخطوطہ موجود ہے دوسرا ترجمہ شیخ فخرالدین اسمعیل بن عبد المومن المتوفی سنہ ۹۱۰ ھ نے کیا ہے۔ اس کا مخطوطہ اسلامبول کے کتب خانۂ نور عثمانیہ میں ۴۳۲۰ پر موجود ہے۔

ترکی زبان میں بھی اس کے دو ترجمے ہوئے ہیں۔ ان میں قدیم ترجمہ مولانا محمود عارفی ہروی [79] صاحب مثنوی گوئی چوگاں کا ہے۔ جو امیر تیمور کے فرزند سلطان شاہرخ (سنہ ۸۰۷ ھ۔ سنہ ۸۵۰ ھ) کے عہد میں ہوا ہے۔ اور اس وقت نادر و نایاب ہے۔ دوسرا ترجمہ احمد بن سعید بغوی کا ہے۔ اور اس کا مخطوطہ قسطنطنیہ کے کتب خانہ ایا صوفیہ میں نمبر ۱۷۱۴ پر محفوظ ہے۔

حاجی خلیفہ نے بیان کیا ہے کہ شیخ عزالدین محمود بن علی الکاشی المتوفی سنہ ۷۳۵ ھ [80] شارح قصیدہ ابن الفارض نے بھی عوارف کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ ترجمہ نہیں ہے بلکہ خلاصہ ہے۔ اور اس کا نام "مصباح الہدایہ و مفتاح الکفایہ" ہے [81]۔ سنہ ۱۸۷۵ ء میں لکھنؤ میں چھپ گیا ہے دس ابواب پر منقسم ہے ہر ایک باب میں دس دس فصول ہیں۔ ابواب کی تفصیل یہ ہے:-

---

78 - نفحات الانس صفحہ ۴۳۲ -

79 - حبیب السیر جلد سوم جز سوم صفحہ ۱۵۰ -

80 - نفحات الانس صفحہ ۴۳۷ -

81 - کشف الظنون جلد ثانی صفحہ ۱۳۹ و ۵۴۰ -

(۱) دربیان اعتقادات متصوفه۔
(۲) دربیان علوم۔
(۳) دربیان معارف۔
(۴) دربیان اصطلاحات صوفیان۔
(۵) دربیان مستحسنات صوفیان۔
(۶) دربیان آداب۔
(۷) دربیان اعمال۔
(۸) دربیان اخلاق۔
(۹) دربیان مقامات۔
(۱۰) دربیان احوال و ختم کتاب۔

لفٹننٹ کرنل ایچ، ڈبلیو، کلارک (H. W. Clark) نے جگہ جگہ سے اقتباس کر کے مصباح الهدایه کے متعدد فصول کا انگریزی میں ترجمه کیا هے۔ اور آسے اپنے دیوان حافظ کے ترجمه کے ساتھ جو سنه ۱۸۹۱ ء میں بمقام لندن طبع هوا هے۔ بطور ضمیمه چھپوایا هے۔

قریباً پینتالیس سال هوئے که منشی نول کشور نے مولوی محمد ابوالحسن فریدآبادی سے عوارف کا آردو زبان میں ترجمه کرایا۔ اور آسے پہلی مرتبه سنه ۱۸۹۱ء میں اپنے مطبع واقع لکھنو میں چھپوا کر شائع کیا۔ اس کے بعد سنه ۱۹۰۶ ء میں اس کا ایك اور ایڈیشن شائع هوا۔

عوارف کے اصل عربی متن کو سید عبد الله النهاری اور شیخ محمد امین الکردی نے مصر کے مطبع وهبیه میں سنه ۱۲۹۲ ھ میں دو جلدوں میں چھپوایا هے۔ امام غزالی کی 'احیاء العلوم' کے جو نسخے مصر میں سنه ۱۲۸۲ ھ میں، بولاق میں سنه ۱۲۸۹ ھ اور سنه ۱۳۰۳ ھ میں مطبع ازهریه میں، سنه ۱۳۱۶ ھ میں مطبع میمنیه، میں، سنه ۱۳۲۳ ھ میں دارالکتب العربیه میں۔ سنه ۱۳۳۲ ھ میں طبع هوئے هیں۔ آن کے حواشی پر بھی عوارف کا اصل عربی متن چھپا هوا هے۔

مصادر

وہ کتابیں جن میں شیخ الشیوخ کے حالات مستقل عنوان کے تحت مذکور ھیں:-

(عربی)

۱ - معجم البلدان - یاقوت الحموی المتوفی سنه ٦۲٦ھ - مصر سنه ۱۳۲۳ ھ -

۲ - وفیات الاعیان - ابن خلکان المتوفی سنه ٦۸۱ ھ - ایران سنه ۱۲۸۴ ھ -

۳ - حوادث الجامعه - ابن الفوطی المتوفی سنه ۷۲۳ھ - بغداد سنه ۱۹۳۲ ع -

۴ - مراۃ الجنان - امام یافعی المتوفی سنه ۷٦۸ ھ - حیدرآباد سنه ۱۳۳۷ ھ -

۵ - طبقات الشافعیه - تاج الدین سبکی المتوفی سنه ۷۷۱ ھ - مصر ۱۳۲۴ ھ -

٦ - مفتاح السعاده - طاشکبری زاده المتوفی سنه ۹٦۲ ھ - حیدرآباد سنه ۱۳۲۹ ھ -

۷ - شذرات الذهب - ابن عماد الحنبلی المتوفی سنه ۱۰۸۹ ھ - مصر سنه ۱۲۵۱ ھ -

۸ - روضات الجنات - محمد باقر الموسوی - ایران سنه ۱۳۱۷ ھ -

۹ - الاعلام - خیرالدین الزرکلی - قاھرہ سنه ۱۹۲۷ ع -

۱۰ - معجم المطبوعات - یوسف الیاس سرکیس - قاھرہ سنه ۱۹۲۸ ع -

(فارسی)

۱۱ - تاریخ گزیدہ - حمد اللہ مستوفی تالیف سنه ۷۴۴ ھ - لیڈن سنه ۱۹۱۰ ع -

۱۲ - نفحات الانس - عبد الرحمن الجامی المتوفی سنه ۸۹۸ ھ - لکھنو سنه ۱۹۱۵ ع -

۱۳ - حبیب السیر - غیاث الدین خوند میر المتوفی سنه ۹۴۱ ھ - بمبی سنه ۱۲۷۳ ھ -

۱۴ - هفت اقلیم - امین احمد رازی - قلمی -

۱۵ - مجالس المومنین - قاضی نوراللہ شوستری المقتول سنه ۱۰۱۹ ھ - ایران -

۱۶ - سفینة الاولیا - شهزاده داراشکوه المقتول سنه ۱۰۶۸ ھ - لکهنو سنه ۱۹۰۰ ع -

۱۷ - تحفة الکرام - علی شیر قانع تالیف سنه ۱۱۸۱ ھ - دهلی سنه ۱۳۰۴ ھ -

۱۸ - ریاض العارفین - رضا قلی خان هدایت - طهران - طبع جدید -

۱۹ - مجمع الفصحا - رضا قلی خان هدایت - طهران سنه ۱۲۹۵ ھ -

۲۰ - خزینة الاصفیا - غلام سرور لاهوری - لکهنو سنه ۱۹۱۴ ع -

۲۱ - درالدارین - سید علی موسوی - حیدرآباد سنه ۱۳۰۸ ھ -

۲۲ - تاریخ ادبیات ایران - ڈاکٹر رضا زاده شفق - طهران سنه ۱۳۱۳ ھ -

(جرمنی - انگریزی)

۲۳ - *C. Brockelmann*, Geschichte der Arabischen Litteratur, Weinmar, 1898.

۲۴ - *Ibn Khallikan*, Biographical Dictonary, Translated into English by M. De Slane, 1842–71.

۲۵ - *C. C. Huart*, A History of Arabic Literature,

۲۶ - *E. G. Brown*, A History of Persian Literature

۲۷ - The Encyclopædia of Islam,

وہ کتابیں جن میں شیخ الشیوخ کا حال یا اُن کی تصنیفات کا تذکرہ ضمناً آیا ہے یا جن سے بعض تاریخی اور جغرافیائی معلومات ماخوذ ہیں :۔

(عربی)

۲۸ - تاریخ ظہور التتر - نور الدین محمد بن احمد النسوی - پیرس سنۃ ۱۸۹۱ ع -
۲۹ - دول الاسلام - امام ذہبی المتوفی سنہ ۷۴۸ ھ - حیدرآباد سنہ ۱۳۳۷ ھ -
۳۰ - تذکرۃ الحفاظ - امام ذہبی - حیدرآباد سنہ ۱۳۳۳ ھ
۳۱ - کشف الظنون - حاجی خلیفہ المتوفی سنہ ۱۰۶۷ ھ - استنبول سنہ ۱۳۱۱ ھ
۳۲ - سبحۃ المرجان - آزاد بلگرامی - بمبئی سنہ ۱۳۰۳ ھ
۳۳ - فوائد البہیہ - عبدالحی فرنگی محلی - مصر سنہ ۱۳۲۴ ھ
۳۴ - نزہۃ الخواطر - سید عبدالحی لکھنوی - سنہ ۱۳۵۰ ھ

(فارسی)

۳۵ - سفر نامہ - حکیم ناصر خسرو المتوفی سنہ ۴۸۱ ھ برلن سنہ ۱۲۴۱ ھ
۳۶ - بوستان - شیخ سعدی شیرازی - ویانا سنہ ۱۸۵۸ ع
۳۷ - سلجوق نامہ - ابن بی بی - لیڈن سنہ ۱۸۹۱ ع
۳۸ - راحت القلوب - شیخ نظام الدین بدایونی المتوفی سنہ ۷۲۵ ھ - اردو ترجمہ
۳۹ - فوائد الفواد - امیر حسن بن علا سجزی لکھنو سنہ ۱۳۰۲ ھ
۴۰ - مناقب العارفین - شمس الدین افلاکی - آگرہ سنہ ۱۸۹۷ ع
۴۱ - نزہۃ القلوب - حمداللہ مستوفی - لیڈن سنہ ۱۹۱۵ ع

۴۲ - درر المنظوم - علاء الدین الحسینی - دهلی سنه ۱۳۰۹ ھ - اردو ترجمه

۴۳ - سیر محمدی - سید محمد علی سامانی - طبع اله آباد سنه ۱۳۴۷ ھ

۴۴ - آئین اکبری - ابو الفضل علامی - لکهنو سنه ۱۸۶۹ ع

۴۵ - اخبار الاخیار - شیخ عبدالحق دهلوی - دهلی سنه ۱۳۰۹ ھ

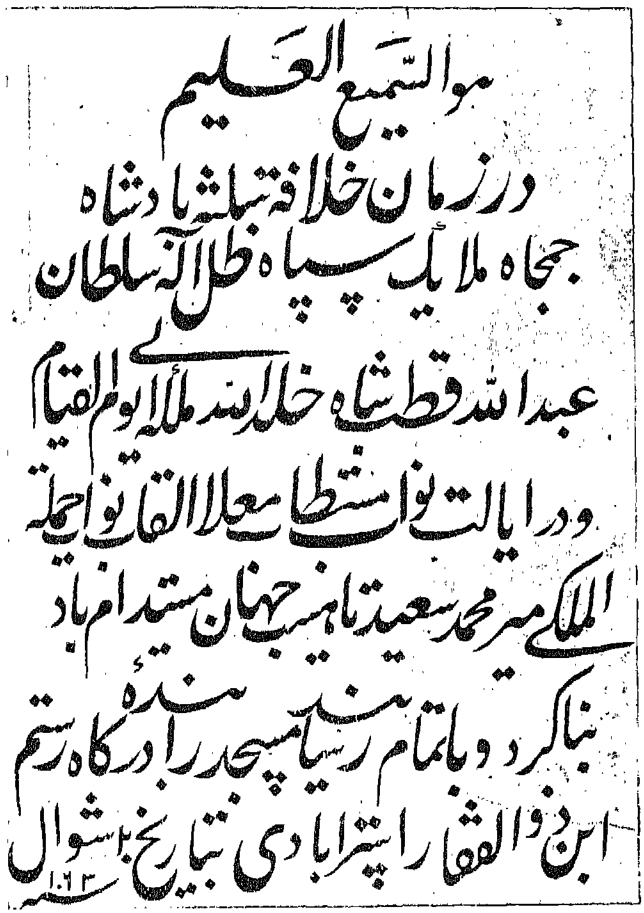
۴۶ - محبوب الالباب - خدا بخش خان - حیدرآباد سنه ۱۳۰۰ ھ

(جرمنی - فرانسیسی - انگریزی)

۴۷ - *W. Ahlwardt,* Verzeichniss der arabischen Handschriften der Koniglichen Bibliothek zu Berlin, 1887–99.

۴۸ - *M. le Baron de Slane,* Bibliotheque Nationale, Catalogue des Manuscripts Arabes. Paris, 1883–95.

۴۹ - *Ch. Riev,* British Museum, Catalogue of the Persian Manuscripts, London, 1879–83.



پونا ملی کا قطب شاہی کتبہ

Nawab Imad ul-Mulk Memorial Volume

مآثر قطبشاهی

سلطنت گولکنڈہ کی اسلامی تہذیب

نوشتۂ حکیم سید شمس اللہ قادری

THE GLORIES OF GOLCONDA

Islamic Culture in the Qutub-Shahi Kingdom

By Hakim Sayyid Shams-ullah Qadri

سُرمه شُد خاکِ تلنگانه ز فرخ پای تو

ایِ فدائ خاک پاکت هر زمان جانِ نوی

گر صفاهان نو شُد از شاهِ جهانْ عباس شاه

حیدرآباد از تو شُد شاهان صفاهان نوی

میر محمد مومن استرآبادی

مغولون کے بے شمار صحراء نشین قبائل زمانۂ نا معلوم سے ایشیا کے آن دشت و جبل میں آباد تھے۔ جو جیحون و سیحون سے مشرق کے انتہائی حدود اور قبچاق کے دامن سے ہرجه اور ختا کے ولایات تك پھیلے ہوئے ہیں - جناب مسیح کی ولادت سے تھوڑی مدت پہلے اس قوم کے بعض قبیلے وطن چھوڑ کر ماوراءالنہر میں آئے - جبال فرغانه کے قرب و جوار میں سکونت اختیار کی - آب و ہوا کے اثرات اور امتداد ایام کے باعث ان کے عادات و اطوار - شکل و شمایل اور رسم و رواج میں بتدریج فرق پیدا ہو گیا۔ یہاں تك که ان میں اور مغولون میں یه فرق بیّن طور پر تمیز ہونے لگا - اور ان کے خصایل و خصایص به نسبت مغولون کے ترکون سے زیادہ مشابه ہو گئے - یه قبیلے ترکی نسل سے نہیں تھے اس لئے اہل دانش نے ان کا نام 'ترکمان' یعنی 'ترکون کے مانند' رکھدیا [1] -

چنگیز خان کی تاخت و تاز میں ترکمانون کے دو قبیلون نے جبال فرغانه کی سکونت چھوڑ دی - ایران سے گذرتے ہوئے ارض روم میں آئے - یہاں سے آرمینیه میں وارد ہو کر بحیرۂ ارجیش [2] تك پہنچے اور اس کی جنوبی وادیون کو اپنا مسکن بنایا - ان نو وارد قبیلون کے نشانون پر سیاہ اور سفید گوسفندون کی شکلیں ہوا کرتی تھیں اس لئے تاریخ مین ان کا لقب 'قراقویونلو' اور 'آق قویونلو' مشہور ہو گیا -

---

1 - روضه الصفاء طبع بمبئی - جلد پنجم ص ٥ - مورخ سید جمال‌الدین عرب نے مرزا اسکندر بن عمر شیخ بن امیر تیمور کے عهد میں ایك تاریخ لکھی ہے - اس میں ترکمانون کی اصل و نسل کی نسبت اسطرح تحریر کیا ہے- 'ترکمان قومی علاحده اند ورای ترکان و ایشان را بواسطه مشابهت با اتراك ترکمان گفته اند' -

2 - بحیره ارجیش — ملك ارمینیه کی ایك جھیل، جس کا دور (٨٠) فرسخ ہے - اس کا کوئی خاص نام نہین ہے بلکه اس کے کنارے جو شہر آباد ہیں ان سے منسوب کرکے مختلف مصنفون نے اس کا تذکرہ مختلف نامون سے کیا ہے - حمد الله مستوفی نے بحیره ارجیش لکھا ہے (نزهته القلوب طبع یورپ ص ٢٤١) مآثر رحیمی (جلد اول ص ١١) میں بحیره اطلیس آیا ہے- زمانۂ حال کے مصنف وان Van کے نام سے اس کا ذکر کرتے ہیں - دائرة المعارف الاسلامیه جلد اول ص ٥٨٢ -

جس کے معنی ھیں 'صاحبان گوسفندان سیاہ و سفید' [3] ۔

قراقویونلو ترکمانوں کی ایك شاخ بہارلو کہلاتی ھے ۔ اس قبیلہ کے سردار تمام قوم کے سردار سمجھے جاتے تھے ۔ امیر تورہ بیگ بہارلو، قراقویونلو ترکمانوں میں پہلا شخص ھے جس کا تذکرہ تاریخ میں آیا ھے ۔ اس کے ساتھ جن لوگوں نے جبال فرغانہ کو چھوڑا ھے اُن کے خانوادوں کی تعداد تیس ھزار سے زیادہ تھی ۔ اس قوم نے آرمینیہ آنے کے بعد کم و بیش پچاس سال ملوك جلائر [4] کی زیر حمایت گزارے ۔ آٹھوین صدی کے ایام وسطی میں امیر بیرم خواجہ قراقویونلو

---

3 ۔ ان قبائل کے حالات کتب ذیل میں ملاحظہ فرمائے ۔ حبیب السیر جلدسوم جز سوم ص۱۰۱ ص۱۰۲ ص۱۰۵ ص۱۲۰ ص۱۲۴ ص۱۳۱ ص۱۳۳ جز چھارم ص۱۴ ص۱۵ ــ (۲) لب التواریخ طبع طھران ص۲۱۱ تا ص۲۳۲ (۳) مآثر رحیمی طبع کلکتہ جلد اول ص۱۰ تا ص۵۴ (۴) مقدمہ تاریخ قطب شاھی (۵) The Encyclopaedia of Islam, Vol. I. p. 237. Vol. II. p. 793, (٦) دائرۃ المعارف الاسلامیہ جلد دوم ص ۴۸۱ (۷) ڈاکٹر اظھرعلی نے قراقویونلو ترکمانوں پر ایك مبسوط مقالہ لکھا ھے جو ادارہ معارف اسلامیہ کے اجلاس اول منعقدہ ۱۵ اپریل سنہ ۱۹۳۳ ع کی روئداد میں ص ۳٦۷ سے ص ۴۰۲ تك شایع ھوا ھے ۔

4 ۔ جلائر عراق و آذربائجان کا حکمران خاندان جسکو ملوك ایلکانیہ بھی کہتے ھیں ۔ چنگیز خان کے زمانہ سے امارت و سپہ سالاری اس خاندان میں موروثی چلی آرھی تھی ۔ آق بوقا بن امیر ایلکان مغول بادشاہ کیخاتو بن ابقاقا آن (سنہ ٦۹۰ھ سنہ ٦۹۴ھ) کا امیرالامرا تھا ۔ اسکے فرزند حسین نویان سے ارغون خان بن ایقا (سنہ ٦۸۳ ھ سنہ ٦۹۰ ھ) کی دختر منسوب تھی ۔ غازان خان (سنہ ٦۹۴ ھ سنہ ۷۰۳ ھ) کے زمانہ مین خراسان کی ایالت پر مامور تھا ــ اسکے فرزند حسن بزرگ کو سلطان ابو سعید (سنہ ۷۱٦ ھ سنہ ۷۳٦ ھ) نے دیار روم کی ایالت تفویض کی تھی ۔ ابو سعید کی وفات کے بعد حسن نے عراق پر قبضہ کرلیا اور بغداد کو دارالحکومت بنا کر سلطنت ایلکانی کا سنگ بنیاد رکھا ۔

حسن بزرگ کے فرزند سلطان اویس (سنہ ۷۵۷ھ سنہ ۷۷٦ھ) نے سنہ ۷۵۹ ھ میں شاھان اوزبك سے آذربائیجان فتح کیا ۔ سنہ ۷٦٦ ھ میں موصل اور دیار بکر کے ولایات اپنے مقبوضات میں شامل کئے ۔ اسکے جانشین سلطان حسین کے ساتھ آل مظفر اور ترکمانان قراقویونلو ھمیشہ لڑائی جھگڑے کرتے رھے ۔ اسکے بعد اسکی سلطنت اسکے دوبیٹوں پر تقسیم ھوگئی ۔ عراق اور آذربائیجان سلطان احمد (سنہ ۷۸۴ ھ سنہ ۸۱۳ ھ) کو ملا ۔ کردستان بایزید کے قبضہ میں آیا ۔ امیر تیمور نے پیھم حملے کرکے شمالی ایران فتح کرلیا ۔ سلطان احمد فرار ھو کر مصر چلا گیا ۔ تیمور کی وفات تك سلطان برقوق کے یہاں پناہ گیر رھا ۔

سلطان احمد سنہ ۸۰۷ھ میں مصر سے واپس آکر بغداد پر پھر قبضہ کرلیا ۔ لیکن قرا یوسف کے ھنگاموں سے اسکو چین نہین ملا ۔ اور جب قرا یوسف نے اس کو مار کر بغداد پر قبضہ کرلیا تو خاندان جلائر کی حکومت کا خاتمہ ھوگیا ۔ اس موقع پر یہ بتا دینا بھی ضروری معلوم ھوتا ھے کہ مشہور شاعر سلمان ساؤجی اسی خاندان سے وابستہ اور سلطان اویس کا ندیم خاص تھا ۔ سلطان کی مدح میں اس کا ایك قطعہ مشہور ھے ۔

دارای شرق و غرب شھنشاہ بحر و بر ۔۔۔ کاوصاف ذات جودش از اندازہ برتر است
سلطان اویس سایہ حق کز کمال عدل ۔۔۔ ذاتش مغز دولت و دین پیمبر است

(۱) حبیب السیر جلد سوم جز اول ص۱۳۵ تا ص۱۴۰ (۲) لب التواریخ طبع طھران ص۱۵٦ تا ص۱٦۱ ــ
(۳) طبقات سلاطین اسلام طبع طھران ص ۲۹ ــ

ترکمانون کا سردار اور امیر تورہ بیگ کا پڑپوتا گذرا ھے۔ اس نے سلطان حسن بزرگ (سنہ ۷۳۶ ھ سنہ ۷۵۷ ھ) کے عہد سلطنت میں شاھی ملازمت اختیار کی اور اسکی طرف سے موصل و ارجیش کی حکومت پر مامور ھوا۔ اس کے پوتے قرا محمد نے سلطان اویس بن حسن بزرگ (سنہ ۷۵۷ ھ سنہ ۷۷۶ ھ) کے زمانے میں بادشاھون کے مانند اقتدار حاصل کرلیا۔ ملوك جلائر کے باجگزار کی حیثیت سے موصل، سنجار، میافارقین، ارجیش اور واسط وغیرہ میں اس کی حکومت قایم ھوگئی۔

قرا محمد کا سنہ ۷۹۰ ھ میں انتقال ھوا۔ اس کے بیٹے قرا یوسف کو سلطان احمد بن اویس (سنہ ۷۸۴ھ سنہ ۸۱۳ھ) نے باپ کا جانشین قرار دیا۔ لیکن امیر تیمور کے حملون سے پریشان ھوکر مدت تك مصر میں پناہ گزین رھا۔ سنہ ۸۰۷ ھ میں تیمور نے وفات پائی اس کے بعد قرا یوسف مصر سے فرات کے کنارے آیا۔ از دست رفتہ ملك کو واپس لینے کی کوشش شروع کی۔ سنہ ۸۱۰ ھ میں تبریز پر قابض ھوکر تمام آذربائیجان کو منضبط کرلیا۔ سنہ ۸۱۳ ھ میں سلطان احمد کو مارکر بغداد فتح کیا۔ اس زمانہ سے آذربائیجان اور عراقِ عرب میں قرا یوسف کی حکومت کو استقلال حاصل ھوگیا۔

سنہ ۸۲۳ ھ میں قرا یوسف نے انتقال کیا۔ اسکے بعد اسکا لڑکا مرزا اسکندر تخت پر متمکن ھوا۔ اس نے کم وبیش اٹھارہ سال حکومت کی۔ اس کے بعد اس کا بھائی جہان شاہ بر سرحکومت ھوا۔ جہان شاہ کو شاھرخ بن تیمور نے تخت نشین کیا تھا۔ اس لئے شاھرخ جب تك زندہ رھا جہان شاہ اس کا مطیع و فرمان بردار رھا۔ سنہ ۸۵۰ ھ میں جب اس کا انتقال ھوگیا تو جہان شاہ نے آزادی حاصل کرلی۔ اور شاھرخ کی اولاد سے ملك کے لئے لڑائیان شروع کین۔ اس پُرآشوب زمانہ سے فائدہ اٹھا کر مرزا اسکندر کے فرزند مرزا الوند بیگ نے سیستان و کرمان پر قبضہ کرلیا۔ سنہ ۸۶۱ ھ میں جب مرزا بابر نے انتقال کیا تو ھرات پر جہان شاہ کا قبضہ ھوگیا۔ اس فتح کے بعد آذربائجان سے خراسان تك تمام ملك جہان شاہ کے قبضہ میں آگیا۔ اسی زمانے میں جہان شاہ نے اپنے لڑکے مرزا یوسف کی دختر خدیجہ بیگم کا عقد مرزا الوند کے لڑکے پیرقلی سے کردیا۔ اور اس قرابت کے بعد کرمان و سیستان کے عوض ھمدان کا علاقہ مرزا الوند کو دیکر آسے

اپنا مطیع بنا لیا۔

نویں صدی کے اوائل ایام میں قبیلۂ آق قویونلو نے عروج پکڑنا شروع کیا۔ اور دیار بکر میں اپنی چھوٹی سی حکومت قایم کر لی۔ اس قوم کے سردار حسن بیگ نے سنه ۸۷۱ھ میں عنان حکومت اپنے ھاتھ میں لی تو اسکے مقبوضات میں روز افزون وسعت ھونے لگی۔ جھان شاہ نے اس کے استیصال کی بہت کوشش کی۔ لیکن کامیابی نہیں ھوئی۔ حسن بیگ نے سنه ۸۷۲ھ میں جھان شاہ کو مارڈالا۔ جس کی وجه سے ملك آق قویونلو کے تصرف میں آگیا۔ اور قرا قویونلو قبیله کی حکومت کا خاتمه ھوگیا۔

ھمدان میں الوند مرزا کے بعد پیر قلی اور پیر قلی کے بعد اس کا لڑکا اویس قلی یکے بعد دیگرے بر سر حکومت ھوئے۔ حسن بیگ نے اگر چه قرا قویونلو شہزادون کا استیصال کر دیا، لیکن پیر قلی اور اس کی اولاد سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا۔ اور یه لوگ بلا تکلّف ھمدان میں حکومت کرتے رھے۔ حسن بیگ کے بعد سلطان یعقوب بیگ بر سر حکومت ھوا۔ تو اس نے قرا قویونلو شہزادون کی تفتیش شروع کی۔ اور انہیں چن چن کر قتل کرنا شروع کیا۔ اویس قلی نے جب یه حال دیکھا تو اپنے لڑکے سلطان قلی کو اپنے بھائی الله قلی کے ھمراہ ھندوستان بھیجدیا۔ تاکه دشمن کی شمشیر سے محفوظ رھے۔

الله قلی، اپنے بھتیجے سلطان قلی کو لیکر بحر فارس سے ھوتا ھوا دابل کی راہ سے دکن میں آیا۔ اور سلطان محمود شاہ بہمنی کے عہد میں بیدر پہنچا۔ محمود شاہ الله قلی کے ساته عزت و احترام سے پیش آیا۔ اور وہ کچھ عرصه تك بیدر میں رھنے کے بعد ایران کو واپس چلا گیا۔ لیکن محمود شاہ نے سلطان قلی کو واپس جانے نه دیا۔ اور اسے شاھی چیلاون میں شامل کر کے اپنے یہان رکھه لیا۔ سلطان قلی بہت جلد باد شاہ کا منظور نظر ھوگیا۔ اور بادشاہ نے سنه ۹۰۱ھ میں آسے قطب الملك کا خطاب دیکر تلنگانه کا طرف دار بنا دیا۔

سلطان قلی چوبیس سال تك صوبه دار کی حیثیت سے تلنگانه میں حکومت کرتا رھا۔ سنه ۹۲۴ھ میں جب محمود شاہ بہمنی کا انتقال ھوگیا اور سلطنت بہمنیه مختلف سرداروں میں منقسم ھو کر تباہ ھوگئی تو سلطان قلی نے بھی آزادی حاصل کر لی اور قطب شاہ کا لقب اختیار کر کے گولکنڈہ کو اپنا مستقر حکومت قرار دیا۔

سلطان قلی کے بعد یکے بعد دیگرے آٹھ بادشاہ بر سر حکومت ہوئے۔ اور اس خاندان میں کم وبیش دوسو سال حکومت قایم رہی۔ سنہ ۱۰۹۸ ھ میں اورنگ زیب عالمگیر نے حیدرآباد فتح کر لیا تو قطب شاہی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

سلاطین قطب شاہیہ

اسماء	ولادت	جلوس	وفات
۱۔ سلطان قلی قطبشاہ	۸۵۱ ھ ۱۴۴۷ ء	۹۲۴ ھ ۱۵۱۸ ء	۲۔ جمادی الثانی ۹۵۰ ھ ۲۔ ستمبر ۱۵۴۳ ء
۲۔ جمشید قلی ..		۹۵۰ ھ ۱۵۴۳ ء	۹۵۷ ھ ۱۵۵۰ ء
۳۔ سبحان قلی ..	۹۵۰ ھ ۱۵۴۳ ء	۹۵۷ ھ ۱۵۵۰ ء	
۴۔ ابراهیم قلی قطبشاہ	شوال ۹۳۶ ھ جون ۱۵۳۰ ء	۱۲ رجب ۹۵۷ ھ ۲۷ جولائی ۱۵۵۰ ء	۲۱ ربیع الثانی ۹۸۸ ھ ۵ جون ۱۵۸۰ ء
۵۔ محمد قلی قطبشاہ ..	۱۴ رمضان ۹۷۳ ھ ۵ اپریل ۱۵۶۶ ء	۲۲ ربیع الثانی ۹۸۸ ھ ۶ جون ۱۵۸۰ ء	۱۷ ذی القعدہ ۱۰۲۰ ھ ۱۱ جنوری ۱۶۱۲ ء
۶۔ محمد قطبشاہ ..	۲۳ رجب ۱۰۰۱ ھ ۱۵ اپریل ۱۵۹۳ ء	۱۷ ذی القعدہ ۱۰۲۰ ھ ۱۱ جنوری ۱۶۱۲ ء	۱۳ جمادی الاول ۱۰۳۵ ھ یکم فبروری ۱۶۲۶ ء
۷۔ عبداللہ قطبشاہ ..	۲۸ شوال ۱۰۲۳ ھ ۲۱ نومبر ۱۶۱۴ ء	۱۴ جمادی الاول ۱۰۳۵ ھ ۲ فبروری ۱۶۳۶ ھ	۳ محرم ۱۰۸۳ ھ ۲۱ اپریل ۱۶۷۲ ء
۸۔ ابو الحسن تانا شاہ		۱۰۸۳ ھ ۱۶۷۲ ء	

شجرۂ نسب

سلاطین ایران

قرا محمد
قرا یوسف

جہان شاہ
مرزا یوسف
خدیجہ بیگم ═══ منسوب بہ ═══ پیر قلی

مرزا سکندر
مرزا الوند
پیر قلی

اویس قلی

سلاطین گولکنڈہ

۱ سلطان قلی قطبشاہ

۲ جمشید قلی
۳ سبحان قلی

۴ ابراہیم قلی قطبشاہ

۵ محمد قلی قطبشاہ

محمد امین

حیات بخش بیگم = منسوب بہ = ۶ محمد قطبشاہ

خدیجہ بیگم
منسوب بہ
سلطان محمد عادل شاہ

۷ عبداللہ قطبشاہ

دختر
منسوب بہ
۸ سلطان ابوالحسن
تاناشاہ

دختر
منسوب بہ
نظام الدین احمد
فرزند
سید معصوم دشتکی

دختر
منسوب بہ
سلطان محمد
فرزند
عالمگیر اورنگ زیب

دسوین صدی کے اوائل میں جب که قطب شاھی خاندان کا ظھور ھوا ھے۔ ھندوستان میں دھلی کی عظیم الشان سلطنت کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ مختلف صوبے مختلف حکمران خاندانوں میں تقسیم ھوگئے تھے۔ بنگاله، کشمیر، مالوہ، گجرات وغیرہ مقامات میں خود مختار حکومتیں قائم تھیں۔ دکن میں بھمنیوں کے جانشین عمادشاہ، بریدشاہ، نظام شاہ، عادل شاہ آزادی کے ساتھ حکومت کررھے تھے۔ اور اس طوائف الملوکی نے ملك میں متعدد مرکز قائم کردیئے تھے۔ عالیشان محلات دربار کی زیب و زینت کے ساز و سامان، شاھانه تزك و احتشام کے لوازم، انتظام مملکت کے لئے محکمے، حفاظت و مدافعت کے لئے بڑی بڑی فوجیں، ھر مرکز کے لئے لازم تھیں۔ ان کی کثرت وفراوانی کے لئے ھر حکمران غایت درجه کوشاں رھا کرتا تھا، تاکه اس کا جاہ و جلال معاصرین پر سبقت لیجائے، ان کوششوں کے باعث ملك کے تمدن و تہذیب میں ایك تازہ روح پیدا ھوگئی۔ اور اس کا نتیجه یه ھوا که مال و دولت، شان و شوکت، صنعت و تجارت اور علم و ادب کو ملك میں اس سرے سے اس سرے تك کمال عروج حاصل ھوگیا۔

دکن کے ملوك الطوائف میں عادل شاہ اور قطب شاہ علم و ادب کی سرپرستی کے لئے خاص شہرت رکھتے تھے ان کی دولت مندی اور شان شوکت بھی دوسروں سے بڑھی ھوئی تھی لیکن بعض وجوھات سے سلاطین قطب شاھیه کو تفوق حاصل تھا۔ ان کا آبائی وطن ایران تھا شاھان صفویه کی طرح مذھب امامیه کے پابند اور علماء و فضلا کے بڑے قدردان تھے۔ شعر و شاعری سے بھی ان کو دلچسپی تھی اکثر بادشاہ خود بھی شاعر تھے اور شعر خوب کہا کرتے تھے۔

ان اسباب نے قطب شاھی دربار کو ارباب کمال کا مرکز و ماوی بنا دیا تھا۔ علمائے شیعه کی جماعتِ کثیر ایران اور عراق سے آکر حیدرآباد میں جمع ھوگئی تھی۔ ایرانی شعرا کا بھی کافی مجمع ھوگیا تھا۔ جسکی وجه سے تلنگانه ایران کا نمونه بن گیا تھا۔ اور اس کے دارالحکومت حیدرآباد کی وھی کیفیت تھی جو صفویوں کی وجه سے اصفہان میں پیدا ھوگئی تھی۔ مشہور شاعر میر مومن استرآبادی نے جو قصائد سلطان محمد قطب شاہ کی مدح میں لکھے ھیں۔ اس میں انھوں نے بھی اس کا اعتراف

کیا ھے[5] :-

یادگار جد و عم سلطان محمد قطب شاہ — آنکہ ھندوستان ز فیضش گشتۂ ایران نوی
سرمہ شد خاک تلنگانہ ز فرخ پائے تو — اے فدائے خاک پاکت ھر زمان جان نوی
گر صفاھان نو شد از شاہ جہان عباس شاہ — حیدرآباد از تو شد شاھا صفاھان نوی

سلطنت قطب شاھیہ نے شاھان صفویہ کے ساتھ ابتدائی زمانہ سے ربط و ضبط پیدا کرلیا تھا۔ ایرانی سفرا کی گولکنڈہ میں اور قطب شاھی سفرا کی ایران میں ھمیشہ آمد و رفت رھا کرتی تھی۔ تحف و تحائف، رسل و رسائل کے بھیجنے کا سلسلہ عبداللہ قطب شاہ کے اخیر زمانہ تک دونوں طرف سے برابر جاری تھا۔ شاھان صفویہ اپنے مکاتیب میں سلاطین قطب شاھیہ کو سلطان کے لقب سے مخاطب کیا کرتے تھے۔ چنانچہ شاہ عباس ماضی کا سفیر اعز لو سلطان جو مکتوب لایا تھا اس میں محمد قلی کو سلطان محمد قلی قطب شاہ کے لقب سے شاہ عباس نے یاد کیا ھے[6]۔ اور ایسا ھی لقب محمد قطب شاہ کے لئے اس مکتوب میں استعمال ھوا ھے جو محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے بعد تعزیت و تہنیت کی غرض سے شاہ عباس نے حسین قبچی کے ھاتھ گولکنڈہ بھیجا تھا[7]۔ اس مکتوب کا عنوان اس طرح شروع ھوا ھے :-

"عالی حضرت سلطنت و معدلت پناہ شوکت و عظمت دستگاہ ابہت و جلالت انتباہ جالس سریر سلطنت و کامگاری شایستہ مسند سروری و جہانداری، المخصوص بہ عنایت ملک الالہ نظام السلطنت والایالت والشوکت والعظمت والابہت والنصفت والعز والاجلال سلطان محمد قطب شاہ"

سلاطین قطب شاھیہ کا دار الحکومت ابتدائی زمانہ میں گولکنڈہ تھا۔ دربار مغلیہ کے وقائع نگاروں کا بیان ھے کہ اس کو از منہ سابقہ میں 'مانکل' کہا کرتے۔ اور یہاں ایک ھندو راجہ دیورائے کی حکومت تھی[8]۔ بعد میں راجگان ورنگل اس مقام

---

5 - حدیقۃ العالم جلد اول ص ۲۲۶ - تا ص ۲٦۷ -
6 - حدیقۃ العالم جلد اول ص ۲۴۵ -
7 - حدیقۃ العالم جلد اول ص ۲٦۹ -
8 - ماثر عالمگیری ص ۳۰۰ تا ص ۳۰۱ -

پر قابض ہو گئے[9] ۔ سنہ ٦٣٧ھ میں ورنگل کے راجہ ناگ دیو اور سلطان محمد شاہ بہمنی کے مابین لڑائی ہوئی ۔ اس معرکہ میں یہ مقام مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا[10] ۔ اس زمانہ سے ورنگل کے راجاؤں نے اسے سلطنت بہمنیہ کی سرحد قرار دیا ۔ سلطان محمود شاہ بہمنی نے سنہ ۹۰۱ھ میں سلطان قلی کو قطب الملک کا خطاب دیکر تلنگانہ کا طرف دار مقرر کیا تو اس نے گولکنڈہ کو اپنا صدر مقام بنایا[11] ۔ سنہ۹۲۴ھ میں جب اس نے آزادی حاصل کی تو اسی مقام کو اپنا دارالسلطنت قرار دیکر محمد نگر اس کا نام رکھا[12] ۔ جو سلطان محمد قلی قطب شاہ کے زمانہ تک سلاطین قطب شاھیہ کا دارالحکومت رہا ۔

سلطان محمد قلی نے جلوس کے دسوین سال سنہ ۹۹۸ھ میں گولکنڈہ سے جانب مشرق چارکوس کے فاصلہ پر ایك جدید شہر کی بنیاد ڈالی اور اسے حیدرآباد کے نام سے نامزد کر کے اپنا دارالحکومت قرار دیا[13] ۔ ایك ہندو طوایف جس کا نام بھاگ متی تھا ، محمد قلی کی معشوقہ تھی یہ بڑی شان و شوکت اور طمطراق کی عورت تھی ۔ امرائے کبار کے مساوی اس کا رتبہ تھا ۔ جب اس کی سواری نکلتی تو ہزار سوار اس کے جلو میں چلا کرتے تھے[14] ۔ بادشاہ نے اس کو 'حیدر محل' کا خطاب دے رکھا تھا ۔ جدید شہر چونکہ اسی کی تحریك سے آباد ہوا تھا ۔ اس لئے بادشاہ نے اسی کے نام پر اس کا نام حیدرآباد رکھ دیا ۔ لیکن عوام میں یہ عورت اپنے اصلی نام بھاگ متی سے مشہور تھی اس لئے شہر بھی اسی نام سے منسوب ہوکر بھاگ نگر مشہور ہو گیا ۔ اور مغلیہ عملداری تك اس کا اصلی نام عام طور پر شہرت نہ پا سکا ۔

حیدرآباد کی آبادی کے سترہ سال بعد مورخ محمد قاسم فرشتہ نے اپنی تاریخ لکھی ۔ اس میں ایك موقع پر اس کا ذکر اس طرح تحریر کیا ہے :—

> "دراں ایام از زبونی آب و ہوائے گلکنڈہ خلایق متنفر و پراندوہ بودند ۔ قطب شاہ در چہار کروہ بلدہ مذکور شہرے کہ در تمامی ہندوستان شرقاً غرباً جنوباً شمالاً مثل آں در لطافت و صفا ہرگز یافت نمی شود ، بنا نمودہ دارالملك خود ساختہ

9 ۔ تاریخ فرشتہ جلد اول ص ۳۲۸

10 ۔ حدیقۃ العالم جلد اول ص ۱۱ ۔

11 ۔ حدیقۃ العالم جلد اول ص ۲۲ —

12 ۔ تاریخ قطب شاھی قلمی —

13 ۔ تاریخ فرشتہ جلد دوم ص ۱۷۳ —

14 ۔ تاریخ فرشتہ جلد دوم ص ۱۷۳ —

موسوم به بهاگ نگر گردانیده و در آخر ازان نام پشیمان گشته موسوم به حیدرآباد ساخته، لیکن درمیان خلایق موسوم به بهاگ نگر ست نه حیدرآباد و دور او قریب پنج کروه ست بازارها بخلاف سائر بلاد هندوستان بطرح واقع شده در غایت وسعت و صفا بخلاف آب وهوا تندرست دارد و با مسافر و مجاور دم در موافق و ساز گاری می زند - و اکثر بازار هاے او از دو طرف جدول هاے آب روان ست و در کنار جدولها درختان سایه دار نشانده و دکاکین را در کمال مطبوعی از سنگ و گچ ساخته اند - منازل بادشاهی بنوعی ساخته و پرداخته شده است که مسافران اقالیم سبعه قرین آن در هیچ ملك نشان نمی دهند 15 -

اس زمانہ میں حیدرآباد ہندوستان کے ممتاز ترین شہروں میں شمار ہوتا تھا - اور اس کی آبادی چاروں طرف دس دس کوس تك پھیلی ہوئی تھی - عبداللہ قطب شاہ کے زمانہ میں دو فرانسیسی سیاح تھیونو Jean de Thevenot اور ٹیورنیر Jean Baptiste Tavernier حیدرآباد آئے ہوئے تھے - ان کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے باشندوں میں ہندوستانیوں کی تعداد زیادہ تھی - ان کے بعد ایرانی - مغل اور تاتاری تھے - تھوڑی سی تعداد حبشیوں، آرمینیوں اور اہل یورپ کی بھی تھی - خاص حیدرآباد میں چالیس ہزار سوار اور ایك لاکھ پیادے شاہی لشکر کے رہا کرتے تھے - قریب قریب اسی قدر تعداد اہل ہنر اور دستکار لوگوں کی تھی - ان کے علاوہ امراء علماء اور ان کے خدام اور دیگر خوش باش باشندے تھے -

حیدرآباد تمام دکن کا تجارتی مرکز تھا - یہاں اطراف عالم کے تجار آیا کرتے تھے - سلطان عبداللہ کی اجازت سے ڈچوں نے بھی حیدرآباد میں ایك تجارتی کمپنی قایم کی تھی جس میں موسلی پٹم کے راستے سے بیرونی اشیا آتے تھے اور یہاں سے چھینٹ وغیرہ کپڑا باہر جایا کرتا تھا -

ہیروں کی تجارت نے حیدرآباد کو ساری دنیا میں مشہور کر دیا تھا - اور یہاں کی کانوں سے ہیرے اس قدر کثیر مقدار میں برآمد ہوا کرتے تھے کہ بقول پرتگالی سیاح گارسیا ردی آرٹا Garcia da Orta کے حیدرآباد کا ملك اس وقت یورپ میں 'ہیروں کی سرزمین' کہلاتا تھا -

15 - تاریخ فرشتہ جلد دوم ص ١٧٣ -

سلطان قلی قطب شاہ

(سنہ ۹۲۴ ھ - سنہ ۹۵۰ ھ)

سلطان قلی قطبشاہ بڑا ہی عابد اور ذی علم بادشاہ گزرا ہے - اس کو سیاق و سباق میں خاص مہارت تھی - اور اسی وجہ سے سلطان محمود شاہ بہمنی کا منظورِ نظر ہو گیا تھا -

دکن کے ملوک الطوائف کو اہل دکن 'ملک' کہا کرتے تھے - سلطان قلی کی حیثیت ان میں سب سے بلند تھی - اس لئے اس کا لقب 'بڑا ملک' مشہور ہو گیا تھا [16] - چنانچہ اس کی قبر پر تاریخ وفات کا جو کتبہ کندہ ہے اس میں بھی یہ لقب درج ہے [17] -

سلطان قلی شیعہ تھا اس کے آبا و اجداد بھی اسی مذہب کے پابند تھے - اس کو جب تلنگانہ کی حکومت مل گئی تو اپنے علاقہ میں مذہب شیعہ کی اشاعت شروع کی - اور گولکنڈہ کی جامع مسجد میں ائمۂ اثنا عشر علیہم السلام کے نام سے خطبہ پڑھوایا - شاہ اسمعیل صفوی کو اپنا مرشد زادہ سمجھتا تھا - اسی لئے اس کا نام اپنے نام سے پہلے خطبہ میں داخل کیا -

سلطان قلی کا زیادہ وقت عبادت اور تلاوت کلام آلہی میں صرف ہوا کرتا تھا - قلعہ کے دامن میں اس نے ایک مسجد سنہ ۹۲۴ ھ میں تعمیر کرائی تھی - اسے مسجد صفا کے نام سے موسوم کیا تھا - اور پانچ وقت اسی میں نماز پڑھا کرتا تھا - ۲ - جمادی الثانی سنہ ۹۵۰ ھ کو عصر کے وقت اسی مسجد میں بحالت نماز میر محمود ہمدانی نے نہایت سفاکی کے ساتھ اس نیک دل بادشاہ کو شہید کر دیا اس وقت اس کی عمر ننانوے سال کی تھی [18] -

---

16 - ہفت اقلیم جلد اول ص ۸۳ -

17 - Landmarks of the Deccan. p. 112 - 113.

18 - حدیقۃ العالم جلد اول ص ۸۳ و ۸۴ -

علماء اور سادات اس کی مجلس میں روزآنہ جمع ہوا کرتے تھے۔ ملاّ حسین الطبسی جو مشہور عالم ہے۔ اس کے دربار کا صدر جہاں تھا۔ دکن میں اس وقت قاضی القضات کو صدر جہاں کہا کرتے تھے اور اسکے ذمّے فصل خصومات کے تمام شعبے ہوا کرتے تھے۔ صدر جہاں کو سلطان قلی کی حضور میں بیحد رسوخ حاصل تھا۔ اور بادشاہ اپنی زندگی کے گذشتہ واقعات اکثر اوقات بیان کیا کرتا تھا صدر جہاں نے جو واقعات سلطان قلی کے زبانی سنے تھے۔ انہیں تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب 'مرغوب القلوب' میں تحریر کیا ہے۔ یہ کتاب اگرچہ اس وقت ناپید ہو گئی ہے۔ لیکن سلطان محمد قطبشاہ کے حکم سے جو تاریخ لکھی گئی ہے۔ اس میں اسکا اقتباس منقول ہے۔

جمشید قلی قطب شاہ

(سنہ ۹۵۰ ھ سنہ ۹۵۷ ھ)

سلطان قلی کا جانشین جمشید قلی شعر و سخن کا بڑا دل دادہ تھا۔ اس کے دربار میں ایران کے اکثر شعراء جمع تھے۔ ملا محمد شریف کو اس نے دربار کا ملک الشعرا مقرر کیا تھا۔ بادشاہ خود بھی شعر کہا کرتا تھا۔ جمشید اس کا تخلص تھا۔ تاریخ قطب شاھی میں اس کے بہت سے اشعار منقول ھیں۔ جن سے انتخاب کر کے چند اشعار ھم ذیل میں درج کرتے ھیں:-

بی لب لعل بتان بادہ حرام ست مرا ... لب میگون بنما چون سر جام ست مرا
با سر زلف تو سودائے سیاھی دارم ... این چه سوداست که با زلف چو شام ست مرا
بر سر کاکل تو مرغ دلم بند شدہ ست ... خال تو دانه و آن زلف چو دام است مرا
ھر زمان از پئی دیدار تو آیم بدرت ... بر سر کوئے بلائے تو مقام ست مرا
ترک این کار نخواھم من بیدل کردن ... من که جمشیدم و این کار تمام ست مرا

آن پری روئے به بینند چسان می آید ... دل ز من برده کنون از پے جان می آید
جان به سودائے تو دادیم که سودئے ببرم ... این چه سوداست که دایم بزیان می آید

زان سبب آرزوئی سوختن شمعم شد — که چو من شعلۂ آهش بزبان می آید
چو به بینند بتان از سرنازم گویند — عاشق دل شده جمشید جہان می آید

یار جفائے جز تو نگاری نمی کشم — غیر از جفا و جور تو یاری نمی کشم

ابراهیم قطب شاه

(سنه ۹۵۷ ھ - سنه ۹۸۸ ھ)

جمشید قلی کے بعد اس کا خورد سال لڑکا سبحان قلی تخت نشین ہوا - لیکن ابراهیم نے اسے معزول کر کے تخت پر اپنا قبضه کرلیا - اور اکتیس سال نہایت کامیابی اور کامرانی کے ساتھ حکومت کی - بڑا ہوشیار مدبر اور سخی بادشاہ ہوا ہے - غیر ممالك کے تجار اس کے یہاں تحفے تحائف پیش کرتے تو انہیں قیمت سے بہت زیادہ انعام ملا کرتا تھا - جس کے باعث مختلف ممالك کے بہتر سے بہتر اور نفیس سے نفیس اشیاء اس کے یہاں روزآنه آیا کرتی تھیں [19] - اس کی سخاوت و فیاضی کا یه عالم تھا که جب تخت نشین ہوا تو بارہ ہزار ہون طلائی فقرا اور مساکین کو تقسیم کیئے - اس کے مطبخ میں روزآنه انواع و اقسام کی نعمتیں پکتیں اور صبح سے شام تك شاہی دستر خوان پر امیر وغریب سب کھایا کرتے تھے [20] -

اس کے زمانه میں رعایا کو ہر طرح کا امن و امان تھا - چور اور راہزن ملك سے معدوم ہوگئے تھے - ایك شخص مال و دولت لیکر گولکنڈہ سے بنگاله یا بیجاپور اور احمد نگر تك بدرقه اور قافله کے بغیر چلا جاتا تھا - اور راسته میں کوئی تعرض نہیں کرتا تھا [21] -

اس میں مذہبی اور قومی تعصب مطلق نه تھا - ہندو اور مسلمان دونوں اس کے یہاں مساوی تھے - اس نے رائے راؤ نام ایك برہمن کو سلطنت کا وکیل مطلق

19 - تاریخ ہندوستان جلد چہارم حصه دوم ص ۳۲۱ -
20 - حدیقة العالم جلد اول ص ۲۰۰ -
21 - تاریخ فرشته جلد دوم ص ۱۷۰ -

مقرر کیا تھا - یہ سلطنت کا سب بڑا عہدہ تھا - شریف الملك؛ عزیز الملك؛ بر لاس خان اور افضل خان جو سلطنت کے سپہ سالار تھے آس کے ماتحت تھے - بادشاہ نے خود رائے راؤ کے رکاب میں دس هزار پیادے اور ایك هزار مشعلچی تعینات کئے تھے - جب اس کی سواری نکلتی تو ساتھ نوبت و نقارہ اور ماهی مراتب رها کرتا تھا - پوجا پات کے لئے پاؤ سیر مشك و عنبر دو من صندل اور کئی هزار برگ پان بادشاہ کی طرف سے روزآنہ ملا کرتے تھے [22] - رائے راؤ بادشاہ کے حضور میں هر وقت باریاب رها کرتا تھا - قلعہ سے باهر آنے جانے کی اس کو بہت کم فرصت ملا کرتی تھی - اسلئے اس نے قلعہ میں محلات شاهی کے قریب پرستش کے لئے ایك دیول بنالیا تھا - جو بالا حصار کے نیچے مسجد کے پہلو میں واقع ھے - اور اسکی سالانہ جاترا اب تك هوا کرتی ھے - اس واقعہ سے مسلمان بادشاهوں کی بے تعصبی اور مذهبی رواداری کا پتہ چلتا ھے [23] -

ابراهیم نے کارهائے خیر کے بیشمار عمارات بنائے تھے مثلاً مساجد، مدارس اور خانقاهیں جنکی تعداد پانسو سے متجاوز تھی - حسین ساگر اور ابراهیم پٹن کے تالاب؛ بدویل کا کتوہ؛ دروازہ امام کا لنگر خانہ جس میں روزآنہ بارہ هزار آدمیوں کو دو وقت کھانا کھلایا جاتا تھا [24] -

ابراهیم کے کئی فرزند تھے - اور وہ سب علم و فضل سے آراستہ تھے [25] -

(۱) عبد القادر - ابراهیم نے مشهور بزرگ سید محمد گیسودراز رحمة الله علیه کے خاندان میں ایك لڑکی سے عقد کیا تھا - آس کے بطن سے یہ لڑکا تولد هوا - اور اسی وجہ سے شاہ صاحب کہلاتا تھا - اسکو خوش نویسی اور حسنِ خط میں کمال تھا -

22 - تاریخ فرشتہ جلد دوم ص ۱۷۰ -

23 - تاریخ قادری ورق نمبر ۱۰۹ -

24 - حدیقة العالم جلد اول ص ۲۰۰ -

25 - حدیقة العالم جلد دوم ص ۱۹۸ -

(۲) مرزا حسین قلی - اس کو علوم معقول اور منطق و فلسفه میں کمال حاصل تھا - محمد قلی قطب شاہ کے زمانه میں تالاب نام پلی میں شناوری کرتا ہوا ڈوب کر مر گیا - یه واقعه محرم سنه ۹۹۴ ھ کا ھے -

(۳) محمد قلی جو باپ کے بعد بر سر حکومت ہوا - اسکا تذکرہ آئندہ آئے گا -

(۴) عبدالفتاح - علم تجوید میں اپنا نظیر نه رکھتا تھا - سنه ۱۰۰۳ ھ میں بعارضه صرع اسکا انتقال ہوگیا -

(٥) محمد خدابنده - محمد قلی کا حقیقی بھائی تھا - سنه ۱۰۱۸ ھ میں اس نے بھائی کے خلاف بغاوت کی جس کے باعث گولکنڈہ میں محبوس کر دیا گیا - اور محرم سنه ۱۰۲۰ ھ میں اس نے انتقال کیا -

(٦) محمد امین - یه سب سے چھوٹا لڑکا تھا - اسکے ساتھ ابراھیم کو بیحد محبت تھی - اس کی رسم ختنه میں بادشاہ نے دو لاکھ ھون صرف کئے تھے - ۲۰ - شعبان سنه ۱۰۰۴ ھ کو انتقال کیا - اس کا عقد میر مقصود علی کی دختر خانم آغا سے ہوا تھا - یه بزرگ سادات طباطبا سے تھے - چوبیس واسطوں سے ان کا نسب امام موسیٰ کاظم علیه السلام تك پہنچتا ھے - خانم آغا کے بطن سے دو اولاد تولد ہوئے - ایك لڑکا امیر محمد جو سلطان محمد قلی کے بعد بر سر حکومت ہوا - دوسری لڑکی جس کا نام خدیجه شہربانو بیگم تھا - اسکی شادی سلطان محمد عادل شاہ کے ساتھ ہوئی تھی -

سلطان ابراھیم شیعه مذھب کا پابند اور سلاطین صفویه کا معتقد تھا - اس کی رائے میں سلاطین صفویه حضرت قائم یعنی امام غائب کے نائب تھے - ان کو تخت و تاج کا حقیقی مالك سمجھتا اور خود اپنے کو ان کا نائب یا عامل تصور کرتا تھا - اور اپنی مملکت میں ائمه اثنی عشر علیہم السلام اور شاہ طہماسپ صفوی کے نام کا خطبه جاری کر دیا تھا[26] - اور اس کی استدعا پر شاہ طہماسپ نے اپنے فرزند سلطان سلیمان مرزا کو گولکنڈہ کی حکومت پر نام زد کیا تھا اور شہزادۂ موصوف والی گولکنڈہ کی حیثیت سے مشہد مقدس میں رہا کرتا تھا -

---

26 - تاریخ عالم آرائے عباسی ص ۸۸ و ۸۹ -

سلطان سلیمان مرزا شاہ طہماسب کا چوتھا فرزند ہے[27]۔ اکیس سال کی عمر میں شاہ اسمعیل ثانی نے اپنے جلوس کے دو ماہ بعد ۔ شعبان سنہ ۹۸۴ ھ کو قتل کرا دیا [28]۔ اس نے اپنی بہن پری خانم کے لئے شیخ عبدالعلی بن محمود جابلقی سے الفیہ کی شرح لکھوائی ہے۔ شارح نے اس کے دیباچہ میں سلطان سلیمان کے حکومت گولکنڈہ پر نام زد کئے جانے کا تذکرہ کیا ہے اس کتاب کے دو مخطوطے آستانۂ مشہد مقدس کے کتب خانہ میں محفوظ ھین۔ منجملہ ان کے ایك مخطوطہ کو علامہ شمس الدین محمد بن خاتون پیشوائے سلطان عبداللہ قطب شاہ نے سنہ ۱۰۶۷ ھ میں وقف کیا ہے[29]۔

ابراھیم قطب شاہ کے ساتھ سفر و حضر میں ہر وقت ارباب فضل و ہنر رہا کرتے تھے۔ اور اسکی مجلس ھمایون میں مختلف علوم و فنون کے مسائل مہمہ پر بحثین ھوا کرتی تھیں [30]۔ اسکو تاریخ سے خاص دلچسپی تھی۔ اور شاھان سلف کے واقعات رغبت کے ساتھ سنا کرتا تھا [31]۔ اور اپنے شوق کو پورا کرنے کی خاطر اس نے تاریخ میں دو ضخیم ضخیم کتابیں لکھوائی تھین۔ جن کے مصنف خورشاہ اور محمد شریف تھے۔

خورشاہ بن قباد الحسینی عراق کا باشندہ تھا۔ شاہ طاھر کے باعث جب دکن میں شیعہ مذھب کی اشاعت ھوئی اور برھان نظام شاہ اور اسکی اولاد نے شیعہ مذھب کو قبول کیا تو شیعہ مذھب کے علماء و اکابر عراق، خراسان اور فارس سے آکر احمدنگر میں آباد ھو گئے ان نوواردوں میں خورشاہ بھی شامل تھا۔

ایران میں شاہ اسمعیل صفوی کے بعد شاہ طہماسپ صفوی بر سر حکومت ھوا۔ اور آسے اطلاع ملی کہ نظام شاہ نے مذھب شیعہ قبول کر لیا ھے تو بیحد خوشی ھوئی۔ اور اس نے مبارك باد دینے کے لئے اپنے سفیر آقا سلیمان طہرانی کو گران قیمت ھدایا کے ساتھ احمد نگر بھیجا۔ اس سفارت کے جواب میں نظام شاہ کی طرف سے خورشاہ اور شاہ طاھر کی جانب سے ان کے فرزند شاہ حیدر سنہ ۹۵۰ ھ میں

27۔ تاریخ عالم آرائے عباسی ص ۱۰۰ ۔

28۔ احسن التواریخ حسن شاملو ۔ طبع کلکتہ ص ۴۸۴ ۔

29۔ فہرست کتب خانہ مشہد مقدس جلد دوم کتب فقہ نمبر ۲۴۳،۲۴۴

30۔ حدیقتہ العالم جلد اول ص ۱۳۹ ۔

31۔ تاریخ فرشتہ جلد دوم ص ۱۷۸

ایران کی سمت روانہ ہوے یہ جماعت رجب سنہ ۹۵۲ ھ کو رے میں پہنچی ۔ اسکے ایک ماہ بعد قزوین میں شاہ طہماسپ سے خورشاہ نے ملاقات کی اور نظام شاہ کے تحفے جن کی قیمت هزار تومان تھی بادشاہ کی خدمت میں پیش کیئے ۔ اسکے بعد تقریباً ڈیڑہ سال تك شاہ ایران کے دربار میں ٹھیرا رہا ۔ اور جب بادشاہ گرجستان اور شیروان کے محاصرے میں مصروف ہوا تو هندوستان کے جانب اس نے مراجعت کی اور احمد نگر کو واپس چلا آیا ۔ سنہ ۹۵٦ ھ میں جب شاہ طاهر کا انتقال ہوگیا تو خورشاہ نے احمد نگر کی سکونت چھوڑدی اور وہاں سے گولکنڈہ میں آکر قطب شاہ کا متوسل ہوگیا ۔

ابراهیم قطب شاہ نے جب دیکھا کہ نظام شاہ نے شاہان صفویہ کے ساتھ تعلقات قائم کرلئے ہیں تو اس نے بھی شاہ طہماسپ کے یہاں ایك سفارت بھیجی اور خورشاہ کو اس کے همراہ کردیا ۔ اس کے جواب میں شاہ طہماسپ کا سفیر قبا بیگ قورجی سنہ ۹۷۱ ھ کے اوائل میں قطب شاہ کے دربار میں آیا ۔ اسکے ساتھ خورشاہ بھی واپس چلا آیا ۔ اور اسکے قریباً ڈیڑہ سال بعد ۲۰ ۔ ذیقعدہ سنہ ۹۷۲ ھ کو اس کا انتقال ہوگیا ۔

خورشاہ نے قیام گولکنڈہ کے زمانہ میں تاریخ کی ایك مبسوط کتاب لکھی ہے ۔ جس میں ابتدائے آفرینش عالم و آدم سے لیکر سنہ ۹۷۱ ھ تك ایران و هندوستان کے حالات تفصیل کے ساتھ درج کیئے ہیں ۔ اس کے ماخذات کی تفصیل یہ ہے :-

تاریخ طبری ۔ جامع الحکایات ۔ روضۃ الشہداء ۔ عمدۃ الطالب ۔ فصول المہمہ ۔ بحر المناقب ۔ کشف الغمہ ۔ تاریخ گزیدہ ۔ کتاب المعجم ۔ تفسیر شہابی ۔ تفسیر کاشفی ۔ تفسیر ثعلبی ۔ تفسیر بیضاوی ۔ ظفر نامہ ۔ روضۃ الصفاء ۔ حبیب السیر ۔ لب التواریخ وغیرہ ۔ اس کا دیباچہ ابراهیم قطب شاہ کے نام پر لکھا ہے اور اس میں بادشاہ کا نام ان القاب کے ساتھ تحریر کیا ہے :-

''معز السلطنۃ والدنیا والدین همایون اعظم سمی خلیل اللہ سلطان ابراهیم قطب شاہ خلد اللہ ملکہ و سلطنۃ''

مصنف نے اس کتاب کا کوئی خاص نام نہیں رکھا ہے ۔ اس لئے مختلف مصنفین نے اس کے مختلف نام تجویز کیئے ہیں ۔ موسیو شیفر Ch. Schefer کے انتخابات میں

اس کا نام 'تاریخ ایلچی نظام شاہ' درج ھے - ڈاکٹر ریو Dr. Rieu نے بھی یہی نام اختیار کیا ھے - برگ Briggs نے 'تاریخ خورشاہ' کے نام سے ذکر کیا ھے - صنیع الدولہ حکیم محمد حسن خان کے یہاں اس کا جو نسخہ موجود ھے اسکے خاتمہ پر 'مخزن التواریخ قطب شاھی' لکھا ھوا ھے -

یہ کتاب ایك مقدمہ اور سات مقالوں پر منقسم ھے - ھر مقالہ میں متعدد گفتار ھیں - جن کی تفصیل ذیل میں درج ھے :-

مقدمہ - اس میں آفرینش عالم و آدم کا تذکرہ ھے -

مقالہ اول - اس میں ملوك قبل از اسلام کے حالات ھیں - اور پانچ گفتار پر مشتمل ھے :-

گفتار اول - ملوك پیشدادیہ اور آن کے معاصر انبیا علیہم السلام کا تذکرہ -

گفتار دوم - ملوك کیانیہ اور آن کے معاصر انبیا علیہم السلام کا تذکرہ -

گفتار سوم - سکندر اعظم - ملوك اشکانیہ - ملوك لطوائف اور اس عہد کے مشاھیر علماء و حکماء کے حالات -

گفتار چہارم - ملوك ساسانیہ کے حالات -

گفتار پنجم - ملوك عرب اور قیاصرۂ روم کا تذکرہ -

مقالہ دوم - اس میں پانچ گفتار ھیں :-

گفتار اول - سیرت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم -

گفتار دوم - حالات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم -

گفتار سوم - حالات ائمہ اثنا عشر علیہم السلام -

گفتار چہارم - حالات خلفائے بنی امیہ -

گفتار پنجم - حالات خلفائے بنی عباس -

مقالہ سوم - آن سلاطین ایران کے حالات جو خلفائے عباسیہ کے معاصر تھے - یہ مقالہ تیرہ گفتار پر مشتمل ھے :-

گفتار اول - ملوك طاھریہ -

گفتار دوم - ملوك صفاریہ -

گفتار سوم - ملوك سامانیہ -

گفتار چہارم - ملوك بویہ -

گفتار پنجم - ملوک غزنویه -
گفتار ششم - ملوک غور و غرجستان -
گفتار هفتم - ملوک اسمعیلیه -
(۱) اسمعیلیان مصر (۲) اسمعیلیان ایران -
گفتار هشتم - ملوک سلجوقیه -
(۱) سلاجقه ایران (۲) سلاجقه کرمان (۳) سلاجقه روم -
گفتار نہم - سلاطین نیمروز -
گفتار دہم - سلاطین کرت -
گفتار یازدہم - شاهان خوارزم شاهیه -
گفتار دوازدہم - شاهان اتابك -
(۱) اتابکان موصل (۲) اتابکان آذربائیجان -
(۳) اتابکان فارس (۴) اتابکان لرستان -
گفتار سیزدہم - قراخطائیان کرمان -

مقاله چہارم - سلاطین مغول اور ان کے ہمعصر شاهان ایران کی تاریخ - اس میں چار گفتار ہیں :-
گفتار اول - اقوام ترك و مغول کے انساب -
گفتار دوم - چنگیز خان اور اس کے جانشین -
گفتار سوم - هلاکو خان اور اس کے جانشین -
گفتار چہارم - شاهان آل مظفر -

مقاله پنجم - تذکره تیمور و آل تیمور - اس میں تین گفتار ہیں :-
گفتار اول - امیر تیمور اور اس کے جانشین -
گفتار دوم - مرزا شاهرخ اور اس کے جانشین -
گفتار سوم - ظہیر الدین بابر اور اس کے جانشین - شہنشاه اکبر کے جلوس تك -

مقاله ششم - تذکرهٔ شاهان ایران و روم - اس میں پانچ گفتار ہیں :-
گفتار اول - شاهان قراقویونلو -
گفتار دوم - شاهان آق قویونلو -

گفتار سوم - شاهان صفویه -

گفتارچہارم - شاهان طبرستان -

(۱) امرائے شیروان (۲) امرائے جیلان -

(۳) امرائے ماژندران (۴) امرائے رستمدار -

(۴) سادات هزار جریب -

گفتار پنجم - سلاطین روم -

مقاله هفتم - ذکر سلاطین هندوستان - اس میں پانچ گفتار هیں :-

گفتار اول - سلاطین دهلی - قطب الدین ایبك سے سلطان بہلول لودهی تك -

گفتار دوم - سلاطین افاغنه - بہلول لودهی کے جلوس سے سکندر لودهی کی هزیمت تك -

گفتار سوم - سلاطین خلجی -

(۱) خلجیان بنگاله (۲) خلجیان مالوه -

گفتارچہارم - سلاطین گجرات -

گفتار پنجم - سلاطین بہمنیه -

سلاطین بہمنیه کے حالات محمود شاه بہمنی کی وفات تك تحریر هیں - جو سنه ۹۲۴ ھ مین واقع هوئی هے - اس کے بعد یه خاندان تباه هوگیا - اور ملك کو پانچ سردارون نے تقسیم کرلیا- (۱) نظام الملك (۲) عادل خان (۳) قطب الملك (۴) عمادالملك (۵) قاسم برید -خور شاه نے ان کے متعلق ایك علیحده کتاب لکهی هے - اور اس کا تذکره خاتمه مین کیا هے -

مورخ محمد قاسم فرشته نے قطبشاهی خاندان کا تذکره کرتے هوئے ابتدا میں ایك تمہید لکهی هے - جس مین خورشاه کی تاریخ کا اس طرح ذکر آیا هے -

"بروافقان اسرار عالم کون و فساد مخفی و محتجب نماند که شاه خور شاه نام شخصے از مردم عراق در عهد ابراهیم قطب شاه در فن تاریخ کتابے مبسوط نوشته و نقیر و قطمیر و وقائع قطب شاهیه طرد اللباب در آنجا ذکر کرده اما در تحریر این صحایف در نظر موالف نبود"۔

اس کتاب کے وہ اجزا جن کا تعلق ملوک طبرستان اور شاہان صفویہ سے ہے۔ ایران کی تاریخ میں غیر معمولی اہمیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ خورشاہ نے انہیں ذاتی مشاہدات اور ثقہ روایات کی بناء پر تحریر کیا ہے۔ شاہ طہماسپ کا تذکرہ خود بادشاہ کی لکھی ہوئی سوانح عمری سے ماخوذ ہے اور جگہ جگہ اس کے اقتباسات خورشاہ نے حرف بحرف نقل کردئے ہیں۔ اس کی وجہ سے اس کتاب کی قدر و قیمت اور بھی زیادہ ہوگئی ہے۔

اس کتاب کے مقالۂ پنجم کی گفتار چہارم کو جس میں طبرستان کی تاریخ ہے موسیو شیفر Ch.Schefer نے اپنی کتاب منتخبات فارسی Chrestomathie Persane میں چھاپ دیا ہے۔ شاہ طہماسپ کی سوانح عمری کے اقتباسات رسالۂ ایشیاء Ournal Asiatique کی کئی اشاعتوں میں سنہ ۱۸۸٦ع سے سنہ ۱۸۸۸ع تک شائع ہوئے ہیں۔

محمد شریف ساداتِ نیشاپور سے ہے۔ اس کو تاریخ دانی اور خوش نویسی میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ شاعر بھی تھا۔ وقوعی تخلص کیا کرتا تھا۔ ولایت سے گولکنڈہ میں آکر جمشید قطب شاہ کا ملازم ہوا۔ ابراہیم قطب شاہ کی وفات تک گولکنڈہ میں رہا۔ اس کے بعد گجرات چلا گیا۔ شہاب الدین احمد خان اکبر کی طرف سے وہاں کے صوبہ دار تھے[27]۔ انکی ملازمت اختیار کرلی۔ سنہ ۹۲۱ھ میں اعتماد خاں گجرات کا صوبہ دار مقرر ہوا۔ اور شہاب الدین احمد خان واپس چلے آئے تو ان کے ہمراہ محمد شریف بھی مغلیہ دارالسلطنت میں وارد ہوا۔ اور سنہ ۹۹۸ھ میں داخل دربار ہوکر شاہی ملازمین میں شامل ہوگیا۔ سنہ ۱۰۰۲ھ میں بمقام لاہور اس نے وفات پائی۔

ملّا عبدالقادر بدایونی کا بیان ہے کہ محمد شریف ملحد تھا اور اس کا الحاد اس زمانہ کے سارے ملحدوں سے بڑھا ہوا تھا۔ باوجود اس کے ملّا صاحب نے اسکی تصنیف میں ایسے بہت سے قصائد دیکھے ہیں جن میں ائمہ اطہار علیہم السلام کے مناقب

32 ۔ طبقات اکبری جلد دوم ص ٥٠٥ ۔ منتخب التواریخ جلد سوم ص۳۷۸ اردو ترجمہ ص٥۴۰۔ آئین اکبری جلد اول ص ۳۱۳ ۔ خزانۂ عامرہ ص ۲۴۳ ۔

33 ۔ سنہ ۹۸٥ھ میں گجرات کی صوبہ داری پر شہاب الدین احمد خاں کا تقرر ہوا ہے۔ مرآۃ احمدی جلد اول ص ۱۲٥۔

و محامد مذکور ھیں ۔ یہ قصاید اس زمانہ کے لکھے ہوئے ھین جب کہ محمد شریف قطب شاھی دربار کا متوسل تھا اور اسی زمانہ میں اس نے سلطان ابراھیم قطب شاہ کی فرمائش سے دنیا کی ایك ضخیم تاریخ لکھی ھے ۔ جس کا نام 'مجمع الاخبار' ھے ۔ یہ کتاب سنہ۹۸۸ھ سے پہلے تمام ھوچکی تھی ۔ محمد شریف نے جب دربار مغلیہ میں توسل پیدا کیا تو اس میں سنہ ۱۰۰۰ھ تك اکبر بادشاہ کے حالات اضافہ کئے ۔ اور اس کا دیباچہ تبدیل کر کے شہنشاہ کے نام سے موسوم کر دیا [34] ۔

مجمع الاخبار دو مقالوں پر منقسم ھے ۔ اور ان کے تحت میں حسب ذیل عنوان درج ھیں :۔

مقالہ اول ۔ در بیان عہد قبل از اسلام ۔

(۱) ذکر انبیا علیہم السلام (۲) ذکر ملوك بنی اسرائیل (۳) ذکر حکمائے قدیم (۴) ذکر ملوك فارس (۵) ذکر ملوك بنی لخم (۶) ذکر ملوك بنی غسان (۷) ذکر ملوك بنی حمیر ۔

مقالہ دوم ۔ در بیان عہد بعد از اسلام ۔

خلفائے اسلام ۔ (۱) سیرت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم (۲) خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم (۳) ائمہ اثنا عشر علیہم السلام (۴) خلفائے بنی امیہ (۵) خلفائے عباسیہ ۔

سلاطین ایران ۔ (۶) ملوك طاھریہ (۷) ملوك صفاریہ (۸) ملوك سامانیہ (۹) ملوك دیالمہ (۱۰) ملوك غزنویہ (۱۱) ملوك غوریہ (۱۲) ملوك سلجوقیہ (۱۳) ملوك خوارزم شاھیہ (۱۴) ملوك اسمعیلیہ (۱۵) ملوك الموت (۱۶) قراخطائیان کرمان (۱۷) اتابکان فارس و دیار بکر و آذر بائیجان و لرستان ۔

سلاطین مغلیہ ۔ (۱۸) چنگیز خان اور اسکے جانشین (۱۹) ھلاکو خان (۲۰) شاھان ایلکانیہ (۲۱) شاھان مظفریہ (۲۲) سربداران ایران (۲۳) تیمور اور اسکے جانشین ۔

---

34 ۔ مجمع الاخبار کی قطب شاھی اشاعت میں نے بیجاپور میں دیکھی ۔ مغلیہ اشاعت کا ایك نفیس نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ھے ۔

سلاطین ھند - (۲۴) سلاطین دھلی - امیر سبکتگین سے لودھی خاندان کے خاتمہ تك (۲۵) سلاطین گجرات (۲۶) سلاطین بہمنیہ (۲۷) سلاطین بنگالہ (۲۸) سلاطین مالوہ (۲۹) سلاطین جونپور -

سلاطین ایران و روم - (۳۰) شاھان قراقویونلو (۳۱) شاھان آق قویونلو (۳۲) شاھان شیبانیہ (۳۳) شاھان صفویہ (۳۴) سلاطین عثمانیہ -

سلاطین ھند - (۳۵) شاھان مغلیہ - بابر سے اکبر کے سینتیسوین سالِ جلوس تك -

صدر جہان ملّا حسین طبسی کا ذکر اس سے قبل سلطان قلی قطب شاہ کے حالات میں آ گیا ھے - سلطان ابراھیم قطب شاہ کے زمانہ میں بھی صدارت کا عہدہ انہیں سے وابستہ تھا - انہوں نے سلطان ابراھیم کی فرمائش سے صید و صیاد کے آداب و احکام پر ایك کتاب تصنیف کی ھے - جس کا نام 'صیدیہ' ھے - لیکن عام طور پر اس کو 'شکارنامۂ قطب شاھی' کہتے ھیں - بنگال ایشیا ٹك سوسائٹی کے کتب خانہ میں نمبر Ac. 43 پر اسکا جو نسخہ ھے - اس کے خاتمہ میں اس کا نام 'لذّۃ الھوام' تحریر ھے - یہ کتاب سنہ ۹۸۳ ھ میں تمام ھوئی ھے اور اس کے مضامین ایك مقدمہ - دس ابواب اور ایك خاتمہ پر منقسم ھیں -

مقدمہ - در بیان تحقیق لفظ و معنی کلمۂ صید -
باب اول - در بیان شروط صیاد وذابح -
باب دوم - در بیان آلات اصطیاد وذابح -
باب سوم - در ذکر تسمیہ و کیفیت گفتن آن -
باب چہارم - در بیان حیوانات و طیوری کہ بدان شکار می کنند - و شرایط معلم ساختن ایشان و احکام آن -
باب پنجم - در ذکر صید کردن بہ تیر و شمشیر و نیزہ و باقی آلات تیز جراحت کنندہ -
باب ششم - در ذکر صید کردن ماھی و طریق تزکیہ آن کہ کدام جنس از ماھی حرام است و کدام حلال -
باب ھفتم - در ذکر صید و شکار بچہ نوع ملك صیاد می گردد -

باب هشتم - در مسائل ذبح و نحر کردن حیوانات و طیور -
باب نہم - در ذکر حلّت و حرمت حیوانات -
باب دهم - در ذکر سور و عرق و لعاب دهن حیوانات -
خاتمہ - در ذکر اسامی و احکام حلیت و حرمت و کراهیت حیوانات و طیور و حشرات و بعضے از خواص و غرائب حکایات که از ایشان نقل کرده اند -

ملّا حسین نے اس کے علاوہ ایک اور کتاب لکھی ھے جس کا نام 'مرغوب القلوب' ھے۔ اس میں سلطان قلی قطب شاہ اور اس کے اجداد کا وہ تذکرہ تحریر ھے جس کو ملّا صاحب نے خود بادشاہ مذکور کی زبانی سنا تھا - یہ کتاب اسوقت ناپید ھوگئی ھے لیکن تاریخ قطب شاھی میں اس کے بعض اجزا لفظ بہ لفظ محفوظ ھیں -

محمد قلی قطب شاہ

(سنہ ۹۸۸ھ - سنہ ۱۰۲۰ھ)

ابراھیم قطب شاہ کا تیسرا فرزند ھے - ۱۴ رمضان سنہ ۹۷۳ھ کو پیدا ھوا ابراھیم کی وفات کے تین روز بعد ۲۵ ربیع الثانی سنہ ۹۸۸ھ کو تخت پر بیٹھا - اور اکتیس سال حکومت کرنے کے بعد ۱۷ ذی القعدہ سنہ ۱۰۲۰ھ کو انتقال کیا -

دکن کے سلاطین میں بڑا ھی رحیم و کریم اور عادل و سخی بادشاہ ھوا ھے - اسی نے سنہ ۹۹۸ھ میں حیدرآباد بسایا تھا [25] - جب اس شہر کا سنگ بنیاد رکھا گیا تو اس کے وسط میں چار مینار تعمیر کرایا - اس کے مقابل چار بڑے بڑے بازار بنوائے - ھر بازار میں راستے اسطرح نکالے جو ایک دوسرے کو زاویہ پر قطع کرتے تھے - اور اور ان کے تقاطع سے چوراھے بنتے تھے - راستوں کے کنارے نہریں جاری کیں - نہروں کے کنارے سایہ دار درخت لگوائے - شہر کے مغربی جانب شاھی محلات تعمیر کرائے - ان عمارات کے دو قطعے تھے - اور ان کی ابتدا داد محل سے ھوتی تھی -

25 - شہر حیدرآباد اور شاھی محلات کے حالات کتب ذیل سے ماخوذ ھیں :-
تاریخ قطب شاھی - حدیقۃ العالم - تاریخ ظفرہ - تاریخ قادر خانی - تاریخ فرخندہ - تاریخ گلزار آصفیہ - سیاحت نامہ جات موسیو ٹیورنیر و موسیو تھیونو -

یہاں بادشاہ بہ نفس نفیس مظلوموں کی فریاد سنا کرتا تہا ۔ اس کی کئی منزلیں تہیں ۔ اور ہر منزل میں بازار کی طرف دریچے لگے ہوئے تہے ۔ اس کے پاس خدا داد محل تہا اس کے سات طبقے تہے ۔ اور ہر طبقے کا نام ائمہ اثناعشر علیہم السلام کے نام پر رکہا گیا تہا ۔ پہلا طبقہ آلھی محل کہلاتا تہا ۔ اس کے بعد محمدی محل اور حیدری محل واقع تہے ان کے نیچے چار طبقوں کو حسنی محل، حسینی محل، جعفری محل، اور موسوی محل کے نام سے موسوم کیا تہا ۔ یہ عمارت نہایت خوبصورت تہی ۔ اور اسکے در و دیوار زرین نقش و نگار اور گوناگوں جواھرات سے مزین تہے ۔ ان دونوں کے عقب میں جناں محل کی عظیم الشان عمارت تہی ۔ اس کے بعد دو وسیع صحن تہے ۔ اور ان کے اطراف بڑے بڑے محل بنے ہوئے تہے ۔ اور ان کی چہتوں پر دلکشا باغ لگائے گئے تہے ۔ پہلے صحن میں لعل محل، چندن محل، گگن محل، صدر صفہ اور نعمت خانہ کی عمارتیں تہیں ۔ سجن محل میں اکابر و علماء جمع ہوا کرتے تہے ۔ نعمت خانہ میں مطبخ شاھی سے دربار کے دس ہزار آدمیوں کو روزانہ کہانا کہلایا جاتا تہا ۔ دوسرے صحن میں بارگاہ سلطانی کا دوسرا دروازہ تہا ۔ اس کے ایك طرف دفتر خانہ اور دوسری طرف جامدار خانہ تہا ۔ ان کے بعد عامرہ کے دیگر کارخانہ جات کی عمارتیں تہیں ۔ ٹیورنیر J.B. Tauernier کو ان عمارات کی سیر کا موقع ملا تہا ۔ اس نے جب یہاں کی چہتوں پر باغات اور ان میں بڑے بڑے درخت لگے ہوئے دیکھے تو بڑا متعجب ہوا اور حیرت کرنے لگا کہ ان کا بوجھ چہت اور محرابوں نے کیونکر سنبھالا ھے ۔

ان عمارات کے بعد جلو خانہ تہا ۔ اسکے چار طرف شمالاً جنوباً شرقاً غرباً چار رفیع الشان کمانیں تہیں ۔ ان کے اطراف صفے اور ایوان بنے ہوئے تہے ۔ ان میں ہر وقت ایك ہزار مسلح سپاہیوں کی نشست رھا کرتی تہی ۔ اور دو سو حبشی اس جمیعت کے ساتھ بارگاہ سلطانی کا پہرہ دیا کرتے تہے ۔ سلطنت کے اعیان و امرا اور فوج کے سرداران و نایك واڑیان اپنی اپنی سپاہ و حشم کو لیکر جلوس کے ساتھ اس جلو خانہ میں آتے اور یہاں سے سلام و مجرے کے لئے بارگاہ سلطانی میں باریاب ہوکر واپس چلے جاتے تہے ۔

جلو خانہ کی مشرقی کمان پر نقار خانہ بنا ہوا تہا ۔ جس میں پنج وقتہ نوبت جھڑا کرتی تہی ۔ اسکے مقابل والی مشرقی کمان سے بارگاہ سلطانی کا راستہ تہا ۔

اس پر صندل کی لکڑی اور ہاتھی دانت سے بنے ہوئے دروازے لگے تھے۔ اور ان پر زربفت کا مرصع پردہ پڑا رہا کرتا تھا۔ شمالی اور جنوبی کمانیں فوج وحشم کی آمد ورفت کے لئے مخصوص تھیں۔ ان کے علاوہ بادشاہ نے بازارات میں سولہ هزار دکانیں اور شہر کے مختلف حصوں میں بارہ هزار مساجد، مہمان سرائے، لنگرخانے، شفاخانے، مدرسے، خانقاهیں، حمام اور رفاہ عام کے دیگر عمارات بنوائے تھے۔ بڑا شفاخانہ شہر کے جنوبی حصہ میں واقع تھا۔ اسے 'دار الشفا' کہتے تھے۔ اور اسمیں بڑے بڑے طبیب ملازم تھے۔ انہیں خزانۂ شاھی سے تنخواہ ملتی اور مریضوں کو دوا و غذا مفت دیجاتی تھی۔ ناظر الممالك میر ابو طالب کا بیان ھے کہ بادشاہ نے عمارات بنوانے میں ستر لاکھ هون صرف کئے تھے۔ یہہ رقم چھہ لاکھ تومان طلائی کے مساوی تھی[36]۔

محمد قلی نے شہر میں ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کے نام سے ایك لنگر خانہ قائم کیا تھا۔ جس میں غربا و مساکین کو روزآنہ کھانا کھلایا جاتا تھا۔ اس کے اخراجات کے لئے سالانہ ساٹھ هزار هون مقرر تھے[37]۔

36۔ حدیقة العالم جلد اول ص ۲٦۱۔

تومان ایران کا ایك حسابی سکہ ھے۔ مرزا مهدی خان کوکب نے اپنی ترکی لغات موسوم بہ سنگلاخ میں لکھا ھے کہ تومان مغلوں کی ترکی زبان میں دس هزار کے عدد کو کہتے هیں۔ سلاطین ایلخانیہ (سنہ ٦٥۴ھ۔ ۷٥۴ھ) کے دور حکومت میں دس هزار دینار طلائی ایك تومان کہلاتے تھے۔ عطا ملك علاءالدین جوینی نے تسلیتہ الاخوان میں لکھا ھے۔

و بہ هنگام خلوت و فرصت غیبت۔ بموفق عرض رسانیدہ کہ فرزند مرحوم شش صد تومان زر کہ شش هزار دینار باشد از اعمال عراق در مدتی کہ متصرف آن بودہ است زیادت از واجب استخراج کردہ۔

شہنشاہ اکبر (سنہ ۹٦۳ھ۔ سنہ ۱۰۱۴ھ) کے زمانہ میں تومان کے معادل هندوستان کے مغلیہ روپیہ کی جو قیمت معین تھی اسکو علامی ابوالفضل نے اسطرح بیان کیا ھے۔

گویند هر تومان هشت صد درم۔ تومان خراسانی سی روپیہ تومان عراق چہل روپیہ۔ آئین اکبری طبع لکھنو جلد دوم ص ۱٥۷ انگریزی ترجمہ، مترجمہ کرنل جیرٹ H.S. Jarrett طبع کلکتہ۔ جلد دوم ص ۳۹۳ و ص ۳۹۴۔

اس حساب سے سلطان محمد قلی کے تعمیرات پر تومان خراسانی کے لحاظ سے ایك کرور اسی لاکھ اور تومان عراق کے لحاظ سے دو کرور چالیس لاکھ مغلیہ روپیے صرف هوئے هیں۔

تومان کی نسبت مزید تحقیقات مطلوب هو تو هماری کتاب 'سکہ جات سلاطین ایران' کے مقدمہ کا باب پنجم ملاحظہ فرمائے۔

37۔ حدیقة العالم جلد اول ص ۲٦۱۔

ماہ محرم میں دس یوم تک بادشاہ کے حکم سے ماتم جناب سیدالشہدا علیہ السلام کے لئے مجالس عزا مقرر کی جاتیں اور علم استاد ھوا کرتے تھے ۔ علموں کے لئے دو عالیشان عمارات تعمیر کرائے تھے جو الاوے کہلاتے تھے ۔ ایک دولت خانہ شاھی میں، دوسرا شہر کے بڑے بازار میں واقع تھا ۔ ان میں دس روز تک روزآنہ دس دس ھزار چراغ روشن ھوا کرتے تھے ۔ جب ایام عزا ختم ھو جاتے تو غربا میں بارہ ھزار ھون تقسیم ھوتے ۔ اور یہ رقم زرعاشوری کہلاتی تھی [38] ۔

ماہ ربیع الاول میں بارہ روز تک مولود النبی کے جشن نہایت تکلف کے ساتھ برپا کئے جاتے تھے ۔ ان میں انواع واقسام کی خوشبویات جلائی جاتیں اور نفیس نفیس اطعمہ واشربہ خلایق کو کھلائے جاتے تھے ۔ ان میں سامان خور و نوش پر ایک لاکھ ھون اور خیرات وصدقات میں ایک لاکھ ھون کا صرفہ ھوا کرتا تھا [39]
مکۂ معظمہ ۔ مدینۂ منورہ ۔ نجف اشرف ۔ کربلائے معلی ۔ مشہد مقدس اور دیگر اماکن متبرکہ کے مجاور اور زھاد وصلحاء کے لئے نفیس ملبوسات، مختلف اجناس اور نقد رقومات ھر سال روانہ ھوا کرتے ۔ اور اس مقصد کے لئے بادشاہ نے سالانہ دو لاکھ ھون مقرر کردئے تھے [42] ۔

رسم ختنہ اور شادی کے لئے جب کوئی حاجت مند بارگاہ سلطانی پر حاضر ھوتا تو اسے پچاس ھون عطا ھوا کرتے تھے ۔ اور اگر ایسے ھزار آدمی روزآنہ آتے تو وہ سب فیضیاب ھوتے ۔ اور کوئی ھاتھ خالی واپس نہیں جاتا تھا [41] ۔

اوائل عہد میں برھمنوں نے اجناس پر محصول مقرر کرکے رعایا سے دو لاکھ ھون زاید وصول کئے ۔ اورانہیں خزانہ شاھی میں داخل کردیا تھا ۔ بادشاہ کو جب اس کی کیفیت معلوم ھوئی تو اس نے نہ صرف محصول کو معاف کردیا بلکہ وصول شدہ رقم بھی واپس کردی ۔ [42]

---

38 ۔ 39 ۔ حدیقۃ العالم جلد اول ص ۲۶۱ ۔

40 ۔ حدیقۃ العالم جلد اول ص ۲۶۱ و ۲۶۲ ۔

41 ۔ 42 ۔ حدیقۃ العالم جلد اول ص ۲۶۱ و ۲۶۲ ۔

محمد قلی اعلی درجہ کا شاعر تھا۔ فارسی، اردو اور تلنگی تین زبانوں میں شعر کہا کرتا تھا۔ اس کا مجموعۂ کلام سلطان محمد قطب شاہ کے عہد میں مرتب ہوا ہے۔ اس کے قطب شاہی عہد کے لکھے ہوئے تین نسخوں کا تین مختلف کتب خانوں میں پتہ چلتا ہے۔ ایک نسخہ ٹیپو سلطان کے کتب خانہ میں تھا۔ میجر اسٹوارٹ C. Stewart نے اس کا ذکر کیا ہے۔ دوسرا نسخہ شاہان اودہ کے کتب خانہ میں تھا۔ سنہ ۱۰۲۲ھ میں اس کی کتابت ہوئی تھی۔ ڈاکٹر اسپرنگر Dr. A. Sprenger نے اسکا ذکر کیا ہے۔ تیسرا نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں ہے۔ سلطان محمد قطب شاہ کے حکم سے سید محی الدین کاتب نے ماہ رجب سنہ ۱۰۲۵ھ میں اس کی کتابت کی ہے۔ اس میں فارسی، اردو دونوں زبانوں کے مثنویاں قصیدے۔ غزلیں۔ مرثیئے۔ ترجیع بند اور رباعیاں جمع ہیں اور اس کے اشعار کی مجموعی تعداد پچاس ہزار ہے۔ تلنگی کلام تباہ ہوگیا اور اس وقت ناپید ہے۔ فارسی کلام سے تین غزلیں ذیل میں نقل کی جاتی ہیں :—

با شمع بگو گرمئی دیوانۂ خود را — کآتش زند از رشك تو پروانۂ خود را
هوش و خرد از پاے در افتند چو مستان — چون سرمه کشی نرگس مستانۂ خود را
مستان محبت بدو عالم نفر و شند — کیفیت ته جرعۂ پیمانۂ خود را
با یاد تو عاشق نه کشد منت خورشید — بستیم در روزنۂ خانۂ خود را
گر جمله جہان پر شود از گوهر یکتا — خواهیم همه گوهر یك دانۂ خود را
دل در غم او یافته صد جنت جاوید — چون عذر نخواهیم غم خانۂ خود را

اے قطبشه آخر ره مردان ره عشق است
مردانه همیں رَو، رهِ مردانۂ خود را

حرفے ز لب یار شنیدیم شنیدیم — صد شکر که این باده چشیدیم چشیدیم
مردم همه صد درد سر بیهوده دارند — گر درد سر از باده کشیدیم کشیدیم
اعجاز محبت منگر کم که درین راه — بے بال و پر از شوق پریدیم پریدیم
این بس که تماشاے گلستان تو کردیم — گر میوۂ وصل تو نچیدیم نچیدیم

اے قطبشه از درد دل خویش چه گویم
مشتاق تر از خویش ندیدیم ندیدیم

در رہ دوست دلا نیست ضرر دانستم　　سخن اهل غرض بود خطر دانستم
خوش بجد داشت دلم کز تو وفامی آید　　شکر باری که ترا بار دگر دانستم
تا به رخسار جہاں سوز تو کارم افتاد　　روش سوختن آتش تر دانستم
فتنه می بارد ازان چشم تو هم میدانی　　از چه کم می کنی اے شوخ نظر دانستم
قطبشه دوش که در گلشن گوئی بودم
ذوق کیفیت مرغان سحر دانستم

سلطان محمد قلی ارباب فضل و کمال کی خوب قدر و منزلت کیا کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے ایران، عراق اور هندوستان کے بڑے بڑے سادات، علماٗ، شعراٗ اور مصنفین اس کے دربار میں جمع ہوگئے تھے۔ ان میں سے بعض کو بادشاہ نے سلطنت کے بڑے بڑے عہدوں پر مامور کردیا ۔اور بعض کے لئے خزانۂ عامرہ سے بیش قرار تنخواهیں مقرر کردی تھیں۔

مرتضی الممالك میر محمد مومن استر آبادی [43]۔ استر آباد کے سادات عظام سے تھے۔ انکومولانا فخرالدین سماکی سے قرابت قریبه تھی۔ شاهان صفویه ان کے اجداد واقربا کی بےحد تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے۔ شاہ طهماسپ صفوی نے میر مومن کو شہزادہ حیدر مرزا کا معلم مقرر کیا تھا۔ شاہ طهماسپ کی وفات کے ایك روز بعد ۱۶ صفر سنه ۹۸۴ ھ کو شاهزادے نے شهادت پائی اور شاہ اسمیل ثانی برسرحکومت هوا تو میر صاحب نے ایران کو چھوڑ دیا اور وهاں سے حیدرآباد چلے آئے۔ سلطان محمد قلی نے انہیں وکالت اور پیشوائی کے عہدہ هائے جلیله پر مامور کیا۔ سالہا سال تك ان خدمات کو انجام دیتے رهے۔ محمد قطب شاہ کے اخیر عہد میں سنه ۱۰۳۲ ھ میں دنیائے فانی سے انتقال کیا اور اپنے بنائے ہوئے دائرے میں مدفون ہوئے۔

میر صاحب عابد و زاهد اور عالم و فاضل تھے۔ علوم منقول و معقول میں کمال حاصل تھا۔ فارسی میں شعر خوب کہا کرتے تھے۔ مختلف مواقع پر سلاطین قطب شاهیه کی مدح وستائش میں جو قصائد اور تاریخیں لکھی هیں ان کے انتخاب

43۔ تاریخ فرشته جلد دوم ص ۱۷۳ ـ تاریخ عالم آرائی عباسی جلد اول ص ۱۵۹۔ مآثرالامراء جلد سوم ص ۴۱۲-۴۱۴ حدیقة العالم، جلد اول ص ۲۵۸ و ص ۳۰۳۔ نجوم السما ص ۸۲۔

تاریخ قطب شاهی میں درج ہیں ۔ مختلف علوم و فنون میں بھی آپ نے کئی کتابیں لکھی ہیں ۔

رسالہ فی الرجعة 44 ۔ یہ رسالہ سنہ ۹٦۹ ھ میں تصنیف ہوا ہے ۔ میر صاحب نے اس میں وہ اخبار جمع کئے ہیں جو حضرت قائم امام غائب صلواة اللہ علیہ کی رجعت کے بارے میں اصحاب عصمت صلوات اللہ علیہم سے منقول ہیں ۔

رسالہ فی الاوزان الشرعیہ 45 ۔ یہ رسالہ گولکنڈہ میں تصنیف ہوا ہے ۔ اس میں اوزان شرعی کی تحقیق کے علاوہ خاتمہ میں کروہ و فرسخ وغیرہ کی مسافت کا بیان بھی ہے ۔ اسکا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں فن مجامیع کے نمبر ۳۱/۸ پر 'رسالہ مقداریہ' کے نام سے موجود ہے ۔

رسالہ فی العروض 46 ۔ عالم آرائے عباسی کے مصنف نے اسکی نسبت لکھا ہے کہ 'اس سے بہتر رسالہ فن عروض میں تصنیف نہیں ہوا' ۔

میر صاحب نے اپنے قصائد اور غزلیات ورباعیات بھی بصورت دیوان مرتب کئے ہیں ۔ اور اس کا ایک نفیس نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ہے 47 ۔

میر صاحب کے کلام سے ایک غزل بطور نمونہ ذیل میں نقل کیجاتی ہے

خدا یادارھان از شور بختی دل فگاری را　　گلستان کن بیک باران رحمت شورزاری را
دلا پیوستہ با ناسازگاران سازگاری کن　　کہ باشد سازگار خود کنی ناسازگاری را
شدم پیر از غمت غافل مشو از روزگار من　　کہ من بربادشوقت دادہ ام خوش روزگاری را
خماری برخمارم میدھم گردون زیک مستی　　چہ خوش بودی کہ دادی مستی ہم ہر خماری را
مرا بس این کہ دارم حکم براقلیم ناکامی　　مسلم باد ملک کامگاری بخت یاری را

---

44 ۔ کشف الحجب و الاستار نمبر ۱۳۹۳
45 ۔ کشف الحجب والاستار نمبر ۱۲٦۹
46 ۔ نجوم السماء ص ۸۳
47 - Ethe, Persian MSS, India Office,

ز شهد نا گوار چرخ کام عافیت سوزد بحمدالله نصیبم کردهٔ زهر خوش گواری را
به تلخی جان ده کثر حدیث درد گو مومن
چه غم از تلخیٔ ناکامی ما کام گاری را

میر جمله مرزا محمد امین شہرستانی [48] - اصفہان کے سادات عظام سے تھا - اس کے عزیز و اقارب شاہان صفویہ کے دربار میں بڑے معزز و موقر مانے جاتے اور سلطنت کے عہدہ ہائے جلیلہ پر فائز تھے [49] - اس کا بڑا بھائی میر جلال الدین حسن صلائی شاہ عباس ماضی کے زمانے میں منصب صدارت پر مامور تھا جو سلطنت صفویہ میں سب سے بڑا اور جلیل القدر عہدہ ہے - شماخی کے محاصرہ میں ۸- ربیع الاول سنہ ۱۰۱۶ ھ کو اس کا انتقال ہو گیا [50] - تو اسکی جگہ اس کا برادر زادہ مرزا رضی بن مرزا تقی قائم مقام ہوا - شاہ عباس نے اپنی دختر کا عقد اس کے ساتھ کر دیا - اور منصب صدارت کے علاوہ ائمہ معصومیئین علیہم السلام کے اوقاف کی تولیت بھی اس کے تفویض کی [51] - سنہ ۱۰۲۶ ھ میں مرزا رضی نے انتقال کیا - اس کا خورد سال فرزند مرزا صدر الدین محمد منصب صدارت سے سرفراز ہوا اور بادشاہ نے اسکی نیابت اسکے برادر عمزاد مرزا رفیع کے حوالہ کی [52] -

محمد امین سنہ ۱۰۱۳ ھ میں ایران سے دکن میں وارد ہوا - اور مرتضی الممالک میر محمد مومن استرآبادی کی سفارش سے محمد قلی قطب شاہ نے جملۃ الملک میر جملہ کا خطاب دے کر اپنا وزیر اعظم مقرر کیا - اور تمام مہمات سلطنت اس کے حوالہ کر دیے - محمد امین اس عہدہ پر محمد قلی کی وفات تک مامور رہا - سنہ ۱۰۲۰ ھ میں جب سلطان محمد قطبشاہ برسرحکومت ہوا تو سلطنت کے جمیع کاروبار خود انجام دینے لگا جسکے باعث میر جملہ کا اقتدار سلب ہو گیا - اور اس نے ترک ملازمت کر کے بیجاپور کی راہ لی -

48 - تاریخ عالم آرائے عباسی جلد سوم ص ۶۲۳ - توزک جہانگیری جلد دوم ص ۶۲۶ - اقبال نامہ جہانگیری جلد سوم ص ۵۵۰ - تذکرہ مرزا طاہر نصیر آبادی - طبع طہران ص ۵۶ - ماثر الامرا جلد سوم ص ۶۱۳ تا ۶۱۷ - حدیقۃ العالم جلد اول ص ۳۴۴ - Ethe, Neupersisch Litteratur, Grundriss der Iranishen Philologie, Vol. II. p. 246 - 247.

49 - عالم آرائے عباسی ص ۴۰۵ -

50 - عالم آرائے عباسی ص ۵۱۹ -

51 - عالم آرائے عباسی ص ۵۳۶ -

52 - عالم آرائے عباسی ص ۶۵۴ -

یہاں سے ایران جا کر شاہ عباس کے دربار میں باریاب ہوا اور تین چار سال کے بعد اپنے اہل وعیال کو اصفہان میں چھوڑ کر ہندوستان چلا آیا [53]۔ سنہ ۱۰۲۷ھ میں جہانگیر کی ملازمت اختیار کی۔ ابتداً دو ہزاری منصب سے سرفراز ہوا [54]۔ سنہ ۱۰۲۹ھ میں میرسامانی کا عہدہ ملا [55]۔ شاہ جہاں کے ساتویں سال جلوس تک اس خدمت کو انجام دیتا رہا۔ آٹھویں سال بادشاہ نے اسلام خاں کے عوض میر بخشی کا عہدہ اور پانچ ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب عطا فرمایا [56]۔

۱۰ ربیع آلاخر سنہ ۱۰۴۷ھ کو مرض فالج میں مبتلا ہو کر دفعتاً انتقال کیا [57]۔ اور آگرہ میں مدفون ہوا۔

شہنشاہ جہانگیر نے اپنی تزک میں میر جملہ کا بدین الفاظ تذکرہ کیا ہے۔

درین تاریخ میر جمله از عراق آمده دولت زمین بوس دریافت۔ مشار الیه از سادات معتبر اصفهان است۔ وسلسلهٔ اینها در عراق همیشه عزت داشته اند و الحال برادرزاده او میر رضی در خدمت برادرم شاه عباس بمنصب صدارت اختصاص دارد۔ صبیه خود را باؤ نسبت کرده۔ میر جمله پیش از چهارده سال از عراق برآمده نزد محمد قلی قطب الملك بگلکنڈه رفته بود۔ نامش محمد امین است و قطب الملك او را میر جمله خطاب داده بود مدت ده سال مدار علیه او بوده و صاحب سامان شده بعد ازانکه قطب الملك مذکور ودیعت حیات سپرده و نوبت ریاست به برادرزاده او رسید بمیر جمله سلوکے خاطر خواه او باشد نکرده و میر جمله رخصت گرفته بوطن شتافته و شاه بنا بر نسبت میر رضی عزتی که مردم صاحب سامان را در نظرها می باشد بمیر مذکور توجه و شفقت بسیار ظاهر فرموده۔ و او نیز پیشکشها لایق گزرانیده مدت سه چهار سال در عراق بسر برده و ملك ها بهم رسانیده چون مکرر معروض گشت که او اراده خدمت این درگاه دارد فرمان فرستاده بدرگاه طلب فرمودم۔ و مشار الیه بمجرد رسیدن فرمان ترك تعلقات نموده جریده روئے اخلاص بدرگاه نهاد و درین تاریخ بعز بساط بوس مفتخر گشته دوازده راس اسپ و نه تغور قماش و دو انگشتری پیشکش گزرانید۔ چو از روئے عقیدت و اخلاص آمده مشمول عواطف و مراحم ساخته بالفعل بیست هزار درب چرخی و خلعت عنایت شد۔ 58

53۔ عالم آرائے عباسی ص ۶۲۳
54۔ توزک جہانگیری ص ۲۲۶
55۔ توزک جہانگیری ص ۳۱۹
56۔ عمل صالح۔ جلد دوم ص ۹۸
57۔ عمل صالح۔ جلد دوم ص ۲۵۱
58۔ تزک جہانگیری۔ ۲۲۶

مرزا سکندر بیگ منشی نے اپنی تاریخ عالم آرائے عباسی مین سنه ۱۰۲۳ھ کے واقعات بیان کرتے ہوئے میر جمله کے حالات اس طرح تحریر کئے ہیں:۔

> دیگری از سوانح آنکه در حین معاودت سفر گرجستان درکنار رود ارس میر محمدامین مشهور بمیرجمله که از هند دکن آمده بود بشرف رکاب بوسی اشرف سرافراز گردیده اعزاز و احترام یافت ۔ وی از سادات عظام شهرستان اصفهان و عم میرزا رضی صدر است ۔ چند سال قبل ازین بجانب دکن رفته برحسب تقدیر ملازمت قطب شاه والی گلکنڈه اختیار نموده بود ۔ و بنا بر ظهور کار دانی بمرتبه وزارت که بعرف آنجا میر جمله می نامند رسیده صاحب ثروت ومکنت شده بود ۔ و چون محمد قلی قطب شاه بجوار رحمت آله پیوسته سلطان محمد برادر زاده و داماد ش جانشین سریر قطب شاهی گردید ۔ همانا میر مذکور از وفور رشد و بلند پروازی استقلال سابق نیافته میانه او وبادشاه طرح بد نشسته وانچه از جناب میرا استماع افتاد این بود که می گفت حب وطن و آرزوی آمدن ایران و خوشیهائی اصفهان و ادراك پای بوس شاهنشاه زمان در دل رسوخ تمام داشت ما بعرف خود با لطوع دا لرغبة پیشکش کرده رخصت آمدن یافتم ۔ وچون به بیجاپور رسیدم ابراهیم عادل شاه داده بیرون آمدم ۔ العلم عندالله و العهده علیه ۔ الحاصل پیشکش لایق از جواهر و اسباب گزرانیده چند گاه در اردو بود از بسیاری رشد و بلند پروازی سخنان گزاف ازو سرمی زد که متحسن اطباع سلیمه نبود و جز وزارت دیوان اعلی و وکالت نفس همایون به هیچ منصبی از مناصب دیوان راضی نمی شد ۔ با لجمله مطالب او دران اوقات بحصول نه پیوست و در ماژندران رخصت یافته باصفهان آمد با آنکه در وطن اصلی منازل خوب و املاك مرغوب و اسباب معیشت بزرگانه آماده داشت مرغ طبیعتش درهوای منصب عالی و حب جاه و حشمت پرواز می کرد ۔ دیگر باره جلا وطن اختیار نموده فرزندان و متعلقان را در صفاهان انداخته از راه بیابان بقصد ادراك ملازمت حضرت بادشاه والاجاه شاه سلیم فرمان فرمای ممالك هندوستان روانهٔ آن دیار گردید ۔ و حضرت اعلی اغماض بادشاهانه فرموده اصلاً از فرار او اظهار نقاری نفرمودند و فرزندانش در سایهٔ معدلت شاهانه آسوده حال روزگار می گزرانند ۔

میر جمله علوم متداوله میں یدطولیٰ رکھتا تھا۔ شاعر بھی تھا۔ شعر خوب کہا کرتا تھا۔ روح الامین تخلص تھا۔ اکثر شعرا اس کے متوسل تھے سنه ۱۰۳۰ھ میں مرزا ابو طالب کلیم جب دوسری مرتبه هندوستان آیا تو کچھ عرصه اس کی مصاحبت میں بسر کیا [59] ۔ مرزا ابراهیم بیگ ارتیمانی بھی عرصه تك اس کا ندیم بنا رها [60] ۔

میر جمله نے قیام گولکنڈه کے زمانه میں خمسهٔ نظامی کا جواب لکھنا شروع کیا تھا۔ سنه ۱۰۲۱ھ تك اس سلسله کی چار مثنویاں تمام کیں اور ان کے

---

59 ۔ سرو آزاد ص ۲۸ ۔
60 ۔ نشه عشق ورق (۳۰)

دیبا چے سلطان محمد قلی قطب شاہ کے نام سے مزیّن کئے۔ ان مثنویوں کی تفصیل یہ ھے :۔

(۱) خسرو شرین[61]۔ سنہ ۱۰۱۶ ھ میں تمام ہوئی ھے۔ اس کی ابتدائی بیت یہ ھے :۔

آلہی ہمچو صبح سینہ بکشائی   زچاك سینہ ام خورشید بنمائی

(۲) لیلی مجنون[62]۔ سنہ ۱۰۱۷ ھ میں تمام ہوئی ھے۔ اس کا پہلا شعر یہ ھے :۔

اے حسن طراز عشق پرواز   انجام نمائے کار از آغاز

(۳) مطمح الانظار[63]۔ مخزن الاسرار کا جواب ھے۔ ۲۶ ربیع الاول سنہ ۱۰۱۹ ھ کو تمام ہوئی ھے۔ اس کا آغاز یہ ھے :۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم   مطلع آیات کلام حکیم

(۴) فلك البروج[64]۔ اس کا نام آسمانِ ہشتم بھی ھے۔ ہفت پیکر کا جواب ھے۔ سنہ ۱۰۲۱ ھ میں تمام ہوئی ھے۔ ابتدائی بیت یہ ھے :۔

اے روان آفرین و گردون ساز   وے غنی از شریك و از انباز

ان مثنویات کے علاوہ محمد امین نے اپنا دیوان بھی سنہ ۱۰۲۰ ھ میں مرتب کیا ھے۔ جس میں غزلیات و رباعیات جمع ہیں۔ اس کا نام 'گلستانِ ناز' ھے اور حسب ذیل بیت سے اس کی ابتدا ہوئی ھے[65] :۔

اے روشن از فروغ تو شمع روانِ ما   از نورِ قدرتِ تو چکیداست جانِ ما

---

61 - *Ethe*, Persian MSS. India Offic , No. 1539

62 - *Rieu*, Persian MSS. British Museum, Vol. II. P. 675 *Ethe*, Persian MSS. India Office, No. 1540.

63 - اس کا نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں فن مثنویات کے نمبر ۸۵ پر موجود ھے۔

64 - محبوب الالباب ص ۵۰۰ *Rieu*, Persian MSS. British Museum. Vol, II. P. 676.

65 - *Rieu*, Persian MSS. British Museum, Vol. II. P. 676. *Ethe*. Persian MSS. India Office, No. 2897. *Ivanow*, Persian MSS. Asiatic Society of Bengal, No. 736.

طبیب رضی الدین محمد بن علی الحسینی الاسترآبادی - سلطان محمد قلی کے درباری طبیبوں سے ہے - بادشاہ کی فرمایش سے سنہ ۹۹۱ ھ میں اس نے ایک ضخیم کتاب علم الادویہ میں لکھی - اور اس کا نام 'اختیارات قطب شاہی' رکھا - یہ کتاب اصل میں 'اختیارات بدیعی' کی شرح ہے جس کو علی بن حسین الانصاری المعروف بہ حاجی زین الدین عطار نے سنہ ۷۷۰ ھ میں تصنیف کیا ہے [66] -

حاجی زین الدین عطار شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری کی اولاد سے ہیں - ان کے والد حاجی جمال الدین حسین اصفہان میں طبابت کیا کرتے تھے - وہاں سے ترک وطن کر کے شیراز میں آئے - جہاں حاجی زین العطار سنہ ۷۳۰ ھ میں پیدا ہوئے - چہتر سال کی عمر میں سنہ ۸۰۶ ھ میں انتقال کیا - وہ مشہور فارسی شاعر خواجہ حافظ شیرازی کے معاصر اور شاہ شجاع (سنہ ۷۶۵ھ سنہ ۷۸۶ ھ) کے مقربین خاص سے تھے [67] - اسی بادشاہ کی علم دوست بیگم ملکہ بدیع الجمال کی فرمایش سے حاجی زین العطار نے 'اختیارات بدیعی' تصنیف کی ہے -

حاجی زین العطار نے سنہ ۷۶۷ ھ میں ایک کتاب 'مفتاح الخزاین' کے نام سے تصنیف کی اور آسے تین مقالوں میں تقسیم کیا - مقالۂ اول میں ادویہ مفردہ کے افعال و خواص قلم بند کئے - مقالۂ ثانی میں ان کے ابدال و اصلاح کی تشریح کی - مقالہ ثالث میں ادویہ مرکبہ کے اجزا اور آن کی ترکیب بیان کی [68] - اس کے تین سال بعد سنہ ۷۷۰ ھ میں 'مفتاح الخزاین' پر نظر ثانی کی - ترمیم و تغیر اور حک و اضافہ کے بعد ایک جدید نسخہ مرتب کیا اور اس کا نام 'اختیارات بدیعی' رکھا اس میں 'مفتاح الخزاین کا دوسرا مقالہ جس میں ادویہ کے ابدال و اصلاح کی صراحت ہے خارج کر دیا - ادویہ مفردہ اور ادویہ مرکبہ کے دو مقالے باقی رکھے - ادویہ مرکبہ کا بیان بجائے بارہ ابواب کے سولہ ابواب میں پھیلا دیا -

اختیارات قطب شاہی میں اختیارات بدیعی کے موافق دو مقالے ہیں - ان میں سے پہلے مقالہ میں ادویہ مفردہ کا بیان حروف تہجی سے تبدیل کر کے افعال

---

66 - کشف الظنون - جلد اول ص ۹۵ -

67 - *Rieu*, Persian MSS. British Museum. Vol. II. P. 469.

68 - *Sachau* and *Ethe*, Persian MSS. Bodleian Library. No. 1579.

واثرات کے تحت درج کیا گیا ہے۔اور اس کی وجہ سے یہ مقالہ علم الادویہ کے عوض علم افعال الادویہ کا مخزن بن گیا ہے۔ اس مقالہ کے اخیر میں شارح نے ایک خاتمہ لکھا ہے جس میں امور متفرقہ مذکور ہیں۔ اور اس کے مطالب ایک ہندی کتاب 'عین الحیواۃ' سے اخذ کئے ہیں۔ دوسرے مقالہ میں ادویہ مرکبہ کا بیان اٹھائیس ابواب میں ہے۔ انمیں سے سولہ باب اختیارات بدیعی کے ہیں اور ان میں سے ہر باب کے آخر میں شارح نے ایک ایک فصل اضافہ کی ہے اور اس کو 'قرابادین خوارزم شاہی' یا 'کتاب کوتوالی' سے انتخاب کیا ہے۔ بقیہ بارہ باب خاص شارح نے اضافہ کئے ہیں۔ مولانا جلال الدین بن امین الدین الطبیب المرشدی الکازرونی نے اختیارات بدیعی میں جو اضافہ کئے تھے ان کو بھی شارح نے ان ابواب میں شامل کر لیا ہے۔

مقالہ ثانی کے اٹھائیس ابواب کی تفصیل یہ ہے۔

۱	فی المفرحات	۲	فی المعاجین
۳	فی الجوارشات	۴	فی الاطریفلات
۵	فی المربیات	٦	فی الاشربہ
۷	فی اللعوقات	۸	فی السفوفات
۹	فی الحبوبات	۱۰	فی الاقراص
۱۱	فی الایارجات	۱۲	فی التریاقات
۱۳	فی المطبوخات و النقوعات	۱۴	فی ماء الاصول
۱۵	فی الحقن	۱٦	فی الشیافات
۱۷	فی الادویہ العین	۱۸	فی السنونات و ادویۃ الاسنان
۱۹	فی الاطلیہ و الضمادات	۲۰	فی النطولات و الکمادات
۲۱	فی الغراغر و المضمضہ	۲۲	فی الادہان
۲۳	فی المراہم و الذرورات	۲۴	فی ادویہ الفم
۲۵	فی العطوسات	۲٦	فی اللخلخہ و الشموم و البخور
۲۷	فی المسمنات و المہزلات	۲۸	فی الربوبات

انڈین هسٹاریکل ریکارڈز کمیشن Indian Historical Records Commission کے آٹھویں اجلاس میں جو نومبر سنه ۱۹۲۵ ع کو لاهور میں منعقد هوا تها[69] اختیارات قطب شاهی کا ایك گران قدر مخطوط پروفیسر محمود شیرانی نے پیش کیا تها - یه مخطوطه قطب شاهی کتاب خانه کا هے - میر مجد الدین محمد الحسینی الکاشانی مصنف زینته المجالس نے سنه ۱۰۱۷ ه میں اس کی کتابت کی هے- اس کے دو سرورق هیں - ان میں سے هر ایك پر سلطان محمد قطب شاه کے هاتھ کی لکھی هوئی دو تحریریں اور محمد قطب شاه کی ایك مهر ثبت هے -

(۱) فهرست کے سرورق کی عبارت

فهرست اختیارات قطب شاهی تمام شد در کتاب خانه
عامره بخط مسعود بتاریخ اوایل شهر ذی القعدة الحرام سنه۱۰۲۴ ه
در دار السلطنته حیدرآباد حرس الله عن الاضداد کتبه العبد الخالص
لمولده سلطان محمد قطب شاه زاد توفیقه فیما یتمناه -

(۲) متن کے سرورق کی عبارت

اختیارات قطب شاهی بابت کتاب خانه عامره بخط
میر مجد الدین بتاریخ سنه ۱۰۱۷ ه فی الهجریه در دار السلطنته
حیدرآباد کتبه سلطان محمد قطب شاه زاد توفیقه فیما یتمناه -

(۳) مهر کی عبارت

مهر سلیمان ز حق گشته میسر مرا
العبد محمد قطب شاه السلطان
گشت ز نقش نگیں حیدر صفدر مرا

اس کے علاوه اختیارات قطب شاهی کا ایك اور مخطوطه حیدرآباد میں آقائے داعی الاسلام سید محمد علی لاریجانی مولف فرهنگ نظام کے یهاں هے - اس

69 - Proceedings of Eighth Meeting of Indian Historical Commission, Vol. VIII. P.

کو ہم نے دیکھا ہے اور اس یاد داشت کے لکھنے میں اس سے مدد لی ہے یہ مخطوطہ سلطان محمد قلی قطب شاہ کے عہد میں مکتوب ہوا ہے اور اس کے خاتمہ پر حسب ذیل عبارت لکھی ہوئی ہے -

کتبہ محمد لطفی شیرازی بن ابراهیم شیرازی
این کتاب الطب مسمی با اختیارت
محمد قلی قطب شاہ

درعہد بادشاہ خداوند جہان سلطان الافاضل زادالله
عمرو وارفع ورجاتها اللهم احفظ بلده من شرالاعدا مرقوم گشت

حکیم صفی الدین محمد گیلانی - سلطان محمد قلی قطب شاہ کا درباری طبیب تھا اس نے بادشاہ کی فرمائیش سے قوائے شہوانیہ کی تشریح اور اس کے امراض و معالجات پر ایك مبسوط کتاب لکھی ہے - تذکرۃ الشهوات فی تبصرۃ اللذات اس کا نام ہے - سنہ ۹۹۷ ھ میں تمام ہوئی ہے - اس کا ایك نسخہ ریاست رامپور کے سرکاری کتب خانہ میں موجود ہے - شمس العلما مولانا نذیر احمد نے هندوستان کے کتب خانوں کی نسبت جو یاد داشت لکھی ہے اس میں نمبر(۲۷۲) پر اس کا تذکرہ درج ہے [70] -

عبداللہ بن منصور الفرسی - سلطان محمد قلی قطب شاہ کے علمائے دربار سے ہے - حکمت و ریاضیات کا ماهر تھا - اس نے بادشاہ کے لئے ریاضیات پر دو کتابیں لکھی ھیں - ان میں سے ایك علم حساب میں ہے اور اسے شیخ بہاءالدین آملی کی مشہور کتاب خلاصۃ الحساب سے ترجمہ کیا ہے - دوسری کتاب علم هیئت سے تعلق رکھتی ہے - یہ قاضی زادہ رومی موسی بن محمد خوارزمی کی شرح چغمنی کا ترجمہ ہے - اس کا متن محمد بن محمود چغمنی نے لکھا ہے - ان دونوں کے قلمی نسخے راقم الحروف کے یہاں موجود ھیں - خلاصۃ الحساب کی کتابت سنہ ۱۱۱۲ ھ میں

70- Notes on important Arabic and Persian MSS. found in various Libraries in India. J. R. A S, B, New Series, Vol. XIV.

بمقام حیدرآباد ہوئی ہے۔ شرح چغمنی کا ترجمہ فرخ سیر کے تیسرے سال جلوس مین بمقام اورنگ آباد مکتوب ہوا ہے۔

محمد بن علی الشخوری[71]۔ آمل ان کا وطن تھا۔ حیدرآباد میں سکونت تھی۔ صاحب امل آمل نے ان کا تذکرہ کیا اور عالم وفاضل، عابد و زاہد بتایا ہے۔ انہوں نے سلطان محمد قلی قطب شاہ کے آخیر عہد میں مناقب جناب، امیر علیہ السلام مین ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کا نام 'تحفته الطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب' ہے۔ اس کا نسخہ جو خاص مصنف کے ھاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ مصنف نجوم السماء کے یہاں موجود تھا۔ اس کے خاتمہ مین اختتام کی تاریخ سنہ ۱۰۱۲ھ تحریر تھی۔

حسین بن علی الفرسی[72]۔ محمد قلی قطب شاہ کا درباری مورخ ہے۔ اس نے سلاطین قطب شاہیہ کی منظوم تاریخ لکھی ہے۔'نسب نامہ قطب شاہی' اس کا نام ہے۔ اس میں اٹھارہ ہزار چھ سو ابیات ہیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر اسپرنگر Dr.A.Sprengar نے بیان کیا ہے یہ کتاب سنہ ۱۰۱٦ھ میں تصنیف ہوئی ہے۔ اور اس کے مضامین چار مقالوں پر منقسم ہے۔

مقالہ اول۔ اس میں خاندان قطب شاہی کی حقیقت اور بانئی خاندان کے اسلاف کا تذکرہ ہے۔ اور اس کی ابتداء اس بیت سے ہوئی ہے۔

نخست اے خرد مند دانش فزاے　　زبان را بنام خدا برکشاے

مقالہ دوم۔ اس میں سلطنت بہمنیہ کے زوال اور سلطنت قطب شاہی کے بانی سلطان قلی بڑہ ملک کے ظہور اور عروج و اقبال کا تذکرہ ہے حسب ذیل بیت سے اس کی ابتداء ہوئی ہے۔

بیا اے نیوشندۂ ما خرد　　شنو داستانی کہ اندر خرد

71۔ شذورالعقیان جلد دوم ص ۳۹٦۔ نجوم السما ص ۹۵۔ کشف الحجب ص ۱۰٦۔

72- *W. Beale*, Oriental Biographical Dictionary, London. 1894. p. 138 b. *H. Ethe*, Neupersische Litteratur, Grundriss der Iranischen Philologie, Vol. II. p. 2S7 - 238. *A. Sprenger*, Catalogue of the Manuscripts in the Libraries of the King of Gudh. Vol I. p. 409. - *W. Ivanow*, Persian MSS. in Collection of the A.S.B. No. 690 (p. 307)

مقاله سوم ۔ اس میں ابراهیم قطب شاہ کے انتقال تک سلطان قلی قطب شاہ کے دو جانشینوں کا تذکرہ ھے ۔ اسکی ابتدائی بیت یہ ھے ۔

چو عنقائے خاور فرو هست پر   فلك زد بسر دم طاوس پر

مقاله چهارم۔ اس میں سلطان محمد قلی قطب شاہ کے حالات ھیں، تخت نشینی سے ابراهیم عادل شاہ ثانی (سنه ۹۸۷ سنه ۱۰۳۵) کی لڑائی تک جو بمقام نلدرک واقع ہوئی تھی ۔ آخر میں بعض امرا مثلا سید شاہ میر، اصفها نے ۔ وزیر علی آقا بن حسین بیگ ترکمان وغیرہ کے تذکرے ھیں ۔ اس مقاله کا پہلا شعر یہ ھے ۔

چو زین نامه بر دخته شد خامه ام   زنو یافت زیب دگر نامه ام

اس کتاب کا ایك خوشخط مخطوطه ایشیاٹك سوسائٹی بنگال میں نمبر No. 159 پر موجود ھے جو ۲۲ ۔ شوال سنه ۱۰۲۲ ھ کو کتب خانۂ سلطان محمد قطب شاہ کے لئے لکھا ھے اور علی بن ابو محمد کاتب نے اسکی کتابت کی ھے ۔

هیرالال خوشدل ۔ سلطان قلی قطب شاہ کے فرزند حیدر قلی کا منشی تھا ۔ اس نے بھی محمد قلی قطب شاہ کے اوائل عہد میں سلاطین قطب شاهیه کی منظوم تاریخ لکھی ھے ۔ اس کے چار مقالے ھیں ۔

مقله اول میں سلاطین قطب شاهیه کا نسب نامه اور آبا و اجداد کے کارنامے مذکور ھیں ۔ اس مقاله کی ابتدا اس بیت سے ہوئی ھے :-

بیا ساقیا بزم ما برفروز   چو شمع از تف پنبه جانم بسوز

مقاله دوم میں سلطان قلی قطب شاہ کے حالات و فتوحات تحریر ھیں اسکی پہلی بیت یہ ھے :-

نخست آفرین کرد بر کردگار   خداوند روزی دہ مور و مار

مقاله سوم میں سلطان ابراهیم قطب شاہ کے حالات ھیں اس کا ابتدائی شعر یہ ھے :-

بیا ساقی آن روح پرور شراب   فشان بر سر قدم از شتاب

مقاله چہارم میں سلطان محمد قلی قطب شاہ کے جلوس کا تذکرہ ہے اور حسب ذیل شعر سے ابتدا ہوئی ہے :۔

بیا ساقی آن بادہ کو جان دھد	رھم سوے توحید یزدان دھد

دیباچہ کا ابتدائی شعر یہ ہے :۔

خدائی کہ داد از نخستین کار	فلک را شتاب و زمین را قرار

اس کا ایک نسخہ بنگال ایشیاٹک سوسائیٹی کے کتب خانہ میں نمبر D. 65. پر موجود ہے۔

ملک الشعرا ملا معین میرک[73]۔ سادات سبزوار سے تھا۔ اور شعر گوئی میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا۔ ولایت سے ھندوستان میں آکر ابتداً نظام شاھی دربار میں توسل پیدا کیا۔ پھر گولکنڈہ میں آکر محمد قلی قطب شاہ کے ندیموں میں شامل ہوگیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد بادشاہ نے دربار کا ملک الشعراء مقرر کردیا۔

سنہ ۱۰۰۷ ھ میں شاھزادی حیات بخش بیگم کا عقد شاھزادہ محمد بن محمد امین بن ابراھیم قطب شاہ کے ساتھ ھوا تو اس موقع پر معین میرک نے حسب ذیل قطعۂ تاریخ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا :۔

دوش سر کردہ خیالم رہ بزمی چو بہشت	اھل آن بزم چو حوران ھمہ نورانی چہر
بزم عیشی کہ ملائک بہ تماشا شدہ چشم	مہر بیرون کردہ چو انجم ھمہ از جیب سپہر
کشم این بزمگہ و عیش چہ تاریخش چیست	کہ ز افلاک بر ایام ھمی بارد مہر
عقل گو بود چو دن مست مئی حیرت گفت	عید مولودی و بزم شہ و عقد مہ و مہر

سنہ ۱۰۰۹ ھ میں بادشاہ نے خداداد محل تعمیر کرایا تو معین نے اس کی حسب ذیل تاریخ لکھی :۔

این قصر کہ ھست رشک افزاے بہشت	ایام بہ آب زندگانیش نوشت
تاریخ مرتب شد نش کلک قضا	بر لوح بقا "بناے جان بخش نوشت"

73۔ حدیقۃ العالم۔ جلد اول ص ۲۴۷ و ۲۴۸۔ برھان المآثر ص ۵۲۹ و ۵۴۷۔

سلطان محمد قلی قطب شاہ کے شعرائے دربار سے چند مشاہیر کے نام یہ ہیں :-

محسن ہمدانی ۔ ملا شیرازی کا فرزند تھا ۔ سنہ ۱۰۰۵ ھ میں حیدرآباد میں فوت ہوا[74] ۔

وحشی کاشی ۔ ملا محتشم کا شاگرد اور مرثیہ گو شاعر ہے ۔ محرم کے مجالس عزا میں بادشاہ کے روبرو مرثیے پڑھا کرتا تھا ۔ سنہ ۱۰۱۳ مین حیدرآباد میں فوت ہوا[75] ۔

فکری ۔ مرزا محمد رضا صفاہانی ۔ شاہ عباس اور حکیم شفائی کا معاصر تھا ۔ سیاق اور شعرگوئی میں اس کو کامل مہارت تھی ۔ سلطان محمد قلی کے عہد میں میر جملہ محمد امین شہرستانی سے پہلے اس نے وزارت کے فرائض بھی انجام دیئے تھے ۔ سنہ ۱۰۱۰ ھ مین حیدرآباد میں اس کا انتقال ہوا[76] ۔

شریف کاشی ۔ ہرات میں رہا کرتا تھا ۔ امیر عبداللہ خان اوزبک نے جب ہرات کا محاصرہ کیا تو وہاں سے فرار ہوکر حیدرآباد چلا آیا ۔ اور محمد قلی کے دربار میں توسل پیدا کیا ۔ سنہ ۱۰۲۷ ھ میں حیدرآباد میں فوت ہوا[77] ۔

شعرائے عجم سلاطین ہندوستان کی فیاضیوں کا حال سن کر وارد ہندوستان ہوتے اور سیر و سفر کرتے ہوئے محمد قلی کے دربار میں بھی آتے اور فائض المرام ہوکر واپس ہوا کرتے تھے ۔

غیاث الدین اصفہانی جس کا تخلص منصف ہے ۔ محمد قلی کے عہد میں گولکنڈہ آیا اور کچھ عرصہ مقیم رہنے کے بعد برہان پور چلا گیا اور وہان مرزا رستم کی مصاحبت اختیار کر لی ۔ اس جگہ سنہ ۱۰۱۶ ھ میں اس کا انتقال ہوا[78] ۔

74 ۔ ریاض الشعرا قلمی ۔
75 ۔ ریاض الشعرا قلمی ۔
76 ۔ گل رعنا نشر عشق ۔ آتشکدہ ص ۱۹۰
77 ۔ آتشکدہ ص ۲۵۰ ۔
78 ۔ مے خانہ ص ۲۱۷ ۔

سراج الدین عارف۔اس کا والد غیاث الدین علی ولایت شبانکارہ کا کلان تر تھا۔ اس کی ولادت قصبہ ایگ میں ہوئی تھی۔ اکبر کے عہد آخیر میں قندھار کی راہ سے ہندوستان آیا اور مختلف شہروں کی سیاحت کرتا ہوا جہانگیر کی تخت نشینی کے بعد گولکنڈہ پہنچا۔ محمد قلی کے دربار میں باریابی حاصل کی۔ قصیدہ پیش کیا جس کے صلہ میں رقم خطیر بادشاہ نے عنایت کی۔ اس کے بعد یہاں سے واپس ہوا اور براہ سمندر ہرمز سے ہوتا ہوا وطن چلا گیا[79]۔

میر حسن عسکری۔سادات کا شان سے ہے۔ محمد قلی قطب شاہ کے زمانہ میں بغرض تجارت حیدرآباد آیا۔ بادشاہ نے اس سے ملازمت کی خواہش کی۔ لیکن اس نے انکار کر دیا۔ اور آٹھ سال یہاں رہنے کے بعد وطن کی جانب مراجعت کی[80]۔

فکری رازی۔مشہور عالم اور شاعر ہے۔ شاہ طہماسپ صفوی کا معاصر تھا بطور سیر دکن میں آیا۔ بیجاپور سے ہوتا ہوا حیدرآباد پہنچا۔ کئی مہینے محمد قلی کے یہاں مہمان رہا۔ واپسی کے وقت بادشاہ نے اسے دس ہزار ہون عطا فرمائے[81]۔

مسیح ثانی حکیم رکن الدین مسعود کاشانی۔ایران کا مشہور حکیم اور شاعر ہے سالہا سال شاہ عباس ماضی کے دربار میں رہنے کے بعد ہندوستان آیا۔ دوران سفر میں قسمت آزمائی کے لئے گولکنڈہ بھی پہنچا۔ بادشاہ نے خوب قدر کی ایک دن میر محمد مومن استر آبادی ملاقات کے لئے اُس کے قیام گاہ پر تشریف لائے۔ ازراہ تواضح ان پر عرق گلاب چھڑکا۔ لیکن غلطی سے بجائے گلاب کے شراب کا شیشہ ہاتھ میں آ گیا۔ اس حرکت سے میر صاحب آزردہ ہوئے۔ حکیم کو بھی خجالت و پشیمانی ہوئی۔ ندامت کے مارے گولکنڈہ سے چلا گیا۔ اور جہانگیر کے دربار میں جا کر مہابت خان کی ملازمت کر لی[82]۔

سلطان محمد قلی کی فرمایش سے ایک کتاب فارسی زبان میں و صوامع الملکوت ، کے نام سے بمقام حیدرآباد تصنیف ہوئی ہے۔ اسمیں قرآن مجید کے آیات اور سورتوں

79۔ مے خانہ ص ۴۲۴ —
80۔ مے خانہ ص ۴۷۴ —
81۔ گل رعنا۔
82۔ مے خانہ ص ۳۱۶ — سرو آزاد ص ۹۰ —

کے خواص و فضایل مذکور ہیں۔ اس کے دیباچہ میں مصنف کا نام نہیں ہے۔ اس لئیے گمان ہوتا ہے کہ علمائے دربار کی ایک جماعت نے اسے مرتب و مدون کیا ہے۔اسکاایک مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ میں فن تفسیر کے نمبر ۱۸۲ پر محفوظ ہے [83]۔

سلطان محمد قطب شاہ

سنہ ۱۰۲۰ ھ ـ سنہ ۱۰۳۵ ھ

محمد قطب شاہ۔ سلطان محمد قلی کا بھتیجا اور محمد امین بن ابراهیم قطب شاہ کا فرزند تھا ۔ ۲۳۔ رجب سنہ ۱۰۰۱ ھ کو اس کی ولادت ہوئی، ۱۹۔ذی القعدہ سنہ ۱۰۲۰ ھ کو اپنے چچا کا جانشین قرار پایا ۔ اور پندرہ سال حکومت کرنے کے بعد ۱۳ ۔ جمادی الاول سنہ ۱۰۳۵ ھ کو انتقال کیا ۔ اس وقت اس کی عمر چونتیس سال سے زیادہ تھی ۔

محمد قطب شاہ عالم و فاضل اور صاحب زهد و تقویٰ بادشاہ گذرا ہے ۔ امور سلطنت میں ہمیشہ احکام شرع کو ملحوظ رکھتا اور کوئی حکم خلاف شرع صادر نہیں کرتا تھا ۔ باوجود نوعمر ہونے کے اس نےوہ تمام لذات نفسانی ترک کردئے تھے۔ جن کی شرع میں ممانعت ہے ۔ اعمال دینی کو اشغال دنیوی پر مقدم رکھا کرتا تھا ۔ روزآنہ صبح بعد نماز کلام اللہ کا ایک جزو تلاوت کرتا ۔ اور التزام کےساتھ مہینے میں ایک مصحف ختم کیا کرتا تھا ۔ یہاں تک کہ ساری عمر اس کی نماز تہجد بھی قضا نہیں ہوئی تھی حدیقۃ العالم میں لکھا ہے کہ بادشاہ نے جب مکہ مسجد کی بنا ڈالنی چاہی تو حکم دیا کہ ایسا شخص سنگ بنیاد رکھے جس کی نماز تہجد قضا نہیں ہوئی ہے ۔ اس وقت علماٗ، فضلا، صلحا، امرأ سب جمع تھےلیکن ان میں ایسا کوئی شخص نہیں نکلا تو خود بادشاہ نے یہ کہہ کر کہ ساری عمر میری نمازتہجد قضا نہیں ہوئی ہے۔ اپنے دست خاص سے اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھا [84]۔

بادشاہ کی مجلس میں روزآنہ ارباب فضل جمع ہوتے اور مسائل مہمہ پر بحث مباحثے ہوا کرتے تھے۔خود بادشاہ بھی شریعت و حکمت کے اسرار و غوامض بیان کرتا اور اتمام حجت کے لئیے ائمہ فن کے اقوال و منطق کے دلائل سے استدلال کیا

C. A. Storey, Persian Literature, p. 54, - 83

84 - حدیقۃ العالم جلد اول ـ ص ۲۴۴ ـ

کرتا تھا ۔ اس میدان میں کامیابی عموماً بادشاہ کے ھاتھ رھا کرتی تھی ۔ ارباب تاریخ جب کسی واقعہ کا آغاز کرتے تو بادشاہ اس کے متعلق روایات کے تمام اختلافات کا ذکر کرتا اور ارباب مجلس اس کے افادات دانشمندانہ سے مستفیض ھوا کرتے تھے [85] ۔

محمد قطب شاہ مطالعہ کا بڑا شایق تھا ۔ اور جمیع علوم و فنون کی کتابیں پڑھا کرتا تھا ۔ کتب سیر و تاریخ سے زیادہ دلچسپی تھی ۔ نظم و نثر کی جو کتاب اس کے مطالعہ میں آتی اس کی ابتدا میں یا خاتمہ پر کتاب کا نام و مصنف کی کیفیت یا کوئی اور مفید نکتہ اپنے دست خاص سے لکھدیا کرتا تھا ۔ اور اس تحریر سے عموماً کتاب اور مصنف کتاب دونوں کی حقیقت عیاں ھوجاتی تھی ۔ اگر کوئی شخص ان عبارتوں کو جمع کرتا تو یہ مجموعہ نکات نفسیہ اور فوائد بدیعہ کا ایک بے نظیر ذخیرہ ھو جاتا 86 ۔

دنیا کے بعض کتب خانوں میں قطب شاھی کتاب خانہ کی ایسی کتابیں اب بھی موجود ھیں جن پر محمد قطب شاہ کے دست خاص کی لکھی ھوئی تحریرات پائی جاتی ھیں ۔ مثلاً کتب خانہ آصفیہ میں کلیات جامی اور کلیات قطب شاہ کے دو نسخے ھیں ۔ جامی کا کلیات سنہ ۹۸۰ ھ کا لکھا ھوا ھے ۔ اور اس پر محمد قطب شاہ نے اپنے ھاتھ سے مولانا جامی کی حسب ذیل غزل نقل کی ھے اور آخر میں تاریخ اور اپنا نام بھی لکھدیا ھے :-

از خار خار عشق تو در سینہ دارم خارھا — ھر دم شگفتہ بر زخم زاں خارھا گلزارھا
از بس فغان و شیونم چنگے ست خم گشتہ تنم — اشک آمدہ تا دامنم از ھر مژہ چوں تارھا
تا سوے باغ آری گزر سرو صنوبر را نگر — قمری پئے نظارہ سر بر کردہ از دیوارھا
زاھد بہ مسجد بردہ پئے حاجی بیاباں کرد طے — جامی کہ باشد نقل و نے بیکاری است این کارھا

تو دادا دل باھر خسے من مردم از غیرت بسے
یکبار میرد ھر کسے بے چارہ جامی بارھا

کتبہ العبد الخالص اولاہ سلطان محمد قطب شاہ زاد توفیقہ فیما یمناہ فی ۔
تاریخ ۲۸ شھر رمضان سنہ ۱۰۲۳ ھ ۔

کلیات محمد قلی قطب شاہ کے سرورق پر حسب ذیل عبارت لکھی ھوئی ھے :-

"کلیات اشعار فصاحت آثار جنت مکانی فردوس آشیانی مغفرت پناہ عمی عالی حضرت محمد قلی قطب شاہ نور مرقدہ تمام شد در کتاب خانہ مبارک بہ خط محی الدین کاتب بتاریخ اوائل شھر رجب المرجب سنہ خمس و عشرین اعنی بعد الف

85 ۔ تاریخ قطب شاھی ص ۳۴۷ ۔
86 ۔ حدیقۃ العالم جلد اول ص ۳۳۵ ۔

من الهجرت فی دارالسلطنت حیدرآباد حرس الله عن الاضداد کتبه عبدالخاص اولاه سلطان محمد قطب شاه بلغه الله تعالی فیما یمناه ۔

بانکے پور کی اورنٹیل لائبریری میں دیوان حافظ کا ایک نسخہ ہے اس کے خاتمہ پر حسب ذیل عبارت تحریر ہے :۔

دیوان خواجه حافظ تمام شد در کتاب خانهٔ عامره بخط محمد حسن کاتب بتاریخ اوائل جمادی الثانی سنه ۱۰۲۳ هـ در دارالسلطنته حیدرآباد حرس الله عن الاضداد کتبه العبد الخالص اولاه سلطان محمد قطب شاه ۔

برلن کی امپیرئل لائبریری میں روضة الصفا کی جلد چہارم ہے۔ اس پر بادشاہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی حسب ذیل تحریر ہے :۔

جلد چهارم از تاریخ میر خند که مسمی ست بروضة الصفا در بیان قضایائے بادشاهان عجم که معاصر بنی عباس بوده اند ۔ کتبه العبد الخاص اولاه سلطان محمد قطب شاه زاد توفیقه فیما یمناه تاریخ عشرین شهر رمضان سنه۱۰۲۳هـ ۔
نجف شاه بنده سلطان محمد قطب شاه کتاب دار سنه ۱۰۲۰ هجری ۔

کتب خانہ کی عمارت دولت خانۂ شاہی میں الاوہ کے قریب بنی ہوئی تھی ۔ اس میں جمیع علوم و فنون کی کتابیں موجود تھیں ۔ اور ان کتابوں کو فنون کے اعتبار سے علیحدہ علیحدہ رکھا گیا تھا ۔ ہر کتاب کے ورق اول پر بادشاہ کی مہر نقش کیجاتی ۔ اس کے نیچے کتاب دار کی مہر یا اس کا نام لکھا ہوا ہوتا ۔ اس کے اوپر یا بائیں جانب کتاب کا نام اور اس کے نیچے کتابوں کی جملہ تعداد درج رہا کرتی تھی سنہ ۱۰۶۵ھ میں جب کلیات محمد قلی قطب شاہ داخل کتب خانہ ہوا ہے تو اس وقت جملہ کتابیں (۱۷۳۹۷) تھیں ۔ محمد قطب شاہ نے اس میں بے شمار کتابیں اضافہ کیں ۔ چنانچہ سنہ ۱۰۳۴ھ میں جب ملاّ آذری کی جواہر الاسرار داخل ہوئی تو اس وقت جملہ کتابوں کا شمار (۲۶۹۶۷) تھا ۔ اس سے ظاہر ہے کہ سنہ ۱۰۲۵ھ سے سنہ ۱۰۳۴ھ تک نو سال کی مدت میں (۹۵۴۸) کتابوں کا داخلہ ہوا تھا ۔

محمد قطب شاہ کے زمانہ میں نجف شاہ کتاب دار تھا۔ محی الدین۔ شیخ حسین اور ملاّ عرب شیرازی کاتب تھے ۔ اور کتب خانہ کے لئے نادر و نایاب کتابوں کی نقلیں کیا کرتے تھے ۔ ملاّ عرب کا نام محمد مومن تھا ۔ اس کو قطعہ نویسی اور کتابہ نگاری میں بھی کمال حاصل تھا ۔ اس کی زود نویسی کی یہ کیفیت تھی کہ روزآنہ بیس پچیس

سطروں کے ساٹھ ستر صفحے بلا تکلف لکھدیا کرتا تھا - اس نے محمد قطب شاہ کیلئے سنہ ۱۰۲۰ھ میں جہانگیر نامہ کی کتابت کی تھی - یہ نسخہ اس وقت بانکے پور کی اورنٹیل لائبریری میں موجود ہے - اورکاتب نے اس کے خاتمہ پر حسب ذیل عبارت لکھی ہے :-

بتاریخ یوم الاربعا سلخ ذوالحجہ سنہ ۱۰۲۰ھ در دارالسلطنت حیدرآباد مصونہ عن کل شرو فساد برسم خزانۂ کتب اعلی حضرت السلطان العادل الکامل افتخار السلاطین فی الزمان و اشرف الخواقین فی الدوران السلطان بن السلطان الخاقان بن الخاقان لازال رایات دولۃ منصورہ منصورہ و اعداء حضرت مشهورہ بیدالفقیر محمد مومن مشهور به عرب شیرازی سمت تحریر یافت -

سنہ ۱۰۶٦ھ میں اورنگ زیب نے حیدرآباد پر حملہ کیا اور اس کے فرزند شاهزادہ محمد سلطان نے ۵ - ربیع الآخر کو شہر پر متصرف ہو کر بہت سے کارخانہ جات شاہی تاراج کئے - اس ہنگامہ میں چینی کے برتن اور نفیس کتابیں بکثرت مغلوں کے ہاتھ آئیں - ان میں جہانگیر نامہ کا یہ نسخہ بھی شامل تھا اور اسے جب مغلیہ کتب خانہ میں داخل کیا تو اس کے ورق اول پر شاہزادہ محمد سلطان نے اپنے قلم سے حسب ذیل عبارت بطور یادداشت تحریر کردی :-

این کتاب جهانگیر نامہ راکہ حضرت جنت مکانی خود تصنیف نمودہ اند - در دارالفتح حیدرآباد از کتب خانہ قطب الملک گرفتہ شد - حررہ محمد سلطان -

محمد قطب شاہ - قاضی محمد سمنانی کا شاگرد تھا - اور اس سے عربی فارسی کے جملہ علوم منقول و معقول تحصیل کئے تھے - طبیعت بھی موزوں پائی تھی - مثل اپنے چچا سلطان محمد قلی کے فارسی اور دکنی دونوں زبانوں میں شعر کہا کرتا تھا - فارسی میں ظل اللہ اور دکنی میں قطب شاہ تخلص تھا - اس کے چند اشعار یہ ہیں :-

از التفات دلبر عالی مقام ما — گردوں زدست سکۂ شاہی بنام ما
شام وصباح ماست چوشام وصباح عید — بریاد دوست چوں گذرد صبح وشام ما
شد پائمال شادی وصلت غم فراق — دوراں چہ خوش کشید زهجر انتقام ما
ترسم زاشك تازہ خورم نشتری کرد — قاصد بگوش یار چہ گوئی پیام ما

دلم نالان ز دست دوری تست   هنوزم حسرت مهجوری تست
توخورشیدی ومن چون ذره زان رو   دلم لرزان ز تاب دوری تست
به بیداری نه بینم لیك در خواب   دلم فرخنده از مسروری تست

لاله رویان ز غم دهر نجاتم دادند   در شراب لب خود آب حیاتم دادند
نشهٔ بادهٔ دانش بلبم افشاندند   در طرب خانهٔ دل نقل صفاتم دادند
تلخ کامیم شده دور که شیرین دهنان   از شکر ریزی لب طرفه نباتم دادند

خدیجه سلطانه شهر بانو بیگم امیر محمد امین ابن سلطان ابراهیم قطب شاه کی دختر اور سلطان محمد قطب شاہ کی بہن تھی۔ سنه ۱۰۴۲ ھ میں سلطان محمد بن ابراهیم عادل شاہ (سنه ۱۰۳۷ - ۱۰۶۷ ھ) کے ساتھ اس کا عقد ہوا تھا۔ وہ ذی علم عورت تھی[87] زبان اردو کے اولین سرپرستوں میں اس کا نام شریك هے۔ اس نے کمال خان رستمی سے سنه ۱۰۵۹ ھ میں خاور نامه کا نظم اردو میں ترجمه کرایا تھا۔ خاور نامه فارسی کی مشهور کتاب هے اس میں امیر المومنین جناب علی علیه السلام کے محاربات مذکور هیں۔ اور اسے محمد بن حسام خوافی نے سنه ۸۳۸ ھ میں تصنیف کیا هے۔[88] یه ترجمه نہایت کمیاب هے۔ اس کا صرف ایك نسخه کتب خانه انڈیا آفس میں موجود هے۔ جس مین پندره رنگین تصاویر اور ایك هزار چھیاسی صفحات هیں۔[89]

شاهزادی کا جب عقد هوا تو سلطان عبد الله نے اس کے جهیز میں ایك حبشی غلام بھی دیا تھا۔ جس کا نام ملك خوشنود تھا۔ اور یه نہایت هوشیار اور ذی علم تھا۔ اردو میں شعر بھی خوب کہا کرتا تھا۔ محمد عادل شاه کی فرمایش سے امیر خسرو کی مشهور مثنوی 'هشت بہشت' کا دکہنی میں منظوم ترجمه کیا هے۔ یه ترجمه سنه ۱۰۵۰ ھ میں تمام هوا هے۔ اور برٹش میوزیم میں اس کا ایك نسخه موجود هے[90]۔

---

87 ۔ یه بیان خاورنامه کے دیباچه سے ماخوذ هے ۔ بر خلاف اس کے حدیقة العالم جلد اول صفحه ۳۴۳ میں لکھا هے که محمد عادل شاه کے ساتھ محمد قطب شاه کی دختر اور عبد الله قطب شاه کی بہن کا عقد هوا تھا۔

Rieu, Persian MSS. British Museum, Vol. II. P. 642. - 88

Blumhardt, Hindustani MSS. India Office, p. 35. - 89

Blumhardt, Hindustani MSS. British Museum. p. 50. - 90

محمد قطب شاہ نے جلوس کے پانچویں سال سنہ ۱۰۲۵ ھ میں اپنے خاندان کی ایک تاریخ لکھوائی ھے - جو 'تاریخ محمد قطب شاھی' کے نام سے مشہور ھے اس کے دیباچہ سے معلوم ھوتا ھے کہ اس سے پہلے کسی درباری مورخ نے اس خاندان کی ایک تاریخ لکھی تھی - جو نہ صرف مبسوط و مطول تھی بلکہ اس میں ایسی باتیں بھی درج تھیں جن کو تاریخ سے کوئی واسطہ نہ تھا - اس لئے بادشاہ کے حکم سے اس کا اختصار کیا گیا - اور سنہ ۱۰۲۶ ھ میں اس کی تصنیف و تبییض سے فراغت حاصل کی -

یہ کتاب ایک مقدمہ چار مقالے اور ایک خاتمہ پر منقسم ھے۔

مقدمہ میں سلاطین قطب شاھیہ کا نسب نامہ - امیر قرایوسف ترکمان اور اس کی اولاد کے حالات مرقوم ھیں -

مقالہ اول میں سلطان قلی قطب شاہ کا تذکرہ ھے -

مقالہ دوم میں جمشید قلی اور اس کے فرزند سبحان قلی کے حالات ھیں -

مقالہ سوم ابراھیم قطب شاہ اور

مقالہ چہارم محمد قلی قطب شاہ سے تعلق رکھتا ھے -

خاتمہ میں محمد قطب شاہ کے حالات تخت نشینی (سنہ ۱۰۲۰ ھ) سے جلوس کے چھٹے سال تک مذکور ھیں -

اس وقت اس تاریخ مبسوط کا پتہ چلانا دشوار ھے - جس سے یہ کتاب مختصر کی گئی ھے - بعض نے گمان کیا ھے کہ یہ تاریخ خورشاہ کا اقتباس ھے - جو ابراھیم قطب شاہ کے عہد میں اختتام کو پہنچی ھے - بعض اس کے علاوہ کسی اور کتاب کو اس کی اصل قرار دیتے ھیں - جو امتداد زمانہ کے باعث ناپید ھو کر گمنام ھو گئی ھے - کتاب کے مطالعہ سے معلوم ھوتا ھے کہ یہ کسی ایک کتاب کا اختصار نہیں ھے - بلکہ اس میں متعدد کتابوں سے مضامین اخذ کئے گئے ھیں - چنانچہ بعض مقامات پر تاریخ محمود شاھی اور مرغوب القلوب کے حوالے نظر آتے ھیں - ان میں سے پہلی کتاب ملا عبدالکریم ھمدانی نے محمود شاہ بہمنی کے عہد میں لکھی ھے - دوسری کتاب کو صدر جہان ملا حسین الطبسی نے ابراھیم قطب شاہ کے عہد میں تصنیف کیا ھے -

محمد قطب شاہ کے اخیر عہد میں اس کے علاوہ اس خاندان کی ایک اور تاریخ بھی تصنیف ہوئی ھے - جس کا نام مآثر قطب شاھی ھے - اس کا مصنف محمد بن عبداللہ نیشاپوری ھے - جو محمد قلی قطب شاہ کے عہد میں ولایت سے آ کر شاھی ملازمت میں شامل ھوا - اس نے اپنی کتاب میں سلطان محمد قطب شاہ کی وفات تک حالات تحریر کئے ھیں - اس کے ضمن میں سلاطین معاصر اور خصوصاً سلاطین صفویہ کے حلات کو زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کیا ھے اس میں واقعات ایران کی اخیر تاریخ سنہ ۱۰۳۸ ھ مذکور ھے - یہ وہ زمانہ ھے جب کہ شاہ عباس ثانی نے انتقال کیا اور شاہ صفی اس کا جانشین قرار پایا - یہ کتاب عالم آرائے عباسی کے طرز پر فصیح و بلیغ اور مسجع و مقفیٰ عبارت میں لکھی گئی ھے - اس کی تین جلدیں ھیں اور ھر جلد کو مصنف نے چارچار مقالات پر تقسیم کیا ھے - اس کا ایک نسخہ کرنل میکنزی Col.Mackenzei کو آرکاٹ میں ملا تھا - جو اس وقت انڈیا آفس میں موجود ھے - اور اس پر پروفیسر ولسن Prof.Wilson نے اپنی کتاب میں ایک نوٹ بھی لکھا ھے -

میر محمد مومن استرآبادی جن کا ذکر اوپر گزرچکا ھے- قطب‌شاھی دربار کے علمائے کبار اور امرائے عظام سے تھے - محمد قطب شاہ نے انہیں حسب سابق وکالت و پیشوائی کے عھدوں پر بحال رکھا تھا - اور میر صاحب ان خدمات کو گیارہ سال تک انجام دیتے رھے - سنہ ۱۰۳۱ھ میں میر صاحب کا انتقال ھوا تو بادشاہ نے یہ منصب جلیل کسی کے تفویض نہیں کیا بلکہ دیگر امور سلطنت کے ساتھ اس کو بھی بذات خود انجام دیتا رھا 91 -

محمد قطب شاہ کے دربار میں کئی علماء اور مصنف موجود تھے اور انہوں نے بادشاہ کے نام پر مختلف علوم میں متعدد مفید وکار آمد کتابیں تصنیف کی تھیں -

شاہ قاضی نام ایک ذی علم بزرگ دارالعلم یزد کے رھنے والے سلطان محمد قطب شاہ کے اھل دربار سے تھے - انہوں نے سلطان کی فرمائش سے آیات احکام جمع کئے - اور ان کا فارسی میں ترجمہ کیا - یہ ترجمہ لیلۃ القدر ماہ رمضان سنہ ۱۰۲۱ ھ کو تمام ھوا - اور مترجم نے 'ترجمہ آیات الاحکام' اس کا نام رکھا 92 -

---

91 - حدیقۃ السلاطین درحالات جلوس سلطان عبداللہ -

92 - کشف الحجب و الاستار - ص ۵۱۸

محقق نصیر الدین طوسی نے علم کلام میں ایک کتاب 'تجرید' کے نام سے لکھی تھی۔ محمد قطب شاہ کی فرمائش سے شیخ زین الدین علی البدخشی نے فارسی میں اس کی شرح لکھی اور تحفۂ شاہی کے نام سے اسے موسوم کیا [93]۔

مشہور صوفی امام عفیف الدین ابو عبد اللہ الیافعی المتوفی سنہ ۷۶۸ ھ نے مشایخ صوفیہ کے حالات اور آداب واخلاق میں ایک ضخیم کتاب 'روض الریاحین فی حکایات الصالحین' کے نام سے تصنیف کی ہے۔ محمد قطب شاہ کے ایما سے شیخ فضل اللہ بن اسد اللہ الحسینی الاعرابی نے اس کا فارسی ترجمہ کیا۔ اور 'نزہۃ العیون والنواظر فی حکایات الاولیا والاکابر' نام رکھا۔ یہ بزرگ سمنان کے باشندے تھے۔ محمد قلی کے عہد میں وارد حیدرآباد ہوئے اور ۱۰ جمادی الاول سنہ ۱۰۳۶ھ کو محمد قطب شاہ کے چھٹے سال جلوس میں یہ ترجمہ تمام کیا۔ خاص مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا اس کا نسخہ کتب خانۂ انڈیا آفس میں موجود ہے [94]۔

مرزا محمد حاجی ہمدانی ایک قصہ خواں سنہ ۱۰۲۲ھ میں عراق سے حیدرآباد آئے۔ محمد قطب شاہ کے لئے امیر حمزہ کی داستان فارسی میں ترجمہ کی اور اسے 'زبدۃ الرموز' کے نام سے موسوم کیا۔ اس کا نسخہ بانکی پور کے کتب خانہ مشرقیہ میں موجود ہے [95]۔

حکیم تقی الدین محمد بن صدر الدین علی محمد قطب شاہ کے درباری اطباء سے تھا۔ اس نے بادشاہ کے لئے ایک قرابادین مرتب کیا ہے۔ جس میں خصوصیت کے ساتھ ادویہ کے امزجہ اور ان کی تحقیق کے طریقے بیان کئے ہیں۔ اس کے بعد ہر دوا کے تحت میں اسکے استعمال کا موقع بھی تحریر کردیا ہے۔ اس کا نام 'میزان الطبائع قطب شاہی' ہے اور اسکے نسخے حیدرآباد، رامپور، ٹیپو سلطان، اکسفورڈ اور انڈیا آفس کے کتب خانوں میں موجود ہیں [96]۔

محمد قطب شاہ کے عہد میں جو کتابیں تصنیف ہوئی ہیں ان میں برءالساعہ کا ترجمہ بھی قابل ذکر ہے۔ اس کو محمد بن زکریا رازی المتوفی سنہ ۳۱۱ھ نے لکھا۔ اور

93 - کشف الحجب و الاستار۔ ص ۴۸۶

94 - *Ethe*, Persian MSS. India Office, p. 642.

95 - محبوب الاسباب۔ ص ۳۳۷ - Persian MSS. in the Oriental Public Library, Bankipore, Vol. VIII p. 179.

96 - *Sachau and Ethe*, Persian MSS. Bodleian Library. No. 1602.

اس میں طب عملی کے بعض مسائل مہمہ بیان کئے ھیں[97]۔ بادشاہ نے اپنے کسی درباری طبیب سے اس کا ترجمہ کرایا جو سنہ ۱۰۳۰ ھ کے قریب تمام ھوا ھے۔ مترجم نے توضیحات کے لئے بعض نکات و فوائد بھی اس میں اضافہ کئے ھیں۔ اسکا ایک نسخہ جس کے ایک سو بیس صفحات ھیں بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانہ میں موجود ھے[98]۔

میر محمد مومن یزدی[99]۔ ادائی تخلص تھا۔ حکمت، علوم وفنون فلسفہ میں کمال رکھتے تھے۔ علمائے ظاھر نے جب ان پر کفر و الحاد کا اتہام لگایا تو عراق سے براہ سورت سنہ ۱۰۳۰ ھ میں حیدرآباد چلے آئے۔ اور میر محمد مومن استر آبادی کے توسط سے محمد قطب شاہ کے دربار میں باریاب ھوکر منصب عالی پر فائز ھوئے نہایت متقی تھے۔ ھمیشہ روزہ رکھتے اور نان جو سے افطار کیا کرتے تھے۔ محمد قطب شاہ کی وفات کے بعد گولکنڈہ چھوڑ دیا۔ وھاں سے گجرات میں آئے۔ اور سورت میں انتقال کیا۔ آزاد بلگرامی نے ان کی ایک رباعی نقل کی ھے جو ذیل میں درج ھے:-

این عمر به تو نو بهاران ماند　　　این عیش به سیل کو هساران ماند
نوبهار چنان بزی که بعد از مردن　　　انگشت گزیدنی به یاران ماند

سلطان عبداللہ قطب شاہ

(سنہ ۱۰۳۵ ھ — سنہ ۱۰۸۳ ھ)

عبداللہ قطب شاہ سلطان محمد قطب شاہ کا فرزند اور خانوادۂ قطب شاھی کا ساتواں فرمانروا ھے۔ یوم دوشنبہ ۲۸ شوال سنہ ۱۰۲۳ ھ کو پیدا ھوا۔ چہارشنبہ ۱۴ جمادی الاول سنہ ۱۰۳۵ ھ کو اپنے باپ کے بعد تخت نشین ھوا۔ اٹھائیس سال حکومت کی دوشنبہ ۳ محرم سنہ ۱۰۸۳ ھ کو انتقال کیا۔ ساٹھ سال کی عمر تھی۔

97 - *Brockelmann*, Geschichte der Arabischen Literature, Vol. I. p. 232 - 233

98 - *Ivanow*, Persian MSS. Collection of Asiatic Society of Bengal No. 1552

99 - تذکرہ مرزا طاھر نصرآبادی ص ۲۹۲ ۔ سرو آزاد ص ۵۴ ۔ نتایج الافکار ص ۳۰۔

اس کی والدہ کا نام حیات بخش بیگم تھا۔ وہ سلطان محمد قلی قطب شاہ کی دختر تھی۔ ۲۸ شوال سنہ ۱۰۷۷ھ کو جلوسِ سلطان عبداللہ کے بیالیسویں سال اس کا انتقال ہوا ہے۔

سلطان محمد نے شاہزادہ کی پرورش اور تعلیم و تربیت کے لئے میر قطب الدین نعمت اللہ دشتکی کا انتخاب کیا۔ شاہزادہ نے کم و بیش تین سال مرزا نعمت اللہ کے مکان میں پرورش پائی۔ سنہ ۱۰۲۵ھ میں جب ان کا انتقال ہوگیا [100] تو شاہزادہ کی اتالیقی پر مرزا محمد شریف اردستانی کا تقرر ہوا۔ اس نے بھی ۳ جمادی الثانی سنہ ۱۰۲۵ھ کو انتقال کیا۔ اور اس کے بعد میر مظفر علی شاہزادہ کا اتالیق قرار پایا۔

سلطان نے شاہزادہ کی خدمت گزاری کے لئے دو خواجہ سراء تعینات کئے تھے۔ ایک خواجہ اعظم ملک مبارک قدم دوسرا خواجہ معظم ملک یوسف۔ انہوں نے شاہزادہ کو بچپن سے شمشیر زنی، نیزہ بازی، تیراندازی، گھوڑے اور ہاتھی کی سواری کے کرتب سکھائے تھے۔ شاہزادہ اپنی عمر کے دس سال پورے کرنے کے بعد ان کے ساتھ باغ دلکشا کے میدان میں جملہ فنون سپہ گری کی مشق کیا کرتا تھا [101]۔

شاہزادے کی عمر جب پانچ سال کی ہوئی تو سلطان کے حکم سے مرتضی الممالک جملۃ الملک میر محمد مومن استرآبادی نے تعلیم کا انتظام کیا۔ مولانا حسین شیرازی معلم مقرر ہوئے اور انہوں نے اولاً قرآن مجید پڑھایا۔ اس کے بعد مسائل شرع اور احکام دین کی تعلیم دی [102]۔

بارہ سال کے بعد سلطان نے شاہزادے کو اپنے ساتھ رکھا۔ اور اپنے بیشتر اوقات اس کی تربیت میں صرف کئے۔ حکمرانی کے آداب اور بادشاہت کے مراسم بتائے۔ عدل و انصاف کے آئین و قوانین سکھائے۔ سلاطین سلف کے حالات،

---

100 - میرزا نظام الدین احمد نے حدیقۃ السلاطین جلد اول صفحہ ۸ میں لکھا ہے کہ مرزا نعمت اللہ نے اس وقت انتقال کیا جب کہ شاہزادہ اپنی زندگی کے پانچ سال ختم کرچکا تھا۔ شاہزادہ کی ولادت سنہ ۱۰۲۳ھ میں ہوئی ہے۔ اس اعتبار سے مرزا نعمت اللہ کا انتقال ۱۰۲۸ھ میں ثابت ہوتا ہے۔ لیکن اس کے لوح مزار پر سال وفات کا جو قطعہ تاریخ کندہ ہے اس سے سنہ ۱۰۲۵ھ برآمد ہوتا ہے۔

101 - حدیقۃ السلاطین صفحہ ۱۱ —

102 - حدیقۃ السلاطین صفحہ ۱۰ —

حکما ئے پیشین کے اقوال سنا کر از منۂ ماضیہ کی تاریخ سے واقف کرایا [103] غرض کہ بر سر حکومت ہونے تک شاہزادے کو علم و عمل دونوں میں اچھی خاصی لیاقت حاصل ہو گئی۔

شاہزادے کے اتالیق میرزا نعمت اللہ شیراز کے سادات صحیح النسب سے تھے۔ دشتک جو مضافات شیراز کا ایک قریہ [104] ہے ان کے اجداد کا وطن تھا۔ سلطان ابراہیم قطب شاہ کے عہد میں گولکنڈہ آئے۔ سلطان نے اپنی دختر ان سے منسوب کی۔ سلطان محمد نے اپنے زمانہ میں میر جملہ کے منصب پر مامور کیا۔ مرزا شریف اردستان کے باشندے ہے، اور مرزا نعمت اللہ کے داماد تھے۔ انہوں نے بیت اللہ کے حج اور عتبات عالیات کی زیارت کا شرف بھی حاصل کیا تھا۔

خواجہ معظم ملک یوسف کو شاہزادے کی خدمت میں تقرب خاص حاصل تھا۔ اور شاہزادے نے قلعہ گولکنڈہ کو مستحکم کرنے کے لئے اس کے زیر اہتمام سنہ ۱۰۲۹ ھ میں دیوار قلعہ کی مرمت کرائی تھی۔

عشرۂ محرم میں جناب سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کی عزاداری اس سلطنت میں ابتدائے قیام سے مروج تھی محمد قلی قطب شاہ نے اپنے زمانۂ حکومت میں اس کو فروغ دیا۔ پھر عبداللہ قطب شاہ نے سریر آرا ہوتے ہی انتہائے عروج پر پہنچا دیا۔ اس کے حکم سے عشرۂ محرم میں نوبت نقارے کا بجنا موقوف ہو گیا۔ قصابوں اور تنبولیوں کی دوکانیں بند کرادی گئیں۔ مسکرات کا استعمال ممنوع قرار پایا۔ لذّات اور تکلفات کی تمام چیزیں متروک ہوئیں۔ ہلال محرم کے روز ہزار ہا جامے سیاہ و کبود اور عصائے سبز و سیاہ امیروں، غریبوں، ملازموں، ذاکروں کو سلطنت کی طرف سے تقسیم ہوتے تھے۔ شہر میں شدّون کے لئے الاوے بنے ہوئے تھے۔ ایک دولت خانۂ شاہی کے اندر، دوسرا بازار شہر میں۔ ان کے وسیع ایوانوں میں سقراط سبز و سیاہ بچھایا جاتا۔ اور سقف کو مخمل و اطلس کبود سے سجایا جاتا تھا۔ ان دونوں میں چہاردہ معصومین علیہم السلام کے نام سے چودہ شدّے نصب

103۔ حدیقۃ السلاطین صفحہ ۱۷ –

104۔ حدیقۃ العالم جلد ۱ صفحہ ۲۴٦ –

ھوا کر تے تھے - ان کے سر طوق فولادی اور ان کے زیبائیشی نقش و نگار طلاو نقرہ سے بنے ہوئے تھے - چودہ زرعی و زربفت کی ڈھٹیاں جن پر آیات قرآنی اور ادعیہ عاشورہ نقش ہوتی تھیں - ان شدوں کو پہنائے جاتے تھے - دونوں الاؤں کے صحن میں آس کے اطراف طاقچوں کے دس صف بنے ہوئے تھے - ھر صف میں ایك ھزار طاقچے تھے - پہلی شب کو پہلی صف اور دوسری کو دوسری صف اسی طرح دسویں شب تك دس صفیں روشن کر دی جاتی تھیں - صحن میں حوض کے اطراف تانبے کے ایك سو شجر نصب تھے - اور ھر ایك شجر میں ایك سو بیس چراغ روشن ھوا کرتے تھے - ایوان میں کافوری ایك سو قد آدم موم بتیاں روشن ھوتی تھیں - ھر شب کو مرثیہ خواں، مداح اور ذاکر آتے مرثیے اور مناقب پڑھا کرتے - جب مجالس عزا ختم ھو جاتیں تو حاضرین کو کندوری کھلائی جاتی جو بے گوشت کی نہایت لذیذ غذا تھی- سلطان عبداللہ دس تاریخ تك روزآنہ الاوہ میں آتے - دست مبارك سے گلی تسبیحیاں شدوں کو باندھتے - اور شمع کافوری اپنے ھاتھ سے روشن کیا کرتے - سلطنت اور آس کے حوالی و نواحی میں چالیس الاوے تھے - ان میں حیات آباد، کاثوم پورہ، بالاپور، خیریت آباد، لنگر فیض اثر، فیل خانہ، طویلہ اور کارخانہ جات کے الاوہ زیادہ مشہور تھے - بلدہ کا الاوہ کوتوال شہر کی تحویل میں تھا شب ششم کو یہاں کے شدے داد محل کے وسیع میدان میں لاتے تھے - راستہ اور بازار میں روشنی کی جاتی تھی - شدوں کے ساتھ تابوت، گنبد، شمع، فانوس کے شجر رھا کرتے- اور سوز خواں مرثیے پڑھا کرتے تھے- اسی طرح ھر شب کو تمام محلوں کے شدّے داد محل کے وسیع میدان میں لاتے تھے - راستہ اور بازار میں روشنی کی جاتی تھی - خصوصاً شب ھفتم کو مخلوق کا بڑا اژدھام رھتا تھا - نویں شب کو دولت خانۂ شاھی کے شدے داد محل کے میدان میں لاتے تھے - شدّوں کو طرح طرح سے آراستہ کرتے - بادشاہ دست مبارك میں شمع کافوری اور امرأو اعیان اکابر و اشراف جمیع ملازمان سلطنت ھاتوں میں مشعل لئے ھوئے آتے تمام سلاح دار، حوالدار اور عساکر شاھی ساتھ ساتھ رھتے- میدان کے اطراف شیر، ھاتھی اور درختوں کی تصویریں بناتے - چاروں کمانوں کو طرح طرح کی صورتوں اور نقش و نگار سے مزین کرتے تھے - کمانوں اور اطراف کی دیواروں پر روشنی کی جاتی تھی - بادشاہ پانسو قدم شدّوں کے همراہ رھتے - مرثیے اور مناقب خوش الحانی کے ساتھ پڑھے جاتے - دو تین ساعت

یہ عجیب و غریب کیفیت رہتی ۔ اس کے بعد شدّوں کو الاوہ میں واپس لاتے تھے ۔
دسویں تاریخ کو صبح باد شاہ پا برھنہ تمام اعیان و اکابر کے ھمراہ سوز خوانوں کی
جماعت کے ساتھ تعزیہ اور سینہ زنی کرتے ہوئے الاوہ کی مسجد تک آتے اور مسجد
میں قیام کرتے شہیدان کربلا کے مصائب سنتے ۔ شہدائے کربلا کی فاتحہ خوانی ہوتی ۔
نماز پڑھتے اس کے بعد کندوری سے تمام حاضرین کی ضیافت کی جاتی ۔ دو سو یتیموں کو
نفیس لباس اور سو سو ھون کی تھیلیاں دی جاتی تھیں ممالک محروسہ کے تمام قلاع و بقاع
میں جو الاوے قائم اور وھاں شدّے استادہوا کرتے تھے ۔ اُن کے اخرجات حکومت
کی جانب سے ادا ھوا کرتے تھے ۔

سلطان عبد اللہ کے ایام حکومت میں ھر سال بڑے اھتمام سے
جناب سید المرسلین کا جشن میلاد ھوا کرتا ۔ اس کا آغاز ۱۷ ربیع الاول سے ہوتا ۔
بارہ روز مسلسل جاری رھتا ۔ شہر میں آئینہ بندی کی جاتی ۔ روشنی ہوتی ۔ داد محل
کے میدان میں چالیس ستون کا خیمہ استادہ کیا جاتا ۔ اوراس کو قائم کرنے کے لئے
چارسو طناب لگائے جاتے تھے ۔ اس کے اندر مخمل و اطلس کا فرش ھوتا ۔ جن کے
کنارے زردوزی اور مقیش کے ھوتے تھے ۔ میدان کے دو جانب مشرق و مغرب
میں دو عمارات عالی بنے ھوئے تھے ۔ ایک چاوڑی دوسرا کوتوال خانہ ۔ ان کے
ایوانوں پر تصاویر ھوتے تھے ۔ منجملہ ان کے سلطان عبداللہ کے دربار کی تصویر
بھی بنائی جاتی تھی ۔ جس میں تخت پر بادشاہ اور اس کے اطراف اعیان و امرأ
ھوتے تھے ۔ اس کے جانب راست شاھان ایران کا دربار اور جانب چپ شہنشاہ دھلی
کا جھروکہ بنایا جاتا تھا ۔ سقف پر طرح طرح کی تصویروں اور نقش و نگار سے
زینت دی جاتی تھی ۔ ان عمارات کے اطراف سلاطین روئے زمین کے مجلسوں
اور محفلوں کے تصاویر مختلف لباس اور مختلف ھئیت کے ساتھ بنے ھوئے ھوتے
تھے ۔ مثلاً بادشاھوں کی ھاتھی کی سواری، شکار گاہ اور مجلس سلیمان علیہ السلام
دیووں، آدمیوں، وحشی جانوروں اور طیور کے ساتھ ۔ معراج مبارک اورسواریٔ
براق، افواج ملائکہ، لیلیٰ مجنوں، رستم کی دیو سفید کے ساتھ لڑائی وغیرہ وغیرہ ۔ کلاوندان
رقاص و ماہ وشان نغمہ ساز رقص و سرود میں مصروف ۔ اور بازی گر، لعبت باز
تماشے بتا کر مخلوق کو محو حیرت کرنے میں مشغول رھتے تھے ۔ ھر طرف خلائق کا

ازدھام، کوس، دمامہ، نفیر و نقارہ، کرنا اورغریو کے بجنے کی آواز برپا رھتی تھی۔ غرض کے بارہ روز تك عیش و نشاط، رقص و سرود اور تفریح و تماشے کا بازار گرم رھا کرتا تھا۔ ھرکس وناکس کو روزانہ تین وقت اطعمہ واشربہ لذیذہ کھلائے جاتے تھے۔ اخیر شب کو بادشاہ کی سواری اعیان و امرأ اور خیل و حشم کے ساتھ آتی تھی۔ اور اس جشن کے اخراجات میں ھر سال تیس ھزار ھون صرف ھوا کرتے تھے[105]۔

قطب شاھی سلطنت میں ابتدأ سے حساب کتاب کے دفتروں اور وصولِ مالگزاری کے عھدوں پر ھندووں کا تقرر ھوا کرتا تھا۔ سلطان عبداللہ نے اپنے زمانہ میں نہ صرف ان تقررات کو بحال رکھا، بلکہ وزارت کے علاوہ سلطنت کے بڑے بڑے عھدے ھندووں کے تفویض کردیۓ۔ اس کے عھد میں دبیری کی خدمت اعتماد راؤ کے تفویض تھی وہ بادشاہ کے ھندی فرامین لکھا کرتا تھا۔ نارائن راؤ مجموعہ دار اور وسواس راؤ شب نویس تھا[106]۔ دھرما راؤ اور اسی راؤ نایك واڑی تھے[107]۔

سلطان عبداللہ کے بیگمات میں پیم متی نام ایك ھندو عورت بھی تھی۔ سلطان کو اس کے ساتھ بےحد انس تھا۔ سنہ ۱۰۷۳ ھ میں اس نے انتقال کیا تو سلطان نےاس کو شاھی قبرستان میں دفن کرایا۔ اس کے لوحِ مزار پر آیات قرآنی اور درود شریف کے بعد حسب ذیل تاریخ کندہ ھے:۔

بود از ازل گُلِ جنتی پیم متی

سلطان عبداللہ قطب شاہ کے پیشوا اور نائب السلطنت علاّمہ ابن خاتون ایران کے مشاھیر علماء میں شمار ھوتےھیں۔ ان کا نام شیخ شمس الدین ابوالمعالی

105۔ حدیقۂ قطب شاھی صفحہ ۴۹ و ۵۶ —

106۔ متوفی المالك کو مجموعہ دار اور وقائع نگار کو شب نویس کہتے ھیں۔ یہ دونوں سلطنت کے جلیل القدر منصب تھے —

107۔ حدیقہ جلد اول صفحہ ۳۰۵ ۔ حدیقۃ السلاطین صفحہ ۳۱ —

108 - Epigraphia Indo-Moslemica, 1915-16, p. 36

محمد بن علی بن خاتون العاملی ہے[109]۔ وہ جبل عامل کے قریہ عیناث میں پیدا ہوئے۔ اصفہان میں علوم و فنون کی تکمیل کی۔ سید العلماء شیخ بہاءالدین محمد بن حسین العاملی المتوفی سنہ ۱۰۳۱ ھ کے شاگرد تھے۔ صاحب شذورالعقیان نے ان کے تذکرے کی ابتداء اس طرح کی ہے 'کان عالماً فاضلاً ماهراً محققاً عظیم الشان جلیل القدر جامعاً لفنون العلم'

علامہ ابن خاتون سلطان محمد قطبشاہ کے اوایل عہد میں ایران سے گولکنڈہ آئے۔ بادشاہ نے انکی بڑی عزت و توقیر کی۔ ندیمان مجلس میں شامل کرکے منصب دبیری سرفراز فرمایا۔ سنہ ۱۰۲۵ ھ میں سفیر بناکر حسین قبچی سفیر شاہ عباس کے همراہ ایران بھیجا۔ اور شاہ عباس کی خدمت میں پیش کرنے کیلئے بے شمار تحف و هدایا ان کے ساتھ دئے۔ علامہ ابن خاتون گیارہ سال کے بعد اس سفر سے واپس آئے۔ اس وقت سلطان محمد قطب شاہ کا انتقال هوگیا تھا۔ اور اس کا فرزند سلطان عبداللہ تخت نشین هوچکا تھا۔ اس نے اپنی والدہ کی سفارش سے شاہ محمد ولد شاہ علی عرب پیرزادہ کو پیشوائے سلطنت مقرر کیا۔ لیکن اس میں مہمات سلطنت کے انجام دینے کی صلاحیت نہیں تھی۔ اس لئے علامہ ابن خاتون کو اسکا نائب بنادیا[110] جلوس کے چوتھے سال سنہ ۱۰۳۸ ھ میں عدم خیر خواهی اور خیانت کے الزام میں شاہ محمد معزول هوگیا۔ اور اسکی جگہ علامہ ابن خاتون منصب پیشوائی پر مامور هوئے[111]۔ مرزا نظام الدین احمد بن صاعد الشیرازی نے اسکی تہنیت میں حسب ذیل قطعہ تاریخ تصنیف کیا۔

شہ یوسف رخ جمشید حشمت که حاتم می‌کند از وی گدائی
ز فرط مرحمت کرده ممکن محمد را بصدر پیشوائی
متاع فضل و دانش بود کاسد کنو بگرفت در عہدش روائی

---

109 - تذکرہ مرزا طاهر نصیرآبادی ص ۱۵۹ دبستان طبع بمبئی ص۳۰۳ شذورالعقیان جلد دوم ص ۳۹۵ - حدیقۃ العالم جلد اول ص ۲۷۰ ، ص ۳۱۵ ، روضات الجنات ص ۲۱ و ص ۲۲ - نجوم السما ص ۷۷ محبوب الالباب ص ۱۱۷ -

110 - حدیقۃ السلاطین ص ۲۹ -

111 - حدیقۃ السلاطین ص ٦٦ -

جہان معمور گردیدہ بدانسان — کہ شد محو از خلایق بے نوائی
با لہام آمد این مصراع تاریخ — محمد یافت از حق پیشوائی

سنہ ۱۰۴۳ ھ میں بادشاہ نے علامہ ابن خاتون کو میر جملہ کا عہدہ سرفراز فرمایا اور ان کے خواہرزادے عمدۃ المشائخ شیخ محمد طاہر کو منصب سرخیلی عنایت کر کے ان کا نائب قرار دیا [112] ۔ علامہ ابن خاتون نے یہ خدمت کم و بیش گیارہ سال انجام دی ۔ صاحب دبستان کا بیان ہے کہ سنہ ۱۰۵۸ ھ میں حج بیت اللہ کے لئے حیدرآباد سے نکلے ۔ ساحل عرب پر بندر مخامین جہاز سے اوترنے کے بعد سنہ ۱۰۵۹ ھ میں انکی روح پرواز کر گئی ۔

در ہمین سال (سنہ ۱۰۵۸) شیخ بعزم حج از حیدرآباد روان شد ۔ در ہزار و پنجاہ و نہ در بندر مخا در دانش از سفینہ تن بمحیط اطلاق پیوست ۔ (دبستان طبع بمبئی سنہ ۱۲۶۲ ھ ص ۳۰۴)

برخلاف اس کے مرزا محمد طاہر نصرآبادی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ علامہ ابن خاتون نے دکن میں وفات پائی ۔ مرزا اسد عریان کو اپنا وصی بنایا ۔ جو شیخ کا مال و متاع لیکر حیدرآباد سے ایران آیا اور شیخ کے ورثاء میں نہایت دیانتداری سے تقسیم کیا ۔ اس وقت جو شاہد موجود تھے ان میں خود مرزا طاہر بھی شامل تھا ۔

مدتی قبل از این بہندوستان رفتہ بخدمت عبداللہ قطب شاہ کمال اعتبار بہم رسانیدہ در آنجا فوت شد ۔ امانت وثار و دیانت شعار مرزا اسد را وصی خود کردہ جمیع اسباب خود را باو داد کہ در ایران بورثہ او برساند ہمہ را بلا قصور بورثہ رسانید و شاہد بسیار دارد یکی از آنجملہ فقیرم (تذکرہ مرزا طاہر نصیرآبادی طبع طہران - صفحہ ۱۱۰) ۔

شاہ جہان کے وزیر اعظم مرزا ابوالحسن آصف خان [113] سے علامہ ابن خاتون کی بڑی دوستی تھی اور اس کی وجہ سے دربار مغلیہ میں انکو بے حد

---

112 ۔ حدیقۃ السلاطین ص ۱۲۵ ۔

113 ۔ مرزا ابوالحسن یمین الدولہ آصف خان ۔ شہنشاہ جہانگیر کا امیر کبیر، اعتمادالدولہ کا فرزند، نورجہان بیگم کا برادر، ممتاز محل ارجمند بانو بیگم کا والد تھا ۔ جہانگیر اور شاہ جہان کے عہد میں وزارت و وکالت کے عہدہ ہائے جلیلہ اسکے تفویض تھے ۔ شاہ جہان نے اسکو ہشت ہزاری ذات اور ہشت ہزار سوار دو اسپہ و سہ اسپہ کا منصب عنایت کیا تھا ۔ شاہ جہان کے پندرھوین سال جلوس میں ۱۷ شعبان سنہ ۱۰۵۱ ھ کو اس کا انتقال ہوا ہے ۔ ماثرالامرا جلد اول ص ۱۵۱ تا ص ۱۶۱ ۔ ترجمہ انگریزی ۔ مترجمہ مسٹر بیورج H. Beveridge طبع کلکتہ جلد اول ص ۲۸۷ تا ص ۲۹۵ ۔ دائرۃالمعارف الاسلامیہ جلد ثانی ص ۲۵۷ ۔ قاموس الاعلام جلد اول ص ۵۸ ۔ Beale's Oriental Biographical Dictionary, P. 81.

رسوخ حاصل تھا۔ قطب شاھی مقبوضات کے بعض سرحدی علاقوں پر مغلیہ فوج نے قبضہ کرلیا تھا۔ لیکن علامہ ابن خاتون کی خاطر سے شاہ جہان نے سنہ ۱۰۴۰ ھ میں یہ علاقے عبداللہ قطب شاہ کو واپس دیدے[114]۔

علامہ ابن خاتون مہام سلطنت اور امور مملکت کی کثرت، دو وقتہ بارگاہ سلطانی کی حاضری کے باوجود روزانہ علے الصباح اپنے دولت خانہ پر مجلس درس منعقد کیا کرتے اور اس مجلس میں شہر کے قضاۃ، علماء، فضلاء، صلحاء، شعراء، امراء، اور دیگر اعیان و اکابر شریک ہوتے، علوم منقول سے تفسیر و حدیث و فقہ اور علوم معقول سے فلسفہ و ریاضی و منطق کا درس ہوا کرتا تھا۔ شب میں سفرہ عام کے بعد ارباب فضل و کمال جمع ہوتے اور مسائل علمی پر بحث و مباحثے ہوا کرتے تھے۔ سہ شنبہ کو شہر میں تعطیل ہوتی تھی۔ اس روز شعر و سخن کی محفل برپا ہوتی۔ شعراء جمع ہوتے۔ عرب و عجم کے شعرائے متقدمین سے متنبی، خاقانی، انوری۔ سنائی اور مولانا روم کے دواوین اور اون کے کتب شروح کا درس دیا کرتے تھے مہینہ میں دو تین مرتبہ بیرون شہر پر فضا باغات میں علامہ ابن خاتون جشن زرگانہ قائم کیا کرتے اور اوس میں ایران و ھندوستان کے حجاب و سفرا کی دعوت ہوا کرتی تھی[115]۔

علّامہ ابن خاتون نے اپنی سعی و کوشش سے سنہ ۱۰۴۳ ھ میں ایك مسجد تعمیر کرائی تھی۔ جواس وقت لاپتہ ھے۔ لیکن اس کا کتبہ جس پر ابیات ذیل کندہ ھیں کاروان ساھوان کے قریب ٹولی مسجد کے صحن میں اس وقت پڑا ھوا ھے[116]۔

درزمان شاہ خیر اندیش گردون بارگاہ   یافت اتمام ابن بنا از سعی شیخ پیشوا
خواستم چون سال تاریخش ز پیر غیب گفت   شد بحکم شاہ عبداللہ این مسجد بنا

کتبہ لطف اللہ الحسینی التبریزی

---

114 - حدیقة السلاطین ص ۸۲ - تاریخ دکن جلد سوم (سلسلہ آصفیہ جلد ھشتم) ص ۱۸۷ -
115 - حدیقة السلاطین - ص ۱۲۸
116 - Land marks of the Deccan, p. 66

تذکرہ نویسوں نے علامہ ابن خاتون کی حسب ذیل تصنیفات کا تذکرہ کیا ھے۔

(۱) شرح الارشاد الاذھان (کشف الحجب والاستار نمبر ۱۷۴۴۔)
(۲) شرح اربعین (کشف الحجب والاستار نمبر ٥٦٦)
(۳) شرح جامع عباسی (کشف الحجب نمبر ۸٦۱)
(۴) تکملہ جامع عباسی (کشف الحجب نمبر ۷٦۰)
(۵) کتاب الامامة (روضات الجنات ص ۲۲)

ارشادالاذھان فی احکام الایمان شیخ جمال الدین ابو المنصور حسن بن یوسف بن مطہر الحلی المتوفی سنہ ۷۲٦ کی مشہور کتاب ھے۔ اس میں علامہ مصنف نے فروعات کے پندرہ ھزار مسئلے بیان کئے ھیں[117]۔ علامہ ابن خاتون نے فارسی زبان میں اسکی شرح لکھی ھے اور صاحب امل الامل نے جو شارح کا معاصر ھے اس شرح کا تذکرہ کیا ھے۔

اربعین شیخ بہاءالدین محمد بن حسین العاملی المتوفی سنہ ۱۰۳۱ھ کی تصنیف ھے۔ علامہ ابن خاتون نے سلطان محمد قطب شاہ کے حکم سے اسکی شرح لکھی ھے اور 'ترجمہ قطب شاھی' کے نام سے اسکو موسوم کیا ھے۔ اس میں اولاً ھر حدیث کا ترجمہ ھے۔ اس کے بعد آغاز و انجام اور بنیش ' نمایش کے عنوان قایم کر کے روات کے حالات' حدیث کا مطالب بیان کئے اور ان کے ضمن میں حکایات و اشعار دل نشین نقل کئے ھیں۔ یہ کتاب اسوقت تصنیف ھوئی ھے جبکہ شیخ بہائی بقید حیات موجود تھے اور اس پر شیخ بہائی نے سنہ ۱۰۲۹ میں ایک تقریظ بھی لکھی ھے۔ جسکو شارح نے کتاب کے اختتام پر بجنسہ نقل کر دیا ھے۔ یہ کتاب سنہ ۱۲۷٥ ھ میں ملا محمد باقر خوانساری صاحب روضات الجنات کے اہتمام سے طھران میں چھپ گئی ھے اور حسب ذیل ابیات سے اسکی ابتدا ھوئی ھے۔

اے از تو حدیث معرفت را تبیین — وی ترجمہ وصف تو تنزیل مبین
گر شکر و آرائش عنوان نبود — تبلیغ رسالت نکند روح امین

117- کشف الحجب الاستار نمبر ۱۷۰۔

جامع عباسی شیخ بہاءالدین عاملی کی تصنیف ھے۔ شیخ بہائی نے اسکو شاہ عباس ماضی (سنہ ۹۸۹ھ۔ سنہ ۱۰۳۸ھ) کے حکم سے لکھنا شروع کیا اور اسکے مضامین بیس ابواب میں تقسیم کئے۔ ابتدائی پانچ باب جن میں طہارۃ، صلواۃ، زکواۃ خمس، صوم اور حج کے احکام و مسائل مذکور ھیں لکھنے پائے تھے۔ ۱۲ شوال سنہ ۱۰۳۱ھ کو ان کا انتقال ھوگیا جسکے باعث یہ کتاب ناتمام رہ گئی[118] مصنف کے تین شاگردوں نے اس کے علحیدہ علحیدہ تین تکملے لکھے اور باب ششم سے باب بستم تک پندرہ ابواب کا اضافہ کیا۔ ان تین تکملہ نویسون کے نام یہ ھیں۔ (۱) نظام بن حسین الساوجی (۲) زین العابدین بن حسین (۳) محمد بن خاتون۔ نظام ساوجی کا تکملہ جامع عباسی کے تمام مطبوعہ نسخون میں شامل ھے۔ زین العابدین کا تکملہ بمقام طہران کتب خانہ مجلس میں موجود ھے۔ ابن خاتون کے تکملے کا تذکرہ صاحب کشف الحجب و الاستار نے کیا ھے۔

ابن خاتون نے جامع عباسی کے پہلے پانچ ابواب پر مبسوط حواشی لکھے ھیں۔ انکو برھان تبریزی مولف برھان قاطع نے سنہ ۱۰۵۴ھ میں شارح موصوف کے استصواب سے بطریق شرح کتابی صورت میں مدون کیا ھے۔ اسکا ایک خوشخط مخطوط جسکو میر محمود ولد حبیب اللہ الحسینی نے سنہ ۱۱۱۲ھ میں لکھا ھے اور کتبخانہ آصفیہ میں کتب فقہ شیعی کے نمبر ۱۷٦ پر محفوظ ھے۔

کتاب الامامۃ میں مسئلہ امامت کے مباحث اور امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے فضایل مذکور ھیں۔ یہ نہایت ضخیم کتاب ھے۔ خاتمہ میں تاریخ اختتام کا اسطرح ذکر آیا ھے۔

بود پنجاہ و ھشت بعد ھزار   کہ بپایان رسید این گفتار

مصنف نے اس کتاب کو کسی خاص نام سے موسوم نہیں کیا ھے۔ مختلف کتابون میں اس کے مختلف نام مذکور ھیں۔ چنانچہ صاحب روضات الجنات اسکا

---

118 جامع عباسی طبع لاھور ص ۱۲۳ ـ

نام 'کتاب الامتہ' بتاتے ھیں ۔ محبوب الالباب میں 'رسالہ در بحث امامت' اور کتب خانہ آصفیہ کی فہرست میں حدیث مرتضوی درج ھے[119]۔ کتب خانہ بانکی پور کے فارسی کتابوں کی فہرست میں جس کا نام مراۃ العلوم ھے اس کو مجہول الاسم کتابوں میں شمار کیا ھے[120]۔

اس کتاب کے بیشتر مطالب اهل تسنن کی کتب ذیل سے ماخوذ ھیں ۔
(۱) جامع الصحیح للامام الحافظ ابی عبد اللہ محمد بن اسمعیل البخاری المتوفی سنہ ۲۵٦ھ
(۲) جامع الصحیح للامام الحافظ ابی الحسین مسلم بن الحجاج القشیری المتوفی سنہ ۲٦۱ھ
(۳) مسند امام احمد بن محمد بن حنبل المتوفی سنہ ۲۴۱ھ (۴) تفسیر الکشف والبیان لابی الحق احمد بن ابراھیم الثعلبی المتوفی سنہ ۴۲۷ھ (۵) مشکوۃ الانوار للامام محمد بن محمد الغزالی المتوفی سنہ ۵۰۵ھ (٦) الکشاف للامام ابوالقاسم جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری المتوفی سنہ ۵۲۸ھ (۷) غرایب القران للعلامہ نظام الدین حسن بن محمد النیشاپوری (۸) تفسیر کبیر للامام فخر الدین محمد بن عمر الرازی المتوفی سنہ ٦۰٦ھ و الشیخ نجم الدین احمد بن محمد القمولی المتوفی سنہ ۷۷۷ھ (۹) فصول المھمہ فی معرفۃ الائمۂ للشیخ نور الدین علی بن محمد المالکی المتوفی سنہ ۸۵۵ھ ۔ علاوہ ان کے مزید توضیح و تشریح کے لئے شیعوں کی کتب اربعہ ، شیخ الصدوق ابو جعفر محمد بن علی بن بابویہ القمی المتوفی سنہ ۳۸۱ھ ، شیخ الطایفہ ابو جعفر محمد بن حسن بن علی الطوسی المتوفی ۴٦۰ھ کی تصنیفات اور وزیر سعید بہاء الدین ابوالحسن علی بن عیسی الاربلی المتوفی سنہ ٦۹۲ھ کی کتاب کشف الغمہ فی معرفۃ الائمۂ سے علمائے شیعہ کے احادیث و اقوال نقل کئے ھیں ۔ صاحب محبوب الالباب نے اس کتاب کی نسبت لکھا ھے ۔

> شخصی تالیف نمودہ کہ در زمان قطب شاہ در حیدرآباد بود ۔ در این کتاب جابجا چیز ھا بطور مناظرہ داخل کردہ و مناظرہ خود را بطرز مکابرہ نمودہ از ین سبب رسالہ مبسوط شدہ (محبوب الالباب ص ۳۲۹)

اس کتاب کا ایک مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ میں فن کلام کے نمبر ۱۲۷۱ پر موجود ھے ۔

---

119 ۔ محبوب الالباب طبع حیدرآباد ص ۳۲۹ فہرست کتب خانہ آصفیہ جلد ص
120 ۔ مراۃ العلوم ص ۵۹

سلطان عبداللہ کے امرائے عظام میں میر محمد سعید ایک نامور امیر گذرا ھے۔ وہ اصفہان کا باشندہ اور اردستان کے سادات سے تھا[121] ۔ سنہ ۱۰۵۹ھ میں جب علامہ محمد بن خاتون پیشوا کا انتقال ہوگیا تو سلطان عبداللہ نے میر محمد سعید کو اپنا وزیر اور سپہ سالار بنا کر میر جملہ کا منصب جلیل اسکے تفویض کیا۔ اس نے دکن کی تاریخ میں فاتح کرناٹک کی حیثت سے شہرت حاصل کی ھے اور اس کی سعی و کوشش سے کرناٹک کا بہت بڑا علاقہ قطبشاھی عملداری میں شامل ھوا ھے۔ سلطان عبد اللہ کے زمانہ میں قطبشاھی سلطنت کی جنوبی حد رود کرشنا کے نیچے کھمم تک تھی۔ میر جملہ نے بڑی جد وجہد سے کرناٹک کا مشرقی علاقہ رود پالار کے نیچے دور تک فتح کرلیا ۔ اس جدید مفتوحہ ملک کی وسعت طولاً تین سو میل اور عرضاً ساٹھہ میل تھی اور اس سے سالانہ چالیس لاکھہ روپئے وصول ھوا کرتے تھے[122] ۔

میر جملہ نے سنہ ۱۰۵٦ھ میں اودے گیری فتح کی ۔ اس کے بعد کنجی کوٹہ (کنڈی کوٹہ) پر قبضہ کرتا ھوا دریائے پالار کے نیچے دور تک چلا گیا ۔ ویلور کے قریب ریی گنٹھہ کو فرودگاہ قرار دیکر سمندر کے کنارے پولیکٹ اور مدراس کے علاقوں سے گذرتا ھوا کانجی ورم پھونچا ۔ غرض کہ اس نے کرناٹک کے وہ تمام اقطلاع جو اس وقت کرنول، کڑپہ، ترپاتور، ویلور، ارکاٹ، سیلم، نیلور، مدراس اور چنگل پیٹھہ کے اضلاع میں شامل ھیں سنہ ۱۰۵٦ھ اور سنہ ۱۰٦۳ھ کے مابین سات سال کی قلیل مدت میں فتح کر لیے[123] ۔

---

121 ۔ میر محمد سعید میر جملہ کے حالات کتب ذیل میں ملاحظہ فرمائے۔ (۱) تذکرۂ مرزا طاہر نصرآبادی ۔ طبع طھران ص ۵٦ (۲) عمل صالح ۔ جلد سوم ص ۲۱۳ و ص ۲۲۴ (۳) ماثرالامرا ۔ جلد سوم ص ۵۳۰ تا ص ۵۵۵ (۴) سیر المتاخرین ۔ جلد اول ص ۲۸۴ –

122 ۔ عمل صالح ۔ جلد سوم ص ۲۱۳

123 ۔ میر جملہ کی فتوحات کرناٹک کے مفصل واقعات کسی فارسی تاریخ میں ابھی تک دستیاب نہیں ھوئے۔ مرزا سالك یزدی کے قصائد اور ابراھیم زبیری کی بساتین السلاطین میں تین چار مقام پر ان کی جانب اشارے ملے ھیں ۔ جو ذیل میں درج ھیں ۔

میر جملہ سنہ ۱۰۵۷ھ میں تسخیر کنڈی کوٹہ کے ارادے سے روانہ ھوا۔ اس موقع پر مرزا سالك نے حسب ذیل تاریخ لکھی ۔

اے خدیو سعید فرخ فال   حافظت باد ایزد متعال
بہر اقبال فتح شد تاریخ   روئے آوردہ فتح باقبال (سنہ ۱۰۵۷ھ)

میر جملہ کے ان فتوحات کی وسعت کو ظاہر کرنے کے لئے اس کے سپہ سالار رستم بن ذوالفقار استرآبادی کی مسجد اور اس کا کتبہ کافی ہے جو سنہ ۱۰٦۳ھ میں تعمیر ہوئی اور مدراس سے جانب مغرب تیرہ میل کے فاصلہ پر پونا ملی میں واقع ہے۔

سنہ ۱۰٦۰ھ میں کنڈی کوٹہ فتح ہوا تو مرزا سالک نے یہ تاریخ منظوم کی۔

کرد مفتوح باقبال تو کنڈی کوٹہ　　همچو خیبر که کشاد از کف فیاض وصی
ازپے فتح دلم خواست که گوید تاریخ　　فکر تاریخ مرا برد، وز خود کرد تهی
دوش در واقعه دیدم که رسولی می گفت　　فاتح قلعه علی بود، و علی بود علی (سنه ۱۰٦۰)

میر جملہ نے سنہ ۱۰٦۱ھ میں گوتی پر قبضہ کیا تو مرزا سالک نے حسب ذیل تاریخ لکھی

اے آصف زمانه که با کوکب سعید　　گیتی کشادهٔ که تو گوتی کشودهٔ
تاریخ این ظفر طلبیدم ز پیر عقل　　گفتا عجیب قلعه گوتی کشودهٔ

اس کے بعد میر جملہ نے دو سال کے اندر کرپہ، ترپاتور، ویلور، ارکاٹ، سیلم، مدراس، چنگل پیٹھ کے علاقے فتح کرلئے۔ میر جملہ کے سپہ سالار رستم بن ذوالفقار استرآبادی نے جسکو ایسٹ انڈیا کمپنی کے کارندوں نے رستم زماں کے لقب سے یاد کیا ہے قصبہ پونا ملی میں سنہ ۱۰٦۳ھ میں جو مسجد تعمیر کرائی ہے اس پر حسب ذیل کتبہ نصب ہے۔

هو السمیع العلیم. در زمان خلافت سلاله بادشاه جمجاه ملایك سپاه ظل الله سلطان عبدالله قطبشاه خلدالله ملکه الی یوم القیام ودر ایالت نواب مستطاب معلا القاب نواب جملة الملکی میر محمد سعید تا هست جهان مستدام باد بنا کرد و باتمام رسانید مسجد را بنده درگاه رستم بن ذوالفقار استر آبادی بتاریخ ۲۰ شوال سنه ۱۰۲۳ھ۔

ابراهیم زبیری نے کرناٹک کے عادل شاہی فتوحات اور قلعہ جنجی کی فتح کا ذکر کرتے ہوئے کرناٹک کے قطب شاہی مقبوضات کا اسطرح تذکرہ کیا ہے۔

چون باره ملك آن طرف پیشتر ازین زمان در تصرف قطب شاهیان آمده بود. میر جمله از طرف قطب شاه بحراست آن متعین بوده در سواد دیوی گنٹه که از مضافات ویلور بر پنج کاؤ از جنجی واقع بود اقامت میداشت. (بساتین السلاطین، بستان ششم ص ۳۲۷)۔

بارہ ملك سے کرناٹک کا وہ قدیم تاریخی علاقہ مراد ہے جسکو ٹیپو سلطان اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانہ میں بارہ محال کہتے تھے اور آجکل ضلع سیلم کے نام سے مشہور ہے (Hobson Jobson, P. 69.) ابراهیم زبیری کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ضلع سیلم کا بالائی علاقہ قطب شاہی تصرف میں تھا۔ اور وہاں کی حکومت میر جملہ کے تفویض تھی۔

ڈاکٹر کرشنا سوامی اینگار Dr. Krishnaswami Aiyangar نے ایک محققانہ مضمون لکھا ہے، جسکا عنوان ہے ”جنوب میں مرہٹہ اقتدار کا عروج“ The Rise of The Mahratta Power in the South India اسکی تمہید میں میر جملہ کی فتوحات کرناٹک کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔ اور اس بارے میں ٹامل اور انگریزی مصادر سے اخذ کرکے پیش قیمت معلومات جمع کئے ہیں۔ یہ مضمون مجلہ تاریخ ہند Journal of Iudian History کی جلد نہم بابت سنہ ۱۹۳۰ میں (صفحہ ۱۷۳ سے ۲۱۷ تک) شائع ہوا ہے۔

چند راگری کے راجہ وینکٹ پتی Venkatapati نے جو رام راج کا جانشین تھا سنہ ۱۰۴۵ھ میں انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی English East India Co. کو آن کے کارخانون کیلئے قلعہ سنٹ جارج Fort St. George تعمیر کرنے کی اجازت دی تھی ڈامرلا وینکٹا Damarla Venkata جو راجہ کی طرف سے مشرقی کرناٹک کا صوبہ دار تھا انگریزون کو ہمیشہ دق کیا کرتا تھا۔ میر جملہ نے کرناٹک پر قبضہ کرنے کے بعد جنجی کی جانب جاتے ہوئے مدراس سے دو یوم کی مسافت پر مقیم ہوا اور انگریزون کی استدعاء پر کمپنی کو راجہ کے تسلط سے آزاد کراکر آس کے ظلم و تشدد سے نجات دلایا۔

سلطان عبداللہ کے جدید مقبوضات میں جنکو میر جملہ نے فتح کیا تھا الماس کے تین معدن واقع تھے۔ ان میں سے پہلے دو معدن سے الماس کے برآمد کرنے کا کام سلطان نے میر جملہ کے سپرد کیا تھا۔

پہلا معدن گولکنڈہ سے جانب جنوب مشرق سات منزل پر دریائے کرشنا کے قریب تھا۔ اس سے دو میل کی مسافت پر کولور نام ایک بستی تھی ' جس میں کان کھودنے والے رہتے تھے۔ اسکی آبادی ایک لاکھ سے زیادہ تھی۔ اس معدن سے سلطان عبداللہ کو سالانہ تین لاکھ ہون ملا کرتے تھے۔ جسکی مقدار فی الحال ایک لاکھ بیس ہزار پونڈ کے مساوی ہے۔ دنیا کا مشہور الماس 'کوہ نور' جس کا وزن نوسو قیراط تھا اسی معدن سے برآمد ہوا تھا۔

دوسرا معدن ضلع بلاری میں کرور کے قریب تھا۔ اس پر میر جملہ نے سنہ ۱۰۶۰ھ میں قبضہ کیا تھا اور اس سے بڑے بڑے ہیرے نکلتے تھے۔ یہان تک کہ ان میں سے بعض ہیرون کا وزن ایک ایک سیر تھا۔

تیسرا معدن ملولی کے قریب تھا۔ کولور کی کان سے جب ہیرون کا نکلنا موقوف ہوگیا تو سلطان عبداللہ نے سنہ ۱۰۸۲ھ میں اس معدن کو کھودنے اور یہان سے ہیرے نکالنے کی اجازت دی [124]۔

124۔ ان معادن کا حال فرانسیسی سیاح ٹیورنیر Jean Baptiste Tavernier نے اپنے سفرنامہ میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

میر جمله نے سنه ۱۰٦٦ ھ میں سلطان عبداللہ کی ملازمت چھوڑ دی ، اور دربار مغلیه میں آ کر شاہ جهان بادشاہ (سنه ۱۰۳۷ھ – ۱۰٦۸ھ) کا متوسل هوا. بادشاہ نے معظم خان کا خطاب دیکر چهه هزاری ذات اور چهه هزار سوار کا منصب عنایت کیا [125]- میر جمله نے حصول سلطنت میں اورنگ زیب عالمگیر کو بڑی مدد دی - سنه ۱۰۷۱ھ میں کوچ بہار اور آسام و کامروپ کی مهم پر مامور هوا - دو سال میں ان ولایات کو فتح کر کے سلطنت مغلیه کے مقبوضات میں شامل کیا اور اس مهم سے واپس هوتے هوئے ۲ رمضان سنه ۱۰۷۳ ھ کو خضر پور میں مر گیا [126].

میر جمله کے پاس بڑی دولت تھی جسکو گولکنڈہ آنے کے بعد جمع کیا تھا - فرانسیسی سیاح موسیو تهیونو Jean de Thevenot نے بیان کیا ھے که سونے چاندی کے علاوہ چارسو آٹهه پونڈ وزن کے الماس اس کے پاس موجود تهے [127]- مغل دربار کے وقائع نگاروں نے لکھا ھے که اس نے سلخ ربیع الثانی سنه ۱۰٦٦ ھ کو ایك الماس ناتراشیده وزنی نوسو رتی اورنگ زیب کو نذر دیا تھا [128] - ۴ صفر سنه ۱۰٦۷ھ کو ایك الماس تراشیده جسکا وزن دوسو سوله رتی تھا شاہ جهان کی خدمت میں پیش کیا تھا - اور اس وقت اس الماس کی قیمت مغل دربار کے جوهریوں نے دو لاکهه سوله هزار روپیه جانچی تھی [129] ابوالفضل علامی نے آئین اکبری میں لکھا ھے که شهنشاہ اکبر کے خزانے میں جو الماس موجود تهے اُن کا مجموعی وزن ساڑھے پانچ ٹانك تھا [130]- جو ایکسو تیس رتی کے مساوی ھے - میر جمله نے اورنگزیب اور شاہ جهان کو جو الماس نذر کئے تهے اون کا وزن گیارہ سو سوله رتی ھے اس سے میر جمله کی دولت و ثروت اور اوسکے خزانه میں الماس کی فراوانی کا بخوبی اندازہ هوتا ھے -

---

125 - منتخب اللباب جلد اول ص ۷۵۲ -

126 - ماثر الامراء - جلد سوم ص ۵۴۵ و ص ۵۵۴ - منتخب اللباب جلد دوم ص ۱۳۱ تا ص ۱۷۱.
شهاب الدین طالش نے میر جمله کی مهم کوچ بهار وآسام کی نسبت ایك مبسوط کتاب لکهی ھے جس کا نام 'فتحیه عبریه' ھے اور یه سنه ۱۲٦۵ میں کلکته میں طبع هوئی ھے -

127 - سلسله آصفیه' جلد دوم ص ۱۰۹ -

128 - عمل صالح - جلد سوم ص ۲۳۵ - منتخب اللباب جلد اول ص ۷۵۳ -

129 - عمل صالح - جلد سوم ص ۲۲۹ - منتخب اللباب جلد اول ص ۴٦۹

130 - آئین اکبری طبع منشی نولکشور سنه ۱۸٦۹ ع- جلد اول ص ۱٦ - ترجمه انگریزی - طبع کلکته - جلد اول ص ۱٦

میر جمله نے تلنگانه میں بہت سے عمارات بنوائے تھے جنکے شکسته آثار تاحال موجود ھین - حیدرآباد میں اس کے تعمیرات سے تالاب، باغ اور حویلی کا تذکره صمصام الدوله شاه نواز خان نے بھی کیا ھے [131] - تالاب، حیدرآباد کے جنوب مشرقی گوشه میں ابتك موجود ھے - لیکن مدت ھوئی که خشك ھو گیا ھے [1 2] - باغ اور حویلی کے آثار ناپید ھوگئے ھیں - لیکن ان کے محل وقوع کو بتانے والے اسوقت بھی حیدرآباد میں موجود ھیں -

حیدرآباد سے جانب مشرق میر جمله نے ایك قصبه آباد کیا تھا جس کا نام مغل وقایع نگارون نے سعید آباد لکھا ھے - لیکن اھل حیدرآباد اسکو سعید اپیٹھه کہتے تھے - سنه ۱۰۶۰ ھ میں اورنگ زیب نے حیدرآباد پر حمله کیا تھا تو شہر میں داخل ھونے سے پہلے ستره روز اسی قصبه میں مقیم رھا تھا [133] - اس قصبے کے اراضی اسوقت سر احمد حسین نواب امین جنگ بہادر کی جاگیر میں شریك ھیں اور اس کے راسته پر سید اباغ کی تختی لگی ھوئی ھے جو سعید اباد کی مسخ شده صورت ھے -

میر جمله نے سنه ۱۰۵۷ ھ میں مچھلی بندر مین دریا پر ایك پل بنوایا تھا - مرزا سالك یزدی نے اسکے اتمام کی حسب ذیل تاریخ لکھی ھے جو آسکے مجموعۀ قصاید میں موجود ھے -

گزر کرد سالك برین پل بذوق — بمنزل رسید از تکاپوی شوق
بتاریخ اتمام او زد رقم — بدریا پلے بسته کان کرم

سید نظام الدین احمد بن سید معصوم الدشتکی بن غیاث الدین منصور الحسینی الشیرازی [134] - سلطان عبدالله کے بڑے داماد کا نام ھے - اسکے دادا سید غیاث الدین منصور ایران کے علمائے کبار سے تھے - مخلوق انکو استادالبشر

---

131 - ماثرالامرا - جلد سوم ص ٥٥٥ -

132 - لاله گردھاری لال نے اس تالاب کو مرزا محمد امین میر جمله کی تعمیرات سے بتایا ھے - تاریخ ظفره - طبع گورکھپور - ص ۲۳ -

133 - عمل صالح - جلد سوم ص ۱۲۴ و ۳۲۵ -

134 - سبحة المرجان ص ۸۵ تا ص۸۷ - سرو آزاد ص۲۸٦ تا ص ۲۸۹ - حدیقة العالم جلد اول ص۲٦۲ تا ص ۲٦٦ - نجوم السما ص ۱۳۸ و ص ۱۷٦ -

کہا کرتی تہی۔ شیراز کے محلہ دشتك میں جسکو آجکل لب آب کہا کرتے ہیں [135]۔ انہون نے ایك مدرسہ قایم کیا تہا، جس کا نام مدرسۂ منصوریہ تہا۔ اور اسمین علوم منقول و معقول کا درس دیا کرتے تہے۔ سنہ ۹۴۵ ھ میں انکی وفات ہوئی ھے [136]۔ ان کے فرزند سید معصوم تہے۔ شاہ عباس صفوی کی بہن نے حج بیت اللہ کا سفر اختیار کیا تو بادشاہ نے سید معصوم کو شہزادی کے ہمراہ کردیا، تاکہ صحت کیساتہہ ارکان حج کی تعلیم دے۔ راستہ میں شہزادی نے سید معصوم سے عقد کر لیا۔ یہ امر چونکہ شاہ عباس کے خلاف منشاء تہا۔ اس لئے دونوں نے ایران کی واپسی کا ارادہ ترك کردیا۔ اور مکہ معظمہ میں سکونت اختیار کرلی۔ اسی شہزادی کے بطن سے مکہ معظمہ میں نظام الدین سید احمد تولد ہوا اور اسی جگہ نشو و نما پا کر علوم معقول و منقول میں کمال حاصل کیا۔

میر محمد سعید میر جملہ نے اپنی دختر کا عقد کرنے کے لئے نظام الدین سید احمد کو مکہ معظمہ سے حیدرآباد میں بلایا۔ لیکن اس کے علم و فضل کا حال جب سلطان عبد اللہ کو معلوم ہوا تو اس نے سنہ ۱۰۶۲ ھ میں اپنی دختر اس کے ساتہہ منسوب کردی۔ نظام الدین سید احمد نے سلطان عبداللہ کی وفات کے دو سال تیئس یوم بعد ۲۶ صفر سنہ ۱۰۸۵ ھ کو انتقال کیا۔ اسکی قبر گولکنڈہ کے باہر لنگر فیض اثر میں ایك نا تمام گنبد کے اندر ابتك موجود ھے اور اس پر حسب ذیل کتبہ لگا ہوا ھے [137]۔

مرزا نظام الدین احمد نور مرقدہ، بتاریخ ۲٦ شہر صفر روز
شنبہ سنہ ۱۰۸۵ھ بعد از سہ پہر چہار گری بر حمت پیوستند

سید احمد کو علوم ادبیہ میں کمال حاصل تہا۔ اور عربی زبان میں شعر بہی خوب کہا کرتا تہا۔ اس نے سلطان عبداللہ کی مدح میں جو قصیدے لکہے ہیں ان میں سے ایك قصیدہ جسکے ترپاسی بیت ہیں سلافتہ العصر میں منقول ھے [138]۔

---

135 - فارس نامہ ناصری۔ گفتار دوم ص ۸۰

136 - Geschichte der Arabischen Litterature, Val, P. 414

137 - Landmarks of tho Deccan, p. 181,

138 . سلافتہ العصر۔ طبع مصر سنہ ۱۳۲۴ ھ۔ ص ۱۱ تا ص ۱۴

سید احمد کو علوم ریاضی سے بھی غیر معمولی دلچسپی تھی اور کوئی عالم ریاضی گولکنڈہ میں آتا تو آسکی بڑی قدر کیا کرتا تھا۔ فرانسیسی سیاح ٹیورنیر Jean Baptiste Tavernier کا بیان ھے کہ ایك پرتگالی پادری افرائیم Father Ephraoim جسکو ریاضیات میں خوب مہارت تھی، گوا سے پیگو کو جاتا ھوا گولکنڈہ مین آیا تو سید احمد نے آسکی خوب قدر کی اور آسکو حیدرآباد میں رھنے کا مشورہ دیا اور یہ بھی کہا کہ سکونت کیلئے مکان اور عبادت کے لئے گرجا بھی تعمیر کرادیگا۔ اور تمام اخراجات اپنی ذات سے دیا کریگا۔ لیکن پادری نے یہان رھنے سے انکار کردیا اور جب جانے لگا تو سید احمد نے اسکو اسقدر گران قیمت خلعت دیا کہ اس سے زیادہ غیر ممکن تھا۔ علاوہ اس کے زاد راہ کے لئے تین سو ھون، سواری کیلئے ایك بیل اور دو راھبر ساتھہ دئے تاکہ موسلی پٹم (مچھلی بندر) تك راستہ بتائین 139 –

سید احمد کے دو لڑکے تھے۔ ایك صدرالدین سید علی، دوسرا برھان الدین سید منصور۔ سید علی ۱۵۔ جمادی الاول سنہ۱۰۵۲ھ کو پیدا ھوا اوراپنے دادا سید معصوم سے منسوب ھوکر سید علی معصوم کے لقب سے مشہور ھوگیا 140 اسکی ولادت مدینہ طیبہ میں ھوئی تھی اور وھیں اس نے تعلیم و تربیت حاصل کی، ٦ شعبان سنہ ۱۰٦٦ھ کو چودہ سال کی عمر میں اپنے والد سے ملنے کیلئے مکہ معظمہ سے نکلا۔ ۲۲۔ ربیع الاول سنہ ۱۰٦۸ھ کو ایك سال آٹھہ مھینے کے بعد حیدرآباد پہنچا اور یہان چوبیس سال مقیم رھکر سلطان عبد اللہ کی وفات کے نوسال بعد سلطان ابوالحسن تانا شاہ کےعہد حکومت میں ۱۲۔ شعبان سنہ ۱۰۹۲ھ کو حیدرآباد چھوڑا۔ برھان پور میں آکر اورنگ زیب عالم گیر سے توسل پیدا کیا۔ بادشاہ نے پانصدی ذات اور تین سو سوار دو اسپہ کا منصب اور سید علی خان کا خطاب عنایت فرمایا۔ اسکے ساتھہ اورنگ آباد اور اسکے بعد ماھور کی نیابت تفویض کی، پھر برھان پور کی خدمت دیوانی پر مامور ھوا۔ یہ خدمات آٹھہ سال انجام دئے۔ سنہ ۱۱۰۰ھ میں

---

139 . سلسلہ آصفیہ طبع آگرہ۔ جلد اول ص ۳۳۔

140 - تذکرۃ المعاصرین علی حزین۔ ص ۹۳۹۔ نزھۃ الجلیس، جلد اول ص ۲۰۹ تا ص ۲۱۳ حدیقۃ العالم، جلد اول ص ۳٦۴ و ص ۳٦۵ نجوم السما ص ۱۷٦ و ص ۱۸۱۔ الاعلام، جلد ثانی ص ۶۵۰۔

اورنگ زیب سے رخصت لیکر حرمین الشریفین کا سفر کیا۔ عتبات عالیہ کی زیارت سے فراغت پا کر اصفہان میں وارد ہوا۔ سلطان حسین صفوی (سنہ ۱۱۰۵ھ سنہ ۱۱۳۵ھ) نے اسکی بڑی عزت کی۔ چند روز کے بعد یہاں سے نکل کر شیراز آیا۔ اپنے دادا کے مدرسہ منصوریہ میں قیام کر کے طلبا کو درس دیتا رہا۔ یہان تک کہ سنہ ۱۱۲۰ھ میں انتقال کیا 141۔

سید علی تفسیر حدیث اور لغت و ادب کا جیّد عالم تھا۔ اهل فضل اسکو "سید الادبا" کہتے ہیں عربی زبان میں اس نے متعدد کتابیں لکھی ہین منجملہ آن کے بعض مشہور کتابون کے نام یہ ہیں۔

(۱) سلوۃ الغریب و اسوۃ الاریب۔ Brockelmann, vol. II. P. 421.
(۲) سلافۃ العصر فی محاسن اعیان العصر۔ کشف الحجب والاستار نمبر ۱۶۷۱۔
(۳) انوار الربیع فی انواع البدیع۔ کشف الحجب نمبر ۲۲۱۔
(۴) الکلم الطیب۔ فہرست کتب خانہ سپہ سالار ص ۴۵۔
(۵) حدایق الندیہ فی شرح فواید الصمدیہ۔ کشف الحجب نمبر ۱۰۰۲۔
(۶) الدرجات الرفیعہ فی طبقات الامامیہ من الشیعہ۔ ذریعہ نمبر ۱۰۵۰۔
(۷) الطراز فی اللغۃ۔ الاعلام۔ جلد ثانی ص ۶۵۷۔
(۸) ریاض السالکین۔ کشف الحجب نمبر ۱۶۰۷۔
(۹) دیوان اشعار۔

سلوۃ الغریب میں علی معصوم نے وہ حالات و واقعات تحریر کئے جو مکہ معظمہ سے حیدرآباد تک دوران سفر میں پیش آئے ہیں۔ سنہ ۱۰۷۴ھ میں سلطان عبداللہ کے لئے اسکو قلم بند کیا ہے اور اس کا مخطوط برلن میں ہے۔ جس کا اهلورڈ Ahlwardt نے فہرست مخطوطات عربی میں نمبر 6136 کے تحت ذکر کیا ہے۔

سلافتہ العصر فی محاسن اعیان العصر۔ مشاہیر عصر کا تذکرہ ہے حیدرآباد مین بعہد سلطان عبداللہ ۷۔ ربیع الثانی سنہ ۱۰۸۲ھ کو تمام ہوا۔ اور سنہ ۱۳۲۴ھ مین

141۔ روضات الجنات۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے سبحۃ المرجان میں سید علی معصوم کا سن وفات ۱۱۱۷ بیان کیا ہے۔

مصر مین چھپا ھے - ملا محمد باقر مجلسی المتوفی سنه ۱۱۱۱ ھ نے بحار الانوار کی پچیسوین جلد میں اجازات کا تذکرہ کرتے ھوئے رجال متاخر کے تراجم اسی کتاب سے اخذ کئے ھیں -

انوار الربیع فی انواع البدیع - شرح القصیدہ البدیعه - بدایع کے انواع و اقسام پر بہترین کتاب ھے - سنه ۱۰۹۳ ھ میں بمقام اورنگ آباد تصنیف ھوئی - اور سنه ۱۳۰۴ ھ میں ایران میں چھپی ھے -

الکلم الطیّب والغیث الصیّب - ادعیه اور اوراد ماثوره کا مجموعه - سنه ۱۰۹۳ ھ میں اسکی تالیف و ترتیب سے جامع نے فراغت حاصل کی ھے -

حدایق الندیه - شیخ بہاءالدین محمد بن حسین العاملی المتوفی سنه ۱۰۳۱ ھ کی کتاب الفوایدالصمدیه (کشف الحجب نمبر ۲۲۳۶) کی شرح - ۱۳ - جمادی الثانی سنه ۱۰۹۹ ھ کو تمام ھوئی اور سنه ۱۲۷۴ ھ میں طھران میں چھپی ھے -

ریاض السالکین - صحیفه کامله (کشف الحجب نمبر ۲۰۵۸) کی شرح - سنه ۱۱۰۶ ھ میں سلطان حسین صفوی (سنه ۱۱۰۵ ھ - سنه ۱۱۳۵ ھ) کیلئے تصنیف ھوئی ھے - اس میں چودہ روضے ھیں اورھرروضه مین ایك دعا کی شرح لکھی ھے - یه کتاب سنه ۱۲۷۱ ھ میں طھران میں چھپ گئی ھے -

سید احمد کے دوسرے فرزند سید منصور کی ولادت حیدرآباد میں ھوئی تھی - اور اسی شہر میں اسکی سکونت تھی - اس نے تین اولاد چھوڑے ھیں - ایك لڑکا - دولڑکیان - لڑکے کا نام جمال الدین سید احمد عرف جمال صاحب ھے - میر غلام علی آزاد بلگرامی سنه ۱۱۵۵ ھ میں حیدرآباد آئے تو جمال صاحب سے انکی ملاقات ھوئی تھی [142] - ایك لڑکی نواب بیگم کا عقد سراج الدوله امیر الھند والا جاہ نواب محمد علی خان فرزند نواب انورالدین خاں شہامت جنگ ناظم ارکاٹ سے ھوا تھا [143] -

---

142 - سبحة المرجان ص ۸۶ -

143 - تزك والا جاھی -

دوسری لڑکی سید محمد موسوی المتخلص بہ والہ سے منسوب تھی - سید محمد والہ سنہ ۱۱۲۵ ھ
میں بعہد فرخ سیر (سنہ ۱۱۲۴ ھ - سنہ ۱۱۳۱ ھ) خراسان سے حیدرآباد آئے[144] -
نواب نظام الملک آصف جاہ اول کے زمانے میں نواب شہامت جنگ ناظم ارکاٹ
مقرر ہوے تو آن کے ساتھہ ارکاٹ چلے گئے - سنہ ۱۱۸۴ ھ میں توچنا پلی میں
انتقال کیا[145] - فارسی زبان کے اچھے شاعر تھے - نجم الھدی - اساس الایمان - دستور النظم -
کشف الرموز وغیرہ انکی تصنیفات سے ھین - انکی اولاد حیدرآباد میں موجود ھے -
اور ان کے پڑ پوتے نواب مھدی نوازجنگ مولوی سید محمد مھدی اسوقت نظامت
بلدیہ کی خدمت جلیلہ پر مامور ھیں -

سلطان عبد اللہ قطب شاہ کے متعدد سپہ سالار تھے - ان میں سے ایک
سپہ سالار جسکا خطاب نیکنام خان ھے محمد سعید میر جملہ کے بعد کرناٹک کی حکومت
پر مامور ھوگیا تھا - اسکے حالات فارسی تاریخوں سے زیادہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی
تحریرات مین ملتے ھین - مسٹر وھیلر Talboy Wheeler کی کتاب مدراس دراز منہ
قدیمہ Madras in the Olden Times مین دوجگہہ نیکنام خان کا ذکر آیا ھے[146]
جس سے معلوم ھوتا ھے کہ آس زمانہ میں جبکہ کرناٹک کی حکومت نیکنام خان
کے تفویض تھی قلعہ سینٹ جارج Fort St. George کے انتظامات پر سرایڈورڈ
وینٹر Sir Edward Winter (سنہ ۱۰۷۲ ھ سنہ ۱۰۷۶ ھ) مقرر تھا - اسی زمانہ میں
نیکنام خان نے ایک دفعہ قلعہ سینٹ جارج کا محاصرہ کیا - اس کے چند روز بعد
سرایڈورڈ نے نیکنام خاں سے دوستانہ تعلقات پیدا کر لئے اور اس کے کہنے سے
نیکنام خاں نے علاقہ مچھلی بندر کا قول کمپنی کے نام لکھدیا -

مرزا ابراھیم زبیری اور محمد ھاشم خافی خاں نے لکھا ھے کہ سنہ ۱۰۷۶ ھ
میں بعہد علی عادل شاہ ثانی (سنہ ۱۰۶۷ ھ سنہ ۱۰۸۳ ھ) اورنگ زیب عالم گیر کے
حکم سے مرزا راجہ جئے سنگہ کچواھا نے مملکت بیجاپور پر حملہ کیا تو سلطان

---

144 - اساس الایمان

145 - گلزار اعظم طبع مدراس سنہ ۱۲۷۲ ھ - ص ۳۶۵

146 - Madras in the Olden Times, Pp. 38 and 44.

عبداللہ قطب شاہ نے بارہ ہزار سوار اور چالیس ہزار پیدل ھمراہ دیکر نیکنام خان کو عادل شاہ کی امداد کے لئے بیجاپور روانہ کیا تھا 147 ۔

نیکنام خان کا اصلی نام مرزا رضا قلی بیگ ھے 148 ۔ مورخ خافی خان کا بیان ھے کہ وہ ایران کا باشندہ اور شاہ عباس ثانی (سنہ ۱۰۵۲ھ ۔ سنہ ۱۰۵۷ھ) کے امرأے دربار سے تھا ۔ ایك روز شاہ عباس نے شراب خواری کی حالت میں اپنی پرستار خاص نیکنام خان کو بخش دی اور نشہ کے غلبہ میں اسکو نیکنام خان کے مکان بہیجدیا ۔ لیکن نشہ فرو ھونے کے بعد بادشاہ کے غضب اور ظنِ بد سے بچنے کے لئے نیکنام خان کو خصی ھونے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا ۔ پس اس نے اپنے هاتھہ سے یہ مصیبت برداشت کی ۔ اور جب بادشاہ کو نیکنام خان کے مقطوع الذکر ھوجانے کا حال معلوم ھوا تو جان بخشی کردی ۔ اس کے بعد نیك نام خان نے ایران کی سکونت چھوڑدی اور دکن میں آکر قطب شاہ کا مقرب خاص اور دربار کا صاحب اختیار امیر بن گیا 149 ۔

سلطان عبداللہ قطبشاہ کی وفات سے تئیس روز قبل ۱۰ ۔ ذی الحجہ سنہ ۱۰۸۲ھ کو نیکنام خان کا انتقال ھوا ھے ۔ مسٹر وھیلر نے بھی اس کے انتقال کی یہی تاریخ بیان کی ھے ۔

نیکنام خان کی نعش بادشاہ کے حکم سے لنگر فیض اثر کے شاھی گورستان مین مدفون ھوئی ھے ۔ قبر آس چبوترہ پر بنائی گئی ھے جس پر سلطان ابراھیم قطبشاہ اور شاھزادہ مرزا محمد امین کے گنبد ھیں ۔ قبر کے سرھانے سنگ سیاہ کے ایك لوح پر سلطان ابوالحسن تانا شاہ کا فرمان کندہ ھے ۔ جسکے ذریعہ قبر کے خدام وحفاظ اور لنگر و روشنائی کے اخراجات کیلئے موضع منگلوارم دواماً وقف کیا گیا ھے ۔ فرمان کی عین عبارت یہ ھے 150 ۔

---

147 ۔ بساتین السلاطین ۔ بستان ھفتم ص ۴۱۲ ۔ منتخب اللباب ۔ جلد دوم ص ۱۹۴ و ص ۱۹۵ خافی خان نے نیکنام خان کے ھمراھی لشکر کی تعداد چھہ ھزار سوار اور پچیس ھزار پیدل بیان کی ھے ۔

148 ۔ دیباچہ گنج نامہ

149 ۔ منتخب اللباب جلد دوم ص ۱۹۴ و ص ۱۹۵

150 ۔ Land marks of the Deccan P 176.

> فرمان جهان مطاع عنایت عنوان و حکم آفتاب شعاع مرحمت بنیان از دیوان همیون مشحون شرف صدور یافت که مقدمان و کارکرنیان و رعایاے منگاوارم من اعمال سمط جنواره عرف حسن آباد بالطاف شاهانه امیدوار بوده بدانند از راه عنایات خسروانه که شامل حال کافه فدویان ست از ابتدائی شهور سنه اربع و سبعین و الف حاصل موضع مذکور را وقف لنگر و روشنائی و خادمان و حفاظ مزار غفران پناه موصی الیه مقرر و معین دانسته بلا عذر جاری دارند درین باب تاکید تمام و قدغن مالا کلام شناسند و اگر کسے از مضمون فرمان قضا جریان تخلف ورزد بلعنت خدا و نفرین رسول الله گرفتار خواهد۔ فمن بدله بعد ما سمعه فانما اثمه علی الذین یبدلونه ان الله سمیع علیم ۔ تحریر دوازدهم شهر جمیدی الثانی سنه ۱۰۸۴ ه ۔ وفات غفران پناه نیکنام خان دهم ذی حجه سنه ۱۰۸۲ ۔ کتبه کلب علی بن محمد صادق عفا عنه

مرزا ابراهیم زبیری نے نیکنام خان کی شجاعت وبسالت اوراصابت ودرایت کی بڑی تعریف کی اور اسکو قطب شاهی دربار کے ممتاز اقران اور سرآمد اعیان امراء مین شمار کیا هے [151] نیکنام خان صاحب فضل و کمال امیر تها۔ اسکو علم و فن سے بڑی دلچسپی تهی۔ گولکنڈه کے اکثر علماء اسکے متوسل تهے۔ علی بن طیفور بسطامی کوجو فارسی زبان کا بلند پایه مصنف هے ایران سے اپنے همراه لایا تها۔

علی بن طیفور مکه معظمه میں پیدا هوا۔ بلاد عجم میں نشوونما پایا۔ اس کا باپ طیفور بن محمد [152] بسطام کا رهنے والا اور تفسیر و حدیث کا جید عالم تها۔ اس نے پندونصیحت کی حدیثون کا ایك مجموعه مرتب کیا هے اور اس میں وه احادیث منتخب کئے هین جوشیخ الصدوق ابی جعفر محمد بن محمد بن بابویه القمی المتوفی سنه ۳۸۱ھ کی تصنیفات کتاب العلل [153] ۔ کتاب الخصال [154] اور کتاب العیون [155] میں مذکور هیں۔ ۲۴ رمضان سنه ۱۰۶۱ ھ کو اسکے جمع و ترتیب سے فراغت حاصل کی هے۔ صاحب کشف الحجب نے مجموعه طیفور بن محمد البسطامی کے نام سے اس کا تذکره کیا هے [156] ۔

---

151 - بساتین السلاطین ص ۳۱۲

152 - نجوم السماء ص ۹۴ بحواله شذورالعقیان

153 - کشف الحجب والاستار نمبر ۲۱۲۹

154 - کشف الحجب نمبر ۱۰۵۰

155 - کشف الحجب نمبر ۲۱۲۹

156 - کشف الحجب نمبر ۲۰۵۳

علی بن طیفور بسطامی، شیخ رضی الدین محمد الحسینی التفرشی کا شاگرد تھا۔ اس نے مختلف فنون میں متعدد کتابیں لکھی ھیں منجملہ ان کے نو کتابوں کے مخطوطے اس وقت دنیا کے مختلف کتاب خانون میں محفوظ ھیں۔

(۱) تحفہ ملکی [157] شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن بابویہ القمی المتوفی سنہ ۳۸۱ھ کی کتاب عیون اخبار الرضا [158] کا ترجمہ ھے۔ والی جرجان فخر الدولہ بویہ کے وزیر صاحب بن عباد ابوالقاسم اسمعیل بن عباد الطالقانی المتوفی سنہ ۳۸۵ھ [159] نے امام ھشتم حضرت علی رضا بن امام موسی کاظم علیہم السلام کی مدح میں دو قصیدے انشاء کئے تھے۔ جب یہ قصیدے شیخ صدوق نے دیکھے اور آن سے اس وزیر عالی مقام کے خلوص عقیدت اور پاکئی طینت کا اظہار ھوا تو آنہون نے آسکے کتاب خانہ کے لئے عیون اخبار الرضاء تالیف کی اور آس کے مطالب ایکھتر ابواب مین بیان کئے اور مقدمہ میں وزیر صاحب بن عباد کے دونون قصیدون کو نقل کیا۔ علی بن طیفور نے سلطان عبد اللہ کے تئیسوین سال جلوس مین جو سنہ ۱۰۵۸ھ کے مساوی ھے یہ ترجمہ تمام کیا اور جملہ مطالب ایکسو اڑتالیس ابواب میں تقسیم کئے۔ اور حسب ذیل ابیات سے اسکی ابتدا کی۔

چون کلک سخن گوئی با مداد مداد　　در گلشن اخبار زبان باز کشاد

بر طبق حدیث کل امر ذی بال　　از حمد الٰھی سخن آغاز نہاد

(۲) تحفہ قطب شاھی [160] علی بن طیفور نے یہ کتاب سلطان عبداللہ قطب شاہ کی فرمایش سے گلستان شیخ سعدی کے طرز پر لکھی ھے۔ اور اس مین سلاطین و خواقین کا دستور العمل بیان کیا ھے۔ اسکے مضامین ایک مقدمہ، آٹھہ ابواب اور ایک خاتمہ پر منقسم ھیں۔

157۔ کشف الحجب و الاستار ۔ نمبر ۵٦۰ — فہرست کتب خانہ آصفیہ جلد سوم ص ۲۰۰۔

Abdul Muqtadir Persian MSS Oriental Library Bankipore, vol. vi. No.507

Ivanow, Persian Mss. , A. S. B. No 1108, ایوانو نے غلطی سے سلطان عبد اللہ قطب شاہ کا سال جلوس سنہ ۱۰۲۰ بتا کر تحفہ ملکی کا سال ترجمہ سنہ ۱۰۴۳ھ قرار دیا اور اسکو سلطان عبد اللہ کے تیسوین سال جلوس کا معادل بتایا ھے۔

158- *Brockelmann*, vol. I. p. 187.

159۔ وفیات الاعیان طبع طہران ۔ جلد اول ص ۵۳

160- *Sachau & Ethe* Persian Mss Bodleian Library No 1471

مقدمه	درمیان احتیاج بوجود سلاطین و خواقین کامگار۔
باب اول	در نصفت و عدالت۔
باب دوم	در بخشش و سخاوت۔
باب سوم	در تدبیر و مشاورت با ارباب کیاست۔
باب چهارم	در شجاعت۔
باب پنجم	در حلم و عفو۔
باب ششم	در سیاست۔
باب هفتم	در شفقت و مرحمت۔
باب هشتم	در نصایح و نکات متفرقه۔
خاتمه	در سخنان سلاطین عالی مقدار و وصایای حکمائے نامدار۔

اس کتاب کا واحد مخطوطہ اکسفورڈ کی بوڈلین لائبریری میں نمبر 1471 پر موجود ھے۔ اور اسکی ابتداء حسب ذیل بیت سے ہوئی ھے۔

دیباچه دیوان چو نگارد سخن آرا بایدکه کند بر سرآن حمد تو انشاء

(۳) شرح عوامل 161 امام ابی بکر عبدالقاهر بن عبدالرحمن الجرجانی المتوفی سنه ۴۷۱ ھ کی کتاب العوامل المأته 162 کی شرح ھے۔ اس میں علی بن طیفور نے اپنے استاد شیخ رضی الدین محمد الحسینی کے افادات جمع کئے ھیں۔ اس کا واحد مخطوطه کتاب خانه آصفیه میں فن نحو کے نمبر ۱۶۰ پر موجود ھے۔

(۴) ترجمه مکارم الاخلاق 163 فاضل محدث رضی الدین ابی نصر حسن بن فضل الطبرسی فرزند امین الدین ابو علی فضل بن حسن الطبرسی صاحب تفسیر مجمع البیان کی کتاب مکارم الاخلاق کا ترجمه ھے۔ علی بن طیفور نے امیر علی شیر بن عبدالله بن عبدالکریم مازندرانی کی فرمایش سے سنه ۱۰۶۵ ھ میں یه ترجمه تمام کیا ھے اور ابیات ذیل سے اسکی ابتداء کی ھے۔

161۔ فہرست کتب خانه آصفیه جلد دوم ص ۱۶۶۴

162۔ بروکلمن۔ جلد اول ص ۲۸۷۔

163۔ محبوب الالباب ص ۱۰۵

Abdul Muqtadit Persian Mss, Oriental library Bankipure, vol, xiv No, 1220 p, 69,

اے نام تو عنوان کتاب اخلاق وصف تو کتابۂ اوراق نه طاق
هر نسخه که حمدت نشود تاج سرش شیرازه زهم بریزد اوراق

(٥) انوار التحقیق [164] اس کتاب میں علی بن طیفور نے شیخ الاسلام پیر هرات ابو اسمعیل عبدالله بن محمد الهروی [165] المتوفی سنه ۴۸۱ھ کے مقامات کو نیکنام خان کی فرمایش سے منتخب کیا ہے اور اسکی ابتداء حسب ذیل ابیات سے هوئی ہے -

اے نام تو آرایش عنوان کلام وے یاد تو آرامش هر بے آرام
در حیز امکان و تصور هرگز بے نام تو آغاز نگیرد انجام

اس کتاب کا ایك مخطوط کتاب خانه آصفیه میں فن مواعظ کے نمبر ۳۱ پر محفوظ ہے اور فہرست میں اس کا نام غلطی سے مقالات علی بن طیفور لکھدیا گیا ہے -

(٦) گنج نامه درحل لغات شاهنامه [166] - اس میں شاهنامۂ فردوسی کے مشکل اور حل طلب الفاظ کی تشریح ہے - اس موضوع پر جس قدر کتابیں لکھی گئی هیں ان میں سب سے ضخیم اور بہتر کتاب ہے - علی بن طیفور نے نیکنام خان کی فرمایش سے تصنیف کیا ہے - اس کا ایك مخطوطه انڈیا آفس کے کتاب خانه میں ہے اس کے خاتمه سے ظاهر هوتا ہے که مصنف نے ۷ - جمادی الثانی سنه ۱۰۷۹ ھ کو اسکی تصنیف سے فراغت حاصل کی ہے - اور تاریخ اختتام سے چار مہینے سات یوم بعد ۱۴ شوال سنه ۱۰۷۹ ھ کو محمد ابراهیم بن رحمت الله الحسینی نے اسکی کتابت کی ہے - اس کا ایك مخطوط هم نے بهی دیکها ہے جو خود مصنف کے هاتهه کا تحریر کیا هوا ہے - اسکے اخیر میں ۴ - جمادی الثانی سنه ۱۰۶۹ ھ اسکی تاریخ اختتام لکھی هوئی ہے - ابتداء اسکی حسب ذیل ابیات سے هوئی ہے -

---

164 - فهرست کتب خانه آصفیه - جلد دوم ص ۱۵۹۸

165 - تذکرة الحفاظ - جلد ثالث ص ۳۶۰ - مراة الجنان - جلد ثالث ص ۲۳۳ شذرات الذهب - جلد ثالث ص ۳۶۵

166 - فرهنگ نظام - دیباچۂ جلد پنجم - ص کط - فهرست کتب خانه آصفیه جلد دوم ص ۱۲۵۶ *Ethe*, Persian MSS. India Office, No. 891, *Shaikh Abdul Kadir*, Arabic and Persian MSS. University of Bombay, P. 306,

بنام خداوند جان و خرد کزین برتر اندیشه در نگذرد
چو جان خرد راهی سنجد او در اندیشهٔ شخص کی گنجد او

(۷) رساله معصومیه در بیان احوال آخرویه [167] عالم برزخ اور حیات بعد الموت کے بیان میں ھے - اشیاٹك سوسائٹی آف بنگال کے کتاب خانہ میں اس کا ایك مخطوطه نمبر 1115 — Ob. 10 پر موجود ھے - اور سنه ۱۰۸۹ ھ میں اسکی کتابت ھوئی ھے -

(۸) تحفة الغرائب [168] - اس میں علی بن طیفور نے روح ، نفس اور عقل کی حقیقت بیان کی ھے - اسکا مخطوط برلن میں محفوظ ھے -

(۹) حدایق السلاطین [169] - سلاطین قطب شاھیہ کی تاریخ اور قطب شاھی دربار کے امرا کا تذکرہ ھے - سلطان ابوالحسن تانا شاہ کی تخت نشینی کے نو سال بعد سنه ۱۰۹۲ ھ میں علی بن طیفور نے اس کو تالیف کیا ھے اور اس کا مخطوط نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں موجود ھے -

سلطان عبداللہ قطبشاہ کے دربار میں مشرق و مغرب کے بہت سے لایق و فایق طبیب جمع تھے - منجمله ان کے بعض شاھی طبیبوں کے نام یه ھیں - حکیم جبرئیل - سرجن پیٹروی لان ، حکیم اسمعیل گیلانی - حکیم عبدالجبار گیلانی حکیم نظام الدین احمد گیلانی وغیرہ -

حکیم جبرئیل Gabriel آرمینیہ کا باشندہ اور نسطوری مذھب کا پابند تھا - سنه ۱۰۵۹ میں اس نے وفات پائی ھے - گولکنڈہ سے قریب قصبه حکیم پیٹھ میں اسکی قبر اس وقت بھی موجود ھے - جسپر « الحکم لله سنه ۱۰۵۹ » کندہ ھے -

سرجن پیٹردی لان Peter de Lan ھالینڈ کا باشندہ تھا - ولندیزی سفیر مسٹر چیٹر Mr. Cheteur کے ھمراہ بٹاویہ سے گولکنڈہ آیا - بادشاہ نے بڑی

---

167 - *Ivanow*, Persian MSS. A. S. B. P. 536.

168 - *Pertsch*, Persischen Handschriften, Bibliothek zu Berlin, 14—58c.

169 - سیرة المحمود - طبع قدیم - ص ٦٩ - تاریخ گولکنڈہ ص ٢٥٢ -

خواهش سے اسکو اپنے دربار مین ملازم رکھه لیا - آٹهه سو هون ماهانه اسکی تنخواه مقرر کی - بادشاہ کو همیشه درد سر کی شکایت رها کرتی تهی - اطباء کے مشورے سے دی لان نے زبان کے نیچے چار جگه فصد لی اور بیس توله خون نکالا جسکے باعث بادشاہ کا مرض جا تا رها اور اسکو دربار میں بے حد رسوخ حاصل هوگیا اور فصد و جراحت کے مواقع پر اسی سے کام لیا جانے لگا - مشهور فرانسیسی سیاح ٹیورنیر Tavernier جوهری جب گولکنڈه آیا تها تو اسی کے یہاں مقیم هوا اور اسی کی سفارش سے مرزا نظام الدین سید احمد نے ٹیورنیر کے جواهرات بادشاہ کے ملاحظه مین پیش کئے - 170

حکیم اسمعیل دربار کے اعیان و امراء کا علاج کیا کرتا تها - سنه ۱۰۴۰ھ میں جب شریف الملك ملا محمد تقی تفرشی سرخیل شاهی افراط اکل و بد هضمی سے مرض هیضه مین مبتلا هوا تو بادشاہ کے حکم سے حکیم اسمعیل اس کے معالجه پر مامور هوا تها - 171

حکیم عبدالجبار کو بادشاہ نے دارالانشاء کا صدر مقرر کیا تها - اور اسکی پروانگی سے بادشاہ کے فرامین جاری هوا کرتے تهے علاوه اس کے ماه محرم کی مجالس عزا میں جناب شید الشهدا کے مصائب بیان کرنے کی خدمت بهی اسی کے تفویض کی تهی -

سلطان عبدالله نے حکیم نظام الدین احمد کو حکیم الملك کا خطاب دیا تها - اور چهه هزار هون اس کی تنخواه مقرر کی تهی - حکیم الملك علوم منقول و معقول کا جید عالم شیخ بهاءالدین محمد بن حسین العاملی المتوفی سنه ۱۰۳۱ اور فیلسوف عجم شمس الدین محمد باقر داماد المتوفی سنه ۱۰۴۰ھ کا شاگرد تها - اس نے ۱۴ شعبان سنه ۱۰۲۳ھ کو میر باقر داماد سے علوم حکمت و فلسفه کے تکمیل کی سند حاصل کی - اس کے بعد هندوستان آیا - شاہ جهان بادشاہ کے سپه سالار نواب مهابت خان خانان 172 سے توسل پیدا کیا - مهابت خان اگرچه عالم نه تها - لیکن ایرانی علماء کی صحبت کا

---

170 - سلسلۂ آصیه - جلد اول ص ۱۹

171 - حدیقه قطب شاهی حصه اول ص ۸۷

172 - مهابت خان کا مفصل تذکره ماثر الامراء جلد سوم میں صفحه ۳۸۵ سے صفحه ۴۰۹ تك درج هے -

دلدادہ تھا - اس نے حکیم الملك کی بڑی قدر کی اور ندیم خاص بنا کر سفر و حضر مین ھمیشه اپنے ساتھه رکھا - حکیم الملك نے چھه سات سال مھابت خان کی مصاحبت مین گزارے - سنه ۱۰۴۴ ھ مین دکن مین پرینڈے کے قریب مھابت خان کا انتقال ھوگیا تو حکیم الملك ایران کو جانے کے ارادے سے مچھلی بندر آیا - لیکن جھاز کے انتظار مین چند روز ٹھرنا پڑا - اس اثنا مین سلطان عبدالله نے حکیم الملك کو اپنے دربار مین طلب کیا - جسکی وجه سے اس نے واپسی وطن کا اراده ترك کردیا اور سنه ۱۰۴۴ھ کے اواخر ایام مین مچھلی بندر سے حیدرآباد چلا آیا[173] - اور طبیب شاھی کی حیثیت سے قطبشاھی دربار مین کم و بیش ستائیس سال بسر کئے - مغلیه دربار کے وقایع نویس نے گولکنڈہ کے روزنامچے مین غرہ محرم سنه ۱۰۷۱ ھ کو حکیم الملك کا تذکرہ کیا ھے جس سے ثابت ھوتا ھے که حکیم الملك سنه ۱۰۷۱ ھ کے اختتام تك زندہ اور قطب شاھی دربار مین موجود تھا[174] -

حکیم الملك نے ایك مرتبه سفارت ایران کے فرائص بھی انجام دئے تھے - سلطان عبدالله نے سنه ۱۰۵۴ ھ مین اسے سفیر بنا کر شاہ عباس ثانی (سنه ۱۰۵۲ ھ - سنه۱۰۷۷ھ) کے دربار مین بھیجا تھا - واپسی کے وقت گیلان کے راسته مین اس نے ایك پل تعمیر کرایا جو اس وقت بھی موجود ھے اور اسپر حسب ذیل کتبه لگا ھوا ھے -

بعھد شاہ عبدالله جم جاہ — سلیمان دکن آن شاہ بن شاہ
حکیم الملك آن خورشید دانش — که شد روشن ز رویش چشم بینش
برخ چون داشت آثار نجابت — مشرف شد به تشریف حجابت
روان شد سوی ایران آن وفا کیش — سعادت در پئے و اقبال در پیش
شد آن عالی جناب از حکم اشرف — بپا بوس شۂ ایران مشرف
ز معمار کفش نزدیك و از دور — بسا دھھا ئے ویران گشت معمور
بعھد دولت عباس ثانی — چراغ محفل صاحب قرانی
پئے فرمود آن دریائے احسان — ز روئے مکرمت در راہ گیلان
شد این مصرع بتاریخش مناسب — پل خیر حکیم الملك حاجب
(سنه ۱۰۵۵ ھ)

---

173 - دیباچه تلخیص فصول بقراط

174 - نمونۂ دستاویزات دفتر دیوانی ص ۲۰۳

سنه ۱۰۶۶ ھ میں سلطان عبد اللہ میرزا محمد سعید میر جملہ سے بدظن ہوگیا اور اس کے فرزند میرزا محمد امین کو محبوس اور مال و اسباب کو ضبط کرلیا۔ میر جملہ کی حمایت میں اورنگ زیب عالم گیر کے فرزند شاہزادہ سلطان محمد نے گولکنڈہ پر یورش کی اور جب شہر حیدرآباد پر قابض و متصرف ہوگیا تو سلطان عبداللہ کی جانب سے مصالحت کے لئیے حکیم الملک شاہزادہ کی خدمت میں آیا۔ زر و جواہر کے دو صندوقچے، دو ہاتھی با ساز نقرہ اور چار گھوڑے طلائی زین و قلغی کے ساتھہ شاہزادے کو نذر دئے۔ مال و اسباب کے واگذاشت اور مرزا محمد امین کی رہائی پر طرفین میں صلح ہوگئی۔ اور جب تک مال و اسباب اورمرزا محمد امین مغلیہ لشکر میں نہین آیا شاہزادے نے حکیم الملک کو اپنے یہان نظر بند رکھا 175۔

گولکنڈہ سے جانب شمال لنگر فیض اثر کے قریب حکیم الملک نے ایک قصبہ بسایا جو اس وقت حکیم پیٹھ کے نام سے مشہور ھے۔ اسکے متصل ایک پہاڑی ھے۔ حکیم الملک نے اوس کا نام 'جبل النور' رکھا اور اس پر مسجد و خانقاہ اور بقعہ تعمیر کرائے۔ سنہ ۱۰۶۳ ھ مین انکی تعمیر شروع ہوئی اور ایک سال کے بعد سنہ ۱۰۶۴ ھ میں یہ عمارات تکمیل کو پہونچے۔ قاضی زادے نے ان تعمیرات کا جو قطعہ تاریخ لکھا ھے اس کے چار مصرعون سے آغاز و انجام کی چار تاریخیں بر آمد ہوتی ہین۔

عمدۃ السلطنۃ حکیم الملک — نام نیک تو در جہان مشہور
این فلاطون حکیم عیسی دم — خواست تعمیر معبد بر طور
برد شہ را چو بر سر آن کوہ — قدم شاہ کرد ھمسر طور
شد چو از یمن شاہ عبداللہ — بیك انظر الی الجبل پر نور
جبل نور تسمیہ گردد — بر سرش بست مسجد معمور
بہر تاریخ خواند ہاتف نظم — آیۃ باسہ مصرع مسطور
جبل نور و مسجدات با نور — ھمچو بیت المقدس و معمور
لو فعلتم لربکم معبد — فاعلو کان سعیکم مشکور

175 - عمل صالح - جلد سوم - ص ۳۲۴

ان عمارات کے شکستہ آثار اس وقت بھی موجود ھین ۔ خانقاہ کی دیوار پر خواجہ حافظ شیراز کی یہ غزل خوش خط لکھی ہوئی ھے ۔

چه گویمت که بمیخانه دوش مست وخراب — سروش عالم غیبم چه مژدها داد است
که ای بلند نظر شاهباز سدره نشین — نشیمن تو نه این کنج محنت آباد است
ترا ز کنگرهٔ عرش می زنند صفیر — ندانمت که درین خاك دان چه افتاد است
نصیحتی کنمت یاد گیر و در عمل آر — که این حدیث ز پیر طریقتم یاد است
مجو درستی عهد از جهان سست نهاد — که این عجوزه عروس هزار داماد است

حکیم الملك نے بعض مشہور مصنفون کی مستند کتابون کے انتخاب کئے ھین اور مختلف علوم و فنون مین سو سے زیادہ رسالے لکھے ھین ۔ منجملہ آن کے چند خاص خاص منتخبات اور رسایل کے نام یہ ھین ۔

۱۔ تلخیص معالجات حکیم بقراط ۔ رکن الدولہ بویہ (سنہ ۳۲۰ ھ سنہ ۳٦۵ ھ) کے طبیب خاص ابی الحسن احمد بن محمد الطبری المتوفی سنہ ۳٦۰ [176] نے حکیم بقراط کے معالجات کئی جلدون مین مرتب و مدون کئے ھین ۔ حکیم الملك نے قطبشاھی دربار مین آنے سے پہلے اس کتاب کی تلخیص کی جو نواب مہابت جنگ خانخانان کے محاصرہ دولت آباد [177] مین جل کر برباد ہوگئی ۔ اس کے بعد حکیم الملك نے حیدرآباد آکر سلطان عبداللہ قطبشاہ کے حکم سے سنہ ۱۰۴۵ ھ مین اس تلخیص کو از سرنو مرتب کیا اور سنہ ۱۰۵۵ ھ مین اس پر بعض ضروری فواید اضافہ کئے ۔

۲۔ تلخیص برء الساعہ [178] تصنیف ابو بکر محمد بن زکریا الرازی المتوفی سنہ ۳۲۰ ھ ۔

۳۔ تلخیص ربیع الابرار [179] تصنیف ابوالقاسم محمود بن عمر الزمخشری المتوفی سنہ ۵۳۸ ھ ۔

Brockelmann, vol. †. p. 237 - 176

177 - ۱۹ ۔ ذی الحجہ سنہ ۱۰۴۲ ھ کو مہابت خان نے قلعہ دولت آباد کا محاصرہ کیا اور تین مہینے کے بعد قلعہ فتح ہوگیا ۔ ماثر الامرا ۔ جلد سوم ص ۴۰۳

Brockelmann, vol. I. p. 234. ix. - 178

Brockelmann, vol. I. p. 292 - xvi. - 179

۴- تلخیص درة الغواص فی اوهام الخواص [180] تصنیف ابو محمد القاسم بن علی بن محمد الحریری المتوفی سنه ۵۱۵ ھ -

۵- تلخیص الرسالة النیروزیه [181] تصنیف شیخ الرئیس ابو علی الحسین بن عبداللہ بن سینا المتوفی سنه ۴۲۸ ھ -

۶- تلخیص اختیارات بدیعی فی ادویة المفرده [182] تصنیف شیخ زین الدین علی بن حسین الانصاری المعروف بحاجی زین العطار -

۷- خلاصة التذکره فی الطب و التجربه - اس میں معالجات غریبه کو بیان کیا ھے - اور اس کا واحد مخطوط بانکی پور کے کتب خانه مشرقیه میں موجود ھے [183] -

۸- مقامات نظامی

۹- عجائب الانوار - یه رساله آلهیات میں ھے -

۱۰- اسرار الخفیه

۱۱- سپهر دانش - یه رساله علوم غریبه خمسه محتجبه یعنے کیمیا - لیمیا - سیمیا ریمیا - هیمیا کے بیان میں ھے -

۱۲- رساله دربیان عرض و جوهر

۱۳- رساله دربیان موضوعات و اقسام علوم - یه رساله نواب مهابت خان خانخانان کے لیے لکھا گیا ھے -

۱۵- رساله دربیان ادویه دافع السموم یه رساله سلطان عبداللہ قطب شاہ کے حکم سے تصنیف هوا ھے -

---

180 - Brockelmann, vol. I, p. 277 - vi.

181 - Brockelmann, vol. I. p. 454 - xvii.
Rieu, Persian MSS, B. M. vol. II. p. 469.

182 - Rieu, Persian MSS. B. M., Vol. II. p. 469.

183 - مفتاح کنوز الخفیه ، جلد اول ص ۲۴۷ - نمبر ۲۱۰۵ -

۱٦- رساله دربیان سبب اختلاف مذاهب

۱۷- رساله دربیان قضا و قدر

۱۸- رساله دربیان ادعیه ماثوره

۱۹- رساله دربیان حقیقت هرمان ونسر۔ اس میں مصر کے قدیم عمارات الاهرام اور ابو الهول کی حقیقت بیان کی ھے۔

۲۰- رساله دربیان تاریخ ملوك العجم علے طریق الاجمال۔

۲۱- رساله در بیان احوال شیخ الرئیس ابو علی الحسین بن عبدالله بن سینا المتوفی سنه ۴۲۸ ھ۔ اس میں شیخ الرئیس کے ایکسو چوبیس تصنیفات کی فہرست بھی درج ھے۔

حکیم الملك نے اس کے علاوہ شیخ الرئیس کے مشہور تصنیفات 'قانون' اور 'اشارات' کے فنون اور مضامین و مطالب کی فہرستیں بھی مرتب کی ھیں جو اسکے مجموعه رسائل میں موجود ھیں۔

حکیم الملك نے مختلف اوقات میں رسائل کے دو مجموعے مرتب کئے ھیں۔ ان میں سے پہلا مجموعه پچیس رسالوں پر مشتمل ھے اور اس کا ایك مخطوطه 'مجموعه حکیم الملك مرزا نظام الدین احمد گیلانی' کے نام سے کتب خانه آصفیه میں فن طب یونانی کے نمبر ۳۰٦ پر موجود ھے۔ دوسرے مجموعه میں طب، فلسفه، منطق، کلام، حدیث، فقه، ادب اور دیگر فنون متنوعه کے ایکسو دو رسالے ھیں۔ اسکو حکیم الملك نے سنه ۱۰۰۵ ھ میں جمع کیا۔ سلطان عبد الله قطب شاہ کے نام پر عربی زبان میں خطبه لکھا۔ اور 'شجرۂ دانش' نام رکھا۔ ملا محمود بن حاجی محمد لاری سے اسکی کتابت کرائی۔ اس کا واحد مخطوطه جو دنیا کے نوادرات سے ھے کتب خانه آصفیه کے فن مجامیع میں نمبر ۳۹ پر محفوظ ھے۔ اور اسکی مفصل کیفیت فہرست مشروح کتب نفیسه قلمیه مخزونه کتب خانه آصفیه جلد دوم میں صفحه ۲۷۴ سے صفحه ۲۷۹ تك درج ھے۔

سلطان عبداللہ قطبشاہ کے عہد میں گولکنڈہ میں فارسی زبان کے تین فرہنگ نویس موجود تھے - ایک علی بن طیفور بسطامی مصنف فرہنگ شاہنامہ، دوسرا برہان تبریزی مصنف برہان قاطع - تیسرا محمد علی جبل رودی مصنف جامع التمثیل - علی بن طیفور کا تذکرہ اوپر گزر چکا ھے - برہان تبریزی نے تدوین لغت میں لافانی شہرت حاصل کی ھے - اس کا باپ محمد حسین تبریز کا باشندہ تھا - اور خود برھان کی ولادت بھی تبریز میں ھوئی تھی - برھان گولکنڈہ میں آکر سلطان عبداللہ کے دربار میں باریاب ھوا - اور مدت تک علامہ شمس الدین محمد بن خاتون کے ندیموں میں شامل رھا - علامہ ابن خاتون نے شیخ بہاءالدین محمد بن حسین العاملی کی کتاب 'جامع عباسی' پر مبسوط حواشی لکھے تھے - تبریزی نے مصنف کے استصواب سے ان حواشی کو کتابی صورت میں بطور شرح مدون کیا [184] ۲۰ - ربیع الثانی سنہ ۱۰۵۴ ھ کو اسکی تدوین و ترتیب سے فراغت حاصل کی اور اسے شرح جامع عباسی کے نام سے موسوم کیا - اس کا ایک خوش مخطوطہ جو ۱۲ - ربیع الاول سنہ ۱۱۱۲ ھ کو مکتوب ھوا ھے کتاب خانہ آصفیہ میں موجود ھے [85] -

سلطان عبداللہ کے اونتیسویں سال جلوس میں برھان نے فارسی زبان کا ایک مبسوط و مکمل فرہنگ مرتب کیا اور اوس کا نام 'برھان قاطع' [186] رکھا - اسکے اختتام کی حسب ذیل تاریخ منظوم کی - جس سے سنہ ۱۰۶۲ ھ برآمد ھوتے ھیں -

چو برھان از رہ توفیق یزدان — مر این مجموعہ را گردید جامع
پئے تاریخ اتمامش قضا گفت — کتاب نافع برھان قاطع

(سنہ ۱۰۶۲ ھ)

---

184 - کشف الحجب و الاستار ص ۱۴۳ نمبر ۸۶۱ -

185 - فہرست کتب خانہ آصفیہ، جلد چہارم، ص ۴۸۰ -

186 - *Blochmann*, Persian Lexicography, J. A. S. B. vol. xxxvii, pp. 18-20. *Rieu*, Persian MSS. B. M. vol. ii. p. 500. *Ethe*, Persian MSS. India office Library, Nos. 2495-2503. *Btochet*, Persian MSS. Bibliotheque Nationale, vol. ii. Nos. 999-1003. *Ivanow*, Persian MSS. A. S. B. Nos. 1426-1430.

ابتداء اس کی حسب ذیل قطعه سے ہوئی ہے :۔

ای راه نما بهر زبان در افواه   از نام تو برد ند زبانها بتو راه
یزدان وکرسطوس چو تنگری واله   لاحول ولا قوة الا بالله

برهان نے اس میں فارسی، عربی، سریانی، یونانی، لاطینی اور ژند و پاژند کے وہ تمام الفاظ جمع کئے ہیں جو ادب فارسی کی کتب متداوله میں استعمال ہوئے ہیں ۔ اور آنکے فراہم کرنے میں کتب ذیل سے استفادہ کیا ہے ۔ (۱) فرہنگ جہانگیری تالیف میر جمال الدین انجو (۲) مجمع الفرس تالیف محمد قاسم کاشانی (۳) سرمه سلیمانی تالیف تقی اوحدی (۴) صحاح الادویه تالیف حسین انصاری ۔

برهان قاطع اگرچه اغلاط سے مبرا نہیں ہے ۔ باوجود اِس کے نه صرف هندوستان بلکه ایران وروم میں بهی اسکو قبول عام حاصل هوا هے اسکو سب سے پہلے کپتان روبك Captain Roebuck نے مارکویس هسٹینگز Marques of Hastings کے زمانه میں متعدد علماء کی امداد سے تصحیح کر کے سنه ۱۲۳۴ھ میں کلکته میں چهپوایا ۔ اس کے بعد سنه ۱۲۳۸ ھ ۔ سنه ۱۲۵۰ ھ اور سنه ۱۲۵۲ ھ میں کلکته سے اس کے تین ایڈیشن شائع ہوئے ۔ ایرانیوں نے بمبئی میں اس کو کئی بار طبع کرایا هے ۔ منجمله آن کے دو ایڈیشن کتابت و طباعت کی نفاست و عمدگی کے لحاظ سے نہایت ممتاز هیں ۔ ان میں سے ایك ایڈیشن جس کی کتابت حمزه ماژندانی نے کی هے سنه ۱۲۴۸ ھ میں دو جلدوں میں شائع هوا هے ۔ دوسرا ایڈیشن جسکے کاتب کا نام مرزا احمد خرم کاشانی هے سنه ۱۲۵۹ھ میں طبع هوا هے ۔ لکهنو اور کانپور میں اسکے کم از کم چهه ایڈیشن طبع هوئے هیں ۔ ان میں سب سے قدیم لکهنو کے مطبع علوی کا نسخه هے جو سنه ۱۲۷۲ ھ میں شائع هوا هے ۔ اس کے بعد منشی نول کشور کے مطبع میں پہلی مرتبه سنه ۱۲۸۸ھ میں دوسری مرتبه سنه ۱۲۹۷ھ اور اور تیسری مرتبه سنه ۱۳۰۶ ھ میں اس کی طباعت هوئی هے ۔

سید احمد عاصمی نے جو انقره کے مکتب سلطانی کا معلم تها برهان قاطع کا ترکی زبان میں ترجمه کیا اور وتبیان نافع ترجمه برهان قاطع، اس کا نام رکها هے ۔ یه ترجمه نہایت اهتمام کے ساتهه نفیس ٹائیپ میں دورنگی روشنائی سے سلطان سلیم ثالث

(سنه ھ۱۲۰۳ - ۱۲۲۲ھ) کے عہد حکومت میں سنہ ۱۲۱۴ھ میں قسطنطنیہ کے مطبع عامرہ میں طبع ھوا ھے - اس میں لغات سرخی سے اور باقی عبارتیں سیاھی سے چھاپی گئی ھین - اس کے بعد مصر کے مطبع بولاق سے اس کے دو ایڈیشن سنہ ۱۲۵۱ھ اور سنہ ۱۲۶۸ھ میں شائع ھوئے ھین - پروفیسر ویولرس Prof. vullrs نے فارسی لاطینی کا جو فرھنگ مرتب کیا ھے اور جس کا نام Lexicon persico Latinum ھے - اس کی بنیاد اسی برھان قاطع پر رکھی گئی ھے -

محمد علی اصفہان کے مضافات میں قریہ جبل رود کا رھنے والا تھا - سلطان عبداللہ قطبشاہ کے اکیسویں سال جلوس میں سنہ ۱۰۵۴ھ میں گولکنڈہ آیا - علامہ محمد بن خاتون کے اھل مجلس میں شریک ھوگیا - اور علامہ ابن خاتون کی مجلس میں ذکر آیا کہ شاہ عباس صفوی نے ترکی زبان کے امثال جمع کرائے ھیں - لیکن فارسی زبان کے امثال اس وقت تک کسی نے جمع نہیں کئے ھین - یہ تذکرہ فارسی زبان کے امثال فراھم کرنے کا سبب ھوگیا اور علامہ ابن خاتون کی فرمایش سے محمد علی نے فارسی زبان کے وہ تمام امثال کتابی صورت مین جمع کئے جو زبان زد خاص و عام اور روزمرہ استعمال مین آتے تھے - محمد علی نے اس مجموعہ کا نام جامع التمثیل 187 رکھا اور اسکو حروف تہجی کے لحاظ سے اٹھائیس ابواب میں تقسیم کیا - امثال کی توضیح و تشریح کے لئے ان کے تلمیحات بھی بیان کئے - اس تقریب سے اس میں بہت سے تاریخی واقعات اور بکثرت قصص و حکایات کا تذکرہ آگیا ھے -

جیساکہ ریو Rieu اور ایتھے Ethe نے بیان کیا ھے - یہ کتاب عام طور پر جامع التمثیل کے نام سے مشہور ھے - لیکن بعض مخطوطوں مین جو مختلف کتب خانوں مین موجود ھین اسکے تین مختلف نام مذکور ھوئے ھین - برلن کے مخطوطے مین جامع التماثیل - رامپور کے مخطوطے مین عجائب الامثال - کتب خانہ آصفیہ کے مخطوطے مین مجمع الامثال - یہ کتاب سنہ ۱۲۷۸ھ مین طھران مین اور سنہ ۱۲۹۱ھ مین بمبئی مین چھپ گئی ھے -

---

187 - *Rieu*, Persian MSS. British Museum, vol. ii. p. 773. *Ethe*, Persian MSS. India Office Library, No. 2209. *Pertsch*, Persischen Handschriften, Bibliothek zu Berlin P. 325.

مرزا نظام الدین احمد بن عبداللہ الصاعدی ۔[188] شیراز کے باشندے اور علامہ ابن خاتون کے اهل مجلس سے تھے۔ انھوں نے سلطان عبداللہ قطبشاہ کے عہد حکومت کی ایك مبسوط تاریخ لکھی ھے جو عام طور پر 'حدیقه قطبشاهی' کہلاتی ھے لیکن اسکا صحیح نام 'حدیقة السلاطین' ھے۔ اسکی دو جلدیں ھیں۔ ان میں سے پہلی جلد کا آغاز سلطان عبداللہ کی ولادت سے ھوا ھے جو ۲۸ شوال سنه ۱۰۳۳ ھ کو واقع ھوئی ھے۔ اورجلوس کے سولھویں سال سنه ۱۰۵۰ ھ کے اخیر واقعات پر اس کا خاتمه ھوا ھے۔ دوسری جلد میں سترویں سال جلوس یعنے سنه ۱۰۵۱ ھ سے پینتیسویں سال جلوس یعنے سنه ۱۰۶۹ ھ تك انیس ساله دور حکومت کا تذکرہ ھے۔ پہلی جلد یورپ اور ھندوستان کے کتب خانوں میں موجود ھے۔ اور اس کے ابتدائی آٹھه ساله واقعات کو مولوی سید علی اصغر بلگرامی نے سنه ۱۳۵۰ ھ میں حیدرآباد میں چھپوایا ھے۔ دوسری جلد نہایت نایاب ھے۔ اس کا واحد مخطوطه کرنل میکنزی (Colin Mackenzie) کے ذخیرہ میں تھا۔ جس کا ذکر ڈاکٹر ولسن (H. H. Wilson) نے اپنی فہرست میں کیا ھے۔

سلطان عبداللہ قطبشاہ کے نام پر ایك عمومی تاریخ بھی لکھی گئی ھے جس کا نام 'گنجینه' ھے اس کے دیباچه میں نه تو مصنف کا نام ھے اور نه سن تصنیف کا ذکر ھے۔ لیکن ایك مقام پر سن جاریه کی حیثیت سے سنه ۱۰۷۸ ھ کا ذکر آیا ھے۔ اس سے قیاس ھوتا ھے که یه کتاب سلطان عبداللہ کے ترتالیسویں سال جلوس میں تمام ھوئی ھے۔ اس کی ترتیب ایك مقدمه اور بارہ خزانوں پر منقسم ھے۔

خزانه اول — ذکر آفرینش عالم و آدم۔

خزانه دوم — ذکر انبیاء علیهم السلام۔

خزانه سوم — ذکر سلاطین ایران و روم و عرب جو ظهور اسلام سے قبل گزرے ھیں۔

188- *Wilson*, Mackenzie Collection, vol. II. P. 125. *Rieu*, Persian British Museum, vol. I. P, 321. *Ethe*, Persian MSS, India Office.

خزانه چهارم	ذکر جناب سید المرسلین صلی الله و علیه و سلم و ائمه اثنی عشر علیهم السلام
خزانه پنجم	احوال خلفائے اسلام
خزانه ششم	ذکر سلاطین اسلام جو خلفائے عباسیه کے معاصر تھے
خزانه هفتم	ذکر چنگیز خاں و جانشینان چنگیز خان
خزانه هشتم	ذکر سلاطین ایران - جو چنگیز خاں کے عروج سے امیر تیمور کے عهد تك حکمراں رهے هیں
خزانه نهم	ذکر امیر تیمور و جانشینان امیر تیمور - شاه جهاں بادشاه کے جلوس تك
خزانه دهم	ذکر شاهاں ترکمان و اوزبك
خزانه یازدهم	ذکر سلاطین صفویه - شاه صفی کے جلوس تك
خزانه دوازدهم	(۱) سلاطین بهمنیه - (۲) سلاطین نظام شاهیه - مرتضیٰ نظام شاه تك (۳) سلاطین عادل شاهیه - سلطان محمد عادل شاه تك (۴) سلاطین قطبشاهیه - سلطان عبدالله قطبشاه کے جلوس تك -

شیخ احمد المهدی جبل آمل کے باشندے تھے - انهوں نے سلطان عبدالله قطبشاه کیلئے شیخ بهاء الدین آملی کی کشکول 189 کا فارسی میں ترجمه کیا اور اس کے مشکل اور حل طلب مقامات کی شرح لکھی هے - روز جمعه غره شعبان سنه ۱۰۴۲ھ

189 - کشکول شیخ بهاء الدین آملی کی مشهور اور مقبول خاص و عام تالیف هے - اس میں شیخ نے فنون تفسیر و حدیث، حکمت و فلسفه - اور ادب و انشاء کے متعلق عربی و فارسی کی کتب معتبره کے اقتباس جمع کئے هیں - یه کتاب طهران میں دوبار سنه ۱۲۶۶ھ و سنه ۱۲۹۱ ھ میں اور مصر میں سات بار - بولاق میں سنه ۱۲۸۸ھ و سنه ۱۳۰۵ھ و سنه ۱۳۲۹ھ میں - مطبع میمنیه میں سنه ۱۳۰۲ھ و ۱۳۰۵ ھ میں، مطبع بهیه میں، سنه ۱۳۰۲ ھ میں مطبع محمودیه میں سنه ۱۳۱۸ ھ میں چھپی هے - کشکول میں شیخ بهاء الدین آملی کا ایك قصیده هے جس کا نام هے الوسیلة الفوز والامان فی مدح صاحب الزمان المهدی الموعود به آخرالزماں - شیخ احمد بن علی المنینی صاحب فتح الوهبی نے اس کی شرح لکھی هے جو مصر کے بعض مطبوعه نسخوں کیساتھه چھپ گئی هے -

کو شیخ احمد نے اس ترجمہ کی تنمیق و تبییض سے فراغت حاصل کی اور اس کا نام کچکول ترجمہ کشکول رکھا - اس کا ایك مخطوطه جو ۱۶ - ربیع الاول سنه ۱۱۰۱ ھ کو قلعه دھارور میں مکتوب ھوا ھے کتب خانه آصفیه میں فن محاضرات کے نمبر ۳۶۵ پر محفوظ ھے - اس کے علاوہ ڈاکٹر ایتھے (H. Ethe) نے ایك اور مخطوطه کا ذکر کیا ھے جو انڈیا آفس کے کتب خانه میں نمبر 2797 پر ھے اور اسکی کتابت ۴ - ربیع الاول سنه ۱۱۰۱ ھ کو ھوئی ھے -

النهدی کی نسبت نہد سے منسوب ھے جو یمن کے ایك مشہور قبیله کا نام ھے 190 - ڈاکٹر ایتھی نے اس نسبت کو شاهدی لکھا ھے لیکن یه صریحی غلطی ھے -

حاجی عبدالعلی طالقانی 191 سلطان عبداللہ قطبشاہ اور سلطان ابو الحسن تانا شاہ کے عہد حکومت میں ناظر الممالك کے منصب جلیله پر فائز تھا - اس نے اپنے ان منشات و مکتوبات کا ایك مجموعه مرتب کیا ھے جو سلطان عبداللہ اور امرائے گولکنڈه کی جانب سے سلاطین عالم، امرائے عظام اور شہزادگان والا تبار کے نام تحریر کئے تھے - اس مجموعه کی ابتداء میں جامع کا کوئی دیباچه نہیں ھے - تاھم مکتوبات کے جمع کرنے میں حسب ذیل ترتیب ملحوظ رکھی گئی ھے -

(۱) وہ مکاتیب جو سلطان عبداللہ کی جانب سے شاہ جہاں بادشاہ - شہزادہ دارا شکوہ - شہزادہ شجاع - اورنگ زیب عالمگیر اور عادل‌شاہ کے نام لکھے گئے تھے -

(۲) وہ مکاتیب جو مرزا نظام الدین احمد داماد سلطان عبداللہ - حکیم الملك مرزا نظام الدین احمد گیلانی - میر محمد سعید میر جمله اور دیگر امرائے دربار کی جانب سے تحریر ھوئے تھے -

(۳) وہ مکاتیب جو مصنف نے اپنے معاصرین کے نام تحریر کئے تھے -

---

190 - قاموس - طبع لکھنو سنه ۱۲۹۸ ھ - ربع اول صفحه ۲۱۳

191 - سرو آزاد صفحه ۸۸ - ڈاکٹر ریو نے عبد العلی کو بجائے طالقانی کے تبریزی لکھا ھے مخطوطات فارسی - برٹش میوزم - جلد اول صفحه ۳۹۸

(۴) وہ مکتوب جو سلطان ابوالحسن تانا شاہ نے اورنگ زیب عالم گیر کے نام لکھا تھا۔ اور اورنگ زیب عالم گیر کا وہ فرمان جو مکتوب مذکور الصدر کے جواب میں ابوالحسن تانا شاہ کو وصول ہوا تھا۔

(۵) مشہور نثر نگاروں کے لکھے ہوئے متفرق تحریرات کے نمونے۔

اس کتاب کا واحد مخطوطہ جو جمادی الثانی سنہ ۱۱۹۷ھ میں بمقام مچھلی پٹن مکتوب ہوا ہے برٹش میوزیم میں نمبر Add 6600 پر محفوظ ہے۔

ملا الفتی ولد ملا حسینی ساوجی [192]۔ سلطان عبداللہ قطب شاہ کے دربار کا ممتاز شاعر ہے۔ عراق کے مشہور شہر ساوہ کا باشندہ تھا۔ اس نے کم و بیش بیس سال گولکنڈہ میں بسر کئے ہیں۔ اور اس دوران میں ایک مرتبہ ایران جا کر سنہ ۱۰۵۲ھ میں ملا رضی کے همراہ واپس آیا [193]۔ اخیر عمر میں گولکنڈہ کو چھوڑ کر اصفہان کی سکونت اختیار کی۔ دارالشفاء قیصریہ کے جانب جنوب ایک قہوہ خانہ میں مرزا طاہر نصرآبادی سے اسکی ملاقات ہوئی تھی۔ اس کا انتقال اوس زمانہ میں ہوا ہے جبکہ مرزا طاہر اپنے مشہور تذکرہ کی تالیف میں مصروف تھا [194]۔ مرزا طاہر نے الفتی کا تذکرہ حسب ذیل الفاظ میں تحریر کیا ہے۔

---

192 - تذکرہ مرزا طاہر نصرآبادی - طبع طہران صفحہ ۳۲۶۔ محبوب الالباب۔صفحہ ۳۳۱۔روز روشن طبع بھوپال صفحہ ۶۹ *Browne*, Persian Mss. The Library of the University of Cambridge, pp. 271–2.

مولوی عبدالجبار ملکاپوری نے اپنے تذکرہ میں غلطی سے الفتی یزدی اور الفتی ساوجی کو شخص واحد سمجھکر دونوں کے حالات مخلوط کردئے ہیں الفتی یزدی ہمایوں (سنہ ۹۳۷ - سنہ ۹۶۳) و اکبر (سنہ ۹۶۳ - سنہ ۱۰۱۴ھ) کا معاصر اور الفتی ساوجی سے قریباً سو سال قبل گزرا ہے۔ خان زمان علی قلی خان کا ندیم خاص تھا۔ اور اس نے ایک بیت کے صلہ میں الفتی کو ہزار روپیے عطا کئے تھے۔ خان زمان کی بغاوت میں جو سنہ ۹۷۵ھ کا واقعہ ہے گرفتار ہوگیا تھا۔ اگرچہ قتل ہونے سے بچ گیا۔ لیکن اسی زمانے میں اجل نے اسکی زندگی ختم کردی۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔

الفتی یزدی در علوم ریاضی سلیقہ راست داشت۔ همراہ خان زمان بود و در آن فترات گرفتار شد اگرچہ از کشتن امان یافت اما اجلش امان نداد این مطلع از دست

تا گرد صفت دامن یاری نگرفتیم از پا نہ نشستیم و قراری نہ گرفتیم

خان زمان جائزہ این مطلع ہزار روپیہ داد۔ منتخب التواریخ طبع کلکتہ۔ جلد سوم صفحہ ۱۸۹

193 - حدیقہ قطبشاہی - وقایع سال سیزدہم

194 - مرزا طاہر نے دیباچہ میں اپنے تذکرہ کا سال تسوید سنہ ۱۰۸۳ھ بتایا ہے (تذکرہ مرزا طاہر صفحہ ۶) مولانا آزاد بلگرامی بیان کرتے ہیں کہ اس تذکرہ کی تالیف کا آغاز سنہ ۱۰۸۳ھ میں ہوا ہے (خزانہ عامرہ) ڈاکٹر ریو کا بیان ہے کہ یہ تذکرہ سنہ ۱۰۸۳ھ اور سنہ ۱۰۸۹ھ کے مابین تالیف ہوا ہے (مخطوطات فارسی - برٹش میوزیم جلد اول صفحہ ۳۶۸-)

الفتی ولد حسینی ساوجی ـ طبعش درکمال شوخی و نمك بود مدتها در هند بخدمت عبدالله قطب شاه بود رساله در علم عروض وقافیه باسم او تالیف نموده در اواخر عمر باصفهان آمده در قهوه خانه 195 جنب دار الشفاء قیصریه اصفهان باو ملاقات واقع شد شعر هموادی می گفت اما خود را به از انوری میدانست در آن اوقات فوت شد

ملا الفتی نے سلطان عبد الله قطبشاہ کے نام پر ایك کتاب فن شعر میں تصنیف کی ھے ـ اورفن شعر کے جمیع اصناف یعنی صنایع و بدایع اور عروض و قافیہ کو اسمیں بیان کیا ھے ـ اس کا نام ریاض الصنایع قطبشاھی ھے اورسنه ۱۰۴۸ ھ میں تمام ھوئی ھے ـ خاتمه کے حسب ذیل دو بیت سے اسکے اختتام کی تاریخ بر آمد ھوتی ھے ـ

ریاض الصنایع چو اتمام یافت　　بامداد توفیق پرور دگار
طلب کردم از کلك تاریخ او　　رقم زد چهل وهشت وسال هزار

اس کتاب کے مخطوطے کیمبرج یونیورسٹی ـ اورنٹیل لائبریری بانکے پور اور کتاب خانه آصفیه میں موجود ھیں ـ مزمل لائبریری علی گڑھ میں ایک نسخہ

میر محمد کاظم حسینی کریم تخلص 196 ـ عراق کے سادات کرام سے ھیں ـ شاہ جہان بادشاہ (سنه ۱۰۳۷ ھ ـ سنه ۱۰۶۸ ھ) کے عہد میں ھندوستان آئے ـ گولکنڈے میں وارد ھوکر سلطان عبدالله قطبشاہ کے مدح گستروں میں شامل ھوئے ـ امین الدوله عزیزالملك نواب علی ابراھیم خان خلیل نے سنه ۱۱۹۸ ھ میں خلاصة الکلام کے نام سے مثنوی گو شعراء کا ایك ضخیم تذکرہ لکھا ھے ـ اس میں مولانا کریم کی دس مثنویوں کا ذکر ھے جوعشرہ مبشرہ کے نام سے موسوم ھیں ـ منجمله ان کے پانچ مثنویوں کے منتخب اشعار بھی منقول ھیں 197 ـ

---

195 ـ قهوه خانه در عهد صفویه جایگاه اهل فضل و دانش و ادب و شعر و موسیقی بود و همه کس راه نداشته چنانچه شاه عباس هم بدانجا گاه گاه می رفته است ـ (تذکره مرزا طاهر صفحه ۲۶۰)

Sprenger, A. P. H., Mss. Libraries of the king of Oudh p. 456. - 196
— *Beale*, Oriental Biographical Dictionary p. 209. — *Rieu*, P. Mss. British, Museum. vol. ii. p. 683. —*Sachau* and *Ethe*, P. T. H. Mss. Bodleian Library. No. 1294—1295.

Bodleian Library, No. 390—61. خلاصة الکلام - 197

مولانا کریم کی بعض تصنیفات کا ایك مجموعه لکھنو کے شاھی کتب خانه مین تھا جو اس وقت برٹش میوزیم میں نمبر 305 or پر موجود ھے - اس میں اولاً چار هزار اسی رباعیاں ھیں - انکی ابتداء میں ایك نثر دیباچه ھے - جسکی ابتداء حسب ذیل رباعی سے ھوئی ھے -

هر مصرع دیباچه مستانهٔ من رمزی ست راز دل دیوانهٔ من
دیباچه کریم بر باعیات منم گنجی ست که باشد بویرانهٔ من

ثانیاً هزار بیت کا ایك قصیده ھے - اسکے نثر دیباچه کی ابتداء حسب ذیل بیت سے ھوئی ھے -

معلوم بود بصاحب استعداد کز جد بود این نیست زهزلش بنیاد

قصیده کا پهلا بیت یه ھے -

گنج باشد عدل و ظلم و بدعت مار آن ماررا چوں سربکوبی می بری گنج از میان

ثالثاً ایك نثر یادداشت ھے دس مثنویوں کے بارے میں جنکا مجموعه «عشره مبشره» کے نام سے موسوم ھے -

قصیده کا نام گنجنامه ھے اور سلطان عبدالله قطبشاه کے نام پر لکھا گیا ھے - اسمیں مولانا کریم نے حکمرانی کے طور و طریق - عدل و انصاف کی خوبیاں اور ظلم و بیداد کی برائیاں ناصحانه انداز میں بیان کی ھیں - اور اپنے بیان میں زور و قوت پیدا کرنے کیلئے نظامی، سعدی اور جامی کے اشعار نقل کئے ھیں - اس قصیدے سے ظاهر هوتا ھے که مولانا کریم سلطان عبدالله کے دربار میں سات سال گزارے - لیکن بادشاه نے انکی جانب توجه نهین کی اور نه بسر اوقات کیلئے معاش کا انتظام کیا - بادشاه کے عدم التفات سے مولانا کریم شکسته خاطر هوگئے اور گولکنڈه سے عراق میں جاکر بقیه عمر نجف اشرف میں گزارنے کا اراده کیا -

اس مجموعه کےعلاوه اکسفورڈ کی بوڈلین لائبریری میں مولانا کریم کی اور دوکتابیں ھیں جو رائٹ آنریبل سرگور اوسلی(Rt. Hon'ble Sir Gore Ouseley)

کے ذخیرے سے حاصل کی گئی ہیں۔ یہ دونوں کتابیں سلطان عبداللہ کے نام پر لکھی گئی ہیں تعجب ہے کہ مصنف نے ان کا کوئی خاص نام نہیں رکھا ہے اور نہ کاتبوں نے اپنے خاتموں میں ان کے کسی نام کی صراحت کی ہے۔

ان میں سے ایک کتاب کا پہلا نصف حصہ نظم میں اور دوسرا نصف نثر و نظم میں ہے یہ سنہ ۱۰۰۱ھ میں تصنیف ہوئی ہے۔ اور تصنیف سے تین سال بعد ۱۴۔ صفر سنہ ۱۰۰۴ ھ کو محمد تقی شیرازی نے اس کے اس مخطوطہ کی کتابت کی ہے۔ خاتمہ کے حسب ذیل بیت سے اسکی تاریخ تصنیف برآمد ہوتی ہے۔

ازروۓحساب،زیورحسن سخن تاریخ شدہ چو نام این رشك چمن (۱۰۰۱ھ)

یہ کتاب ابتدا سے ناقص ہے۔ مصنف نے اسکونوارایش اورسات رائحہ پر تقسیم کیا ہے۔ نوارایش نظم میں ہیں۔ سات رائحہ سے ابتدا کے تین رائحہ تلف ہوگئے ہیں۔ باقی چار رائحہ نثر و نظم میں ہیں۔

دوسری کتاب نظم میں ہے اور مولانا نظامی گنجوی کی مخزن الاسرار کے طرزووزن پر سنہ ۱۰۰۴ ھ میں تصنیف ہوئی ہے۔ حسب ذیل ابیات میں اس کے سال تصنیف اور اپنے ممدوح کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

رنگ گلشن یافت چوحسن ازکمال از پئے تاریخ شدم در خیال
برد مرا فکر بگلگشت باغ گفت کزاندیشہ مشو بیدماغ
نکہت تاریخ کند آشکار رائحہ گلشن دیدار یار (۱۰۰۴ھ)
تا نبود چوں گل حسن سخن دلبری حسن گل هر چمن
باد گل دولت عبداللہی زیب دہ گلشن شاهنشہی

ڈاکٹر زخار (Sachau) نے بعض اشعار کی بنا پر قیاساً اس کا نام گلشن یا گلشن راز بتایا ہے۔ لیکن ہمارے خیال میں اس کا نام روائح گلشن ہوسکتا ہے کیونکہ مصرع تاریخ سے اس نام کی ایك حدتك تائید ہوتی ہے۔

اس مثنوی کا پہلا بیت یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم زینت سر، لوح کتاب قدیم

اس کے مضامین ایک مشاهده باره جلوه اور ایک خاتمه پر منقسم هیں - متعدد مقامات سے ظاهر هوتا هے که اس کا مصنف شیعه مذهب کا پیرو هے -

یه مخطوطه تصنیف سے ایک سال بعد سنه ۱۰۵۰ ھ میں مکتوب هوا هے - کاتب کا نام اور کتابت کا مقام دونوں مٹادیے گئے هیں - خاتمه کی عبارت یه هے -

هو سبحا الله ازین جواهر آبدار ناظم عفی الله بدستیاری فکر رفیق سبحه
وار بسلسله نظم کشیده نام خدا در هر مشاهده اش گلشتی پدیدار است و در هر
جلوه اش انجمنے نمودار و در سال هزار و پنجاه و پنج هجری در دارالمومنین . . . .
. . . . رقم زدهٔ کلك سکت بندهٔ صاحبدلان . . . . غفر ذنوبه گردید -

ذوالفقار بن آذر ساسانی 198 موبد تخلص شاه جهان بادشاه کا معاصر، مذهب مزدیسنا کا پیرو اور مذاهب و ادیان کی مشهور تاریخ دبستان کا مصنف هے - سلطان عبدالله قطبشاه کے عهد حکومت میں دومرتبه حیدرآباد میں آیا - پهلی مرتبه سنه ۱۰۵۰ ھ میں دوسری مرتبه سنه ۱۰۵۷ ھ میں - اخیر مرتبه سنه ۱۰۵۷ ھ سے سنه ۱۰۶۲ ھ تك کم و بیش پانچ سال حیدرآباد میں مقیم رها - علامه محمد بن خاتون سے اسکے دوستانه مراسم تھے - سنه ۱۰۶۲ ھ میں حیدرآباد سے نکلا - اور تلنگانه کے مشرقی علاقه میں سفر کرتا هوا سنه ۱۰۶۳ ھ میں سیکاکول پهونچا -

---

198 - آزاد بلگرامی - ماثرالکرام طبع آگره - صفحه ۲۳ - صمصام الدوله : ماثرالامرا - جلد دوم صفحه ۲۹۲ *Beale.* Oriental Biographical Dictionary p. 256 b.

عام طور پر ملا محمد محسن فانی کو دبستان کا مصنف سمجھا جاتا هے - لیکن حقیقت میں اس کے مصنف کا صحیح نام جیسا که مولانا آزاد بلگرامی اور نواب صمصام الدوله نے بیان کیا هے - ذوالفقار بن آذرساسانی هے - ذوالفقار سنه ۱۰۲۸ ھ میں یا اس سے چند روز پهلے پٹنه میں پیدا هوا - موبد هوشیار نے اسکی پرورش کی - بنارس کے ایك خدا پرست جوگی چترویه کے حکم سے اس کے چیله گنیش من نے تربیت کی - اس نے اپنی عمر کے ستائیس سال سیر و سفر میں گذارے - سنه ۱۰۵۵ ھ میں دبستان کی ابتداء کی - داراشکوه کے قتل یعنے سنه ۱۰۶۸ ھ سے پهلے اسکو تمام کیا - اس کتاب میں بلاد مشرق خصوصاً هندوستان کے مروجه مذاهب کی تاریخ اور ان کے عقاید و اعمال کا تذکره هے - شمس العلما سرجیون جی جمشید جی مودی نے تذکره آذر کیوان کی تمهید میں دبستان کا مفصل حال لکھا هے اور اس میں اس کتاب کے مضامین و مصادر اور اس کے مصنف کی نسبت عالمانه مباحث تحریر کئے هیں - لیکن اس کے مصنف کا نام معین کرنے میں انکو کامیابی نهیں هوئی هے اور ذوالفقار مصنف دبستان کے نام سے مطلق واقف نهیں هیں - *Sir Jivanji Jamshedji Modi.* A Parsee High Priest Dastur Azar Kaiwan, The Journal of the K. R, Cama Oriental Institute, No. xx. 1932. p. 7—25.

سعید کاشانی سرمد تخلص199 - مشهور رباعی گو شاعر هے - شیخ محمد بن خاتون کے زمانۂ پیشوائی میں حیدرآباد آیا - سنہ ۱۰۵۷ ھ سے سنہ ۱۰۵۹ھ تك تین سال مقیم رها - سنہ ۱۰۵۷ھ میں صاحب دبستان نے حیدرآباد میں اس سے ملاقات کی تھی - ابن خاتون اسکے ساتھہ رغبت سے ملا کرتے تھے - اس نے ابن خاتون کی مدح میں ایك قطعہ بھی لکھا هے جو ذیل میں درج هے -

اے که مدار عرش را دائرۂ عظیمۂ　　کردہ بخدمت توصد هم چوسپهر نوکری
نصف نهار وارکن شام من غریب را　　گر بجناب قطب چون نصف نهار برخوری

ایك روز سرمد کی صحبت میں مصنف دبستان حاضر تها - اور جران نام ایك شخص ابن خاتون کی مدح کررها تها - اس موقع پر سرمد نے کہا که شیخ

---

199 . دبستان - طبع بمبئی سنہ۱۲۶۲ھ صفحه ۲۰۳ - طبع لکهنو سنہ ۱۲۹۸ھ صفحه ۲۴۲ - تذکره مرزا طاهر نصرآبادی - طبع طهران صفحه ۳۱۰ - مآثرالامرا - جلد اول صفحه ۲۲۶ و صفحه ۲۲۷ جلد دوم صفحه ۷۶۳ - آتشکده - طبع بمبئی سنہ ۱۲۷۷ صفحه ۲۴۴ - مراۃ الخیال - طبع بمبئی صفحه ۱۴۰ و صفحه ۱۴۱ - نتائج الافکار طبع مدراس صفحه ۲۱۴ - ریاض العارفین - طبع جدید صفحه ۱۴۱ -

سعید سرمد کاشان کا رهنے والا تها - دانشوران یهود کی اولاد اور ربانیون کے فرقہ سے تها - علوم حکمت ملا صدرا اور میر ابوالقاسم فندرسکی سے تحصیل کئے تهے - "تجارت کا پیشہ اختیار کر کے هندوستان آیا ٹھٹه میں ایك هندو بچه پر عاشق هوگیا - عشق کا اس درجه غلبه هوا که مادر زاد برهنه رهنے لگا - شهزاده داراشکوه اس کا بڑا معتقد تها اور اپنے مکتوبات میں اسکو پیر و مرشد لکھا کرتا تها سنہ ۱۰۷۱ھ میں اعتماد خاں ملا عبدالقوی کے فتوے پر اورنگ‌زیب عالمگیر نے اسکو قتل کرادیا -

صاحب دبستان نے سرمد کا تذکره الفاظ ذیل میں تحریر کیا هے - درسال هزار و پنجاه وهفت چون بحیدرآباد رسید با محمد سعید سرمد آشناشد و او دراصل از نژاد دانشوران یهود است - از گروهی کـه ایشان‌را ربانیون گویند - بعد از اطلاع برعقاید ربانیون وقرات توریت مسلمان شد - و حکمیات در خدمت خردمندان ایران چون ملا صدرا و میر ابوالقاسم فندرسکی و جمعی دیگر خوند - انجام برآئین تجار از راه دریا عازم سفر هند شد چون بشهر تته رسید عاشق ابهی چند هندو پسری شد و دست از همه چیز بازداشته چون سناسیان برهنه مادرزاد شده بردر معشوق نشست . . . . در نبی اسرائیل پوشانیدن عورتین ضروری نبوده واز سرمد شنیده شد که اشعیا پیغمبر نیز درآخر عمر برهنه می بود - و سرمد خداوند اشعار نیکوست . . . .
در مدح شیخ محمد خاتون پیشوائی دارائے نامدار سلطان عبدالله قطب شاه گفته

اے که مدار عرش را دائره عظیمۂ　—　کرده بخدمت توصد همچو سپهر نوکری
نصف نهار وارکن شام من غریب را　—　گر بجناب قطب چون نصف نهار برخوری

شیخ بصحبت سرمد رغبت بنمود - روزی که نامه نگار از حضار بود باجران نامی که ستایش شیخ می کرد گفت عنقریب شیخ انچه اندوخته باشند متوجه سفر آخرت خواهد شد - و میر محمد سعید میر جمله بمرتبه والا ترقی خواهد نمود - در همین سال شیخ بعزم حج از حیدرآباد روان شد - درهزار و پنجاه ونه دربندر مخار دوانش از سفینۂ تن بمحیط اطلاق پیوست -

عنقریب سفر آخرت کرینگے اور میر محمد سعید میر جمله کو ترقی ملے گی - چنانچه اسی سال شیخ ابن خاتون حج و زیارت کیلئے روانه هوئے - راسته میں بمقام مخا / سنه ۱۰۵۹ھ میں ان کا انتقال هوگیا -

ملا سالك یزدی[200] - مرزا طاهر نصرآبادی نے ملا سالك کو اپنے عهد کے ممتاز شعراء میں شمار کیا هے - اس نے ابتدائی عمر شیراز میں بسر کی - یہاں سے درویشانه لباس میں اصفهان پهنچا - وهاں سے هندوستان میں آکر گولکنڈه میں مقیم هوا - مدت تك شیخ محمد بن خاتون اور خاص کر میر محمد سعید میر جمله کی مصاحبت کی - شاهجهاں بادشاه کے تیسویں سال جلوس میں شاه جهان آباد آیا - نواب دانشمند خاں[201] سے توسل پیدا کیا - اور اس کے توسط سے دربار میں پهنچکر شاهی مدحت گروں میں شامل هوگیا -

مرزا طاهر نے اپنے تذکره میں مرزا سالك کا حال اس طرح تحریر کیا هے -

> ملا سالك یزدی درفصاحت با اقران دم مساوات می زد — مدتی در شیراز شانهٔ رنگ می کرد — در لباس درویشان باصفهان آمده بود — بعد از مدتی بهند رفت در خدمت عبدالله قطبشاه می برد — وقتی که مغولان را از دکن خارج کردند اوبشاه جهان آباد رفت — دانشمند خان باعتبار هم شهری بودند مهربانی بأو کرده درآن وقت اسباب اورا دزد برده بعد از مدت سهلی درآن جا فوت شد —

ملا محمد وارث نے بادشاه نامه کے تکمله میں لکھا هے -

> سالك یزدی چندی در گلکنـدهٔ بسرمی برد — و در سال دهم از دور سوم بمساعدت بخت بسعادت بندگی درگاه سرفراز گردید —

---

200 - بادشاه‌نامه ملامحمد وارث - خاتمه در زمره شعراء - تذکره مرزاطاهر صفحه ۳۲۹ - سروآزاد صفحه ۱۱۰ - آتشکده صفحه ۲۷۰ - *Sprenger* A.P.H.MSS. Libraries of the King of Oudh, p. 554. *Shaik Abdul-Kadir*, A. P. H. MSS. The Library of the University of Bombay, p. 232.

201 - نواب دانشمند خاں کا اصلی نام ملا شفیعا هے - وه زبردست فاضل اور ملا سالك کا هم وطن تها - شاه جهان بادشاه کے عهد میں منصب سه هزاری پر فایض هوا اورنگ زیب عالمگیر نے اپنے عهد میں منصب پنج هزاری عنایت کرکے میر بخشی کا عهده سرفراز کیا - جلوس عالمگیر کے دسویں سال ۱۰ ربیع الاول سنه ۱۰۸۱ھ کو اس نے وفات پائی هے - اسکا مفصل تذکره ماثرالامراء جلد دوم میں صفحه ۳۰ سے صفحه ۳۳ تك مرقوم هے —

ملا سالك نے سلطان عبد اللہ قطبشاہ - شیخ محمد بن خاتون اور میر محمد سعید میر جملہ کی مدح میں بہت سے قصاید لکھے ھیں - جو اسکے دیوان میں موجود ھیں - میر جملہ کی مدح کے قصاید میں اس نے زیادہ تر کرناٹك کی فتوحات کا تذکرہ کیا ھے - اور ان میں سے بعض قصاید کے تاریخی مادے ھم نے اسی کتاب کے حاشیہ 123 میں درج کئے ھیں -

ملا سالك کے قصاید اور غزلیات کا مجموعہ جو ابتدا سے قدرے ناقص ھے کتاب خانۂ آصفیہ میں کتب دوادین کے نمبر ۴۰۴ پر محفوظ ھے -

ملا رضی دانش[202] سنہ ۱۰۵۱ھ میں جلوس سلطان عبداللہ قطبشاہ کے سولھویں سال گولکنڈہ میں آئے اور شاھی ملازمت میں داخل ھوئے - ملا رضی کے والد میر ابو تراب فطرت مشہد مقدس کے سادات رضویہ سے تھے - سلطان محمد قطبشاہ کے اوایل عہد میں ولایت سے آ کر گولکنڈہ میں سکونت پذیر ھو گئے تھے - سلطان عبداللہ قطبشاہ کے چوبیسویں سال (سنہ ۱۰۶۰ھ) میں ان کا انتقال ھوا اور حیدرآباد کے ایرانی گورستان دائرہ میر محمد مومن استرابادی میں مدفون ھوئے انکی قبر اس وقت بھی موجود ھے -

ملا رضی مشہد مقدس میں پیدا ھوئے - اوائل عمر میں وطن مالوف سے زیارت بیت اللہ کے لئیے نکلے - مناسك حج ادا کرنے کے بعد پدر بزرگوار کی ملاقات کیلئیے گولکنڈہ آئے - دربار شاھی میں رسائی حاصل کی - میر ابو تراب کی وفات کے بعد گولکنڈہ سے دھلی میں آ کر سنہ ۱۰۶۵ھ میں شاہ جہاں بادشاہ کی خدمت میں قصیدہ پیش کیا اور اس کے صلہ میں بادشاہ نے دو ھزار روپیے عنائت کئے - چند روز شہزادۂ داراشکوہ کی مصاحبت میں گزارے اور ایك مطلع کے صلہ میں شہزادہ نے انکو ایك لاکھہ روپیہ عطا کیا - پھر بنگالہ میں جا کر شہزادہ شجاع کے ندیم بن گئے - سنہ ۱۰۶۹ھ میں جب شجاع نے شکست پائی اور پریشان ھو کر اراکان کی طرف فرار ھو گیا تو ملا رضی دوسری مرتبہ سلطان عبد اللہ قطبشاہ کی خدمت میں واپس آئے - اور دو سال کے بعد سنہ ۱۰۷۲ھ میں سلطان عبد اللہ

202 - تذکرہ مرزا طاھر صفحہ ۲۵۳ - سرو آزاد صفحہ ۸۷ - خزانہ عامرہ صفحہ ۲۱۷ - مراۃ الخیال صفحہ ۱۶۸ - نتائج الافکار صفحہ ۱۶۴

نے امام رضاء علیہ السلام کے روضہ مبارك کی زیارت کیلئے اپنا نائب مقرر کر کے مشہد مقدس کو روانہ کیا۔ اور اس خدمت کے صلہ میں سالانہ بارہ هزار تومان تبریزی ان کا وظیفہ مقرر ہوا جو تاحیات ملتا رہا۔ اس بارے میں جو فرمان سلطان عبداللہ نے صادر فرمایا تھا اسکی نقل ملا عبدالعلی طالقانی کی منشات میں مولانا آزاد بلگرامی نے دیکھی ھے۔ سنہ ۱۰۷٦ھ میں بمقام مشہد ملا رضی کا انتقال ہوا ہے۔

سلطان عبداللہ قطبشاہ کی تخت نشینی کے زمانے میں ایران کے دو نامور شاعر مولانا رونقی اور ملا قیصر دربار قطبشاہی کے مدحت گروں میں منسلك تھے اور انھوں نے تخت نشینی کی تہنیت میں قصیدے اور تاریخیں لکھی تھیں منجملہ ان کے ہر ایك کی ایك ایك تاریخ حدیقہ قطبشاہی میں منقول ھے [203] ۔

رونق کا مصرع تاریخ	مزین شد جہانی از جلوس شاہ عبداللہ
قیصر کا مادہ تاریخ	شد شاہ دکن قطب زمان عبداللہ

رونقی همدان کا باشندہ اور ابوطالب کلیم کے خاندان سے تھا۔ عنفوان شباب میں ہندوستان آیا۔ خواجہ ابوالحسن بخشی الملك کی ملازمت اختیار کی۔ سنہ ۱۰۲۵ ھ میں مصنف میخانہ ملا عبدالنبی فخرالزمانی سے اس کی ملاقات ہوئی۔ اس وقت اسکی عمر ستائیس سال کی تھی [204] ۔ نشتر عشق میں لکھا ھے کہ سنہ ۱۰۲٦ھ میں عراق کو واپس چلا گیا۔ چند سال کے بعد پھر ہندوستان واپس آیا ھے اور گولکنڈہ میں آکر قطبشاہ کے دربار میں ملازم ہوگیا۔ مرزا طاهر نصر آبادی کا بیان ھے کہ اس نے ہندوستان میں وفات پائی ھے [205] ۔

میر صابر صفاهانی [206] نے عرفی شیرازی کے استخوان لاهور سے نجف اشرف کو روانہ کئے تو ملا رونقی نے اس واقعہ کی حسب ذیل تاریخ لکھی جو خزانۂ عامرہ میں منقول ھے [207] ۔

203 - حدیقۃ السلاطین - جلد اول صفحہ ٢٦
204 - میخانہ - طبع لاهور صفحہ ٥٣٥ و صفحہ ٥٢١ وصفحہ ٥٤٣
205 - تذکرہ مرزا طاهر نصر آبادی صفحہ ٢٥٧ .
206 - میخانہ صفحہ ١٨١
207 - خزانہ عامرہ صفحہ ٣١٩

یگانه گو هر دریائے معرفت عرفی — که آسمان پئے پروردنش صدف آمد
چو عمر او بسر آمد ز گردش گردون — شکست بر صف دلهائے پر شغف آمد
بگوش چرخ رسانید حرف جان سوزی — که عمرم از تو چون معرض تلف آمد
بکاوش مژه از گور تا نجف بردم — فگند تیر دعائے و بر هدف آمد
رقم زد از پئی تاریخ رونقی کلکم — بکاوش مژه از هند تا نجف آمد

خان آرزو نے مجمع النفایس میں رونقی کی تاریخ وفات سنه ۱۰۳۱ھ بیان کی ھے [208] ۔ جو بلاشبه غلط ھے ۔ کیونکه حدیقه قطبشاھی سے اس کا سنه ۱۰۳۵ھ تك زنده رهنا ثابت هوگیا ھے ۔

قیصر [209] عراق کے طایفه شاملو سے تھا اس نے ابتدائے عمر میں حسن خان بیگلر بیگی خراسان کی ملازمت اختیار کی ۔ سنه ۱۰۲۷ھ میں حسن خان کا انتقال هوگیا اور اس کی جگه اس کا فرزند حسین خان جانشین قرار پایا [210] تو قیصر هرات سے دکن میں آیا اور مدت تك گولکنڈے میں مقیم ره کر گجرات چلا گیا اور اسی جگه سنه ۱۰۴۲ میں اس کا انتقال هو گیا ۔

سلطان عبدالله قطبشاه کے دربار میں سلطان کے داماد مرزا نظام الدین سید احمد کی وجه سے عربی زبان کے ادباء و شعراء کی خوب قدر و منزلت هوا کرتی تھی ۔ اور ان کو گران بها انعام و عطایا سرفراز هوا کرتے تھے ۔ جسکی وجه سے عرب و عجم کے اکثر کاملان فن دربار قطبشاھی میں جمع هوگئے تھے اور اس زمانه میں شهر حیدرآباد سارے هندوستان میں عربی ادب اور شعر و سخن کا مرکز بن گیا تھا ۔ جو ادبا و شعرا گولکنڈه میں موجود اور سید احمد کی مدح و ستایش میں قصاید جیده لکھے تھے ۔ اون میں سے بعض مشاهیر کے نام یه هیں ۔

گولکنڈه کے علمائے ادب میں شیخ حسین بن شهاب الکرکی [211] یکتائے

208 - اسپر نگر صفحه ۱۵۰

209 - تذکره مرزا طاهر نصر آبادی صفحه ۲۵۷

210 - تاریخ عالم آرا - جلد سوم - صفحه ٦٦۴

211 - سلافة العصر - طبع مصر صفحه ۲۵۵ - شذور العقیان - مخطوطه کتب خانه آصفیه. جلد اول ورق ۱۰۹ و ۱۱۰ - نجوم السماء طبع لکھنو صفحه ۹۳ -

روزگار عالم و فاضل اور ادیب و شاعر گزرے ہیں۔ کرک میں جو جبل آمل کا ایک قریہ ہے انکی ولادت ہوئی تہی۔ اسی جگہ انہوں نے تعلیم حاصل کی۔ سنہ ۱۰۳۰ھ میں شیخ بہاءالدین العاملی سے روایت حدیث کی اجازت لیکر اصفہان آئے۔ مدت تک یہاں مقیم رہے۔ شاہ عباس ثانی (سنہ۱۰۵۲ھ سنہ۱۰۷۷ھ) کے اخیر عہد میں نقل مقام کیا۔ براہ سمندر دکن میں آکر گولکنڈہ کی سکونت اختیار کی۔ سید احمد کے ندیمان خاص سے تہے۔ سلطان عبداللہ قطب شاہ کی وفات سے سات سال پہلے چونسٹھہ سال کی عمر میں ۲۹ صفر سنہ۱۰۷٦ھ کو بمقام حیدرآباد انتقال کیا۔

مختلف فنون میں انہوں نے متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں۔ مثلاً

۱۔ کتاب الاسعاف (کشف الحجب۔ نمبر ۲۰۹)

۲۔ شرح نہج البلاغة (کشف الحجب نمبر ۲۱۲۷) نہائت مبسوط اور ضخیم شرح ہے۔

۳۔ حاشیہ انوار التنزیل[212] (کشف الحجب نمبر ۸۷۹)

۴۔ مختصر الاغانی[213] (کشف الحجب نمبر ۲۷۷٦)

۵۔ عقود الدرر فی حل ابیات المطول والمختصر[214] (کشف الحجب نمبر ۲۱۲۷)

٦۔ ہدایة الابرار الی طریقة الائمة الاطہار (کشف الحجب نمبر ۳۳۹۴)

اخیر کی دونوں کتابیں سنہ ۱۰۷۳ھ میں بمقام گولکنڈہ تصنیف ہوئی ہیں۔

شیخ حسین عربی میں شعر خوب کہا کرتے تہے۔ انہوں نے جو قصاید سید احمد کی مدح میں لکھے ہیں منجملہ ان کے ایک قصیدہ امرءالقیس کے اس قصیدے کے معارضہ میں ہے جو سبع معلقات میں شامل اور ادب جاہلی کا بہترین شاہکار تسلیم کیا گیا ہے۔

212۔ قاضی ناصرالدین ابی سعید عبداللہ بن عمر البیضاوی المتوفی سنہ٦٨٥ کی تفسیر کا نام ہے۔

213۔ اغانی ابوالفرج علی بن حسین الاصفہانی المتوفی سنہ ٣٥٦ کی مشہور تصنیف ہے۔

214۔ سراج الدین ابی یعقوب یوسف بن ابی بکر بن محمد بن علی السکاکی المتوفی سنہ ٦٢٦ھ نے علم ادب میں مفتاح العلوم کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی جو تین اقسام پر مشتمل ہے قسم اول علم صرف میں۔ قسم ثانی علم نحو میں۔ قسم ثالث علم بیان و معانی میں (کشف الظنون، جلد ثانی صفحہ ۴۸۰) قاضی جلال الدین محمد بن عبدالرحمن بن عمر القزوینی المتوفی سنہ ٧٣٩ھ نے مفتاح العلوم کی قسم ثالث کی تلخیص کی جو تلخیص المفتاح کے نام سے مشہور ہے (کشف الظنون جلد اول صفحہ ۳۲۳) شیخ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبداللہ التفتازانی المتوفی سنہ٧٩٢ھ نے تلخیص المفتاح کے دو شرح لکھے۔ ایک مطول دوسری مختصر۔ ان دونوں شروح میں جو ابیات بطور شواہد نقل ہوئے ہیں ان کو شیخ حسین نے عقود الدرر میں حل کیا ہے۔

ملا فرج الله شوستری[215] بلاد عجم کے مشاهیر ادبا میں ان کا شمار هوتا هے - مرزا صائب تبریزی نے اپنے کئی مقطعوں میں انکو یاد کیا هے - منجمله ان کے ایك مقطع یه هے :-

همیں زخاك فرج کامران نشد صائب
که فیض هم بظهوری ازیں جناب رسید

سلطان عبدالله قطبشاه کے عهد میں گولکنڈه میں وارد هوئے - بادشاه نے انکی بڑی عزت و توقیر کی - دو هزار هون تنخواه مقرر کیا - سید احمد سے انکے خاص تعلقات تهے - اور اسکی مجالس میں ان کی بڑی قدر و منزلت هوا کرتی تهی - سید علی معصوم نے انکو اسوقت دیکها تها جبکه انکی عمر ستر سال سے تجاوز کر گئی تهی - انهوں نے بزبان عربی سید احمد کی مدح میں کئی قصائد لکهے هیں منجمله آن کے ایك قصیده ایکسو اکاون بیت کا هے اور اس کے دو بیت یه هیں :-

ما بین دجله والفرات مراتع　　هی للنفوس معارج و سماء
و منازل هی للقلوب منازل　　لا جاودتها دیمة هطلا

ان کا فارسی دیوان بانکے پور کی اورینٹل لائبریری میں موجود هے -

سید عمادالدین برکات بن جعفر بن برکات الحسنی[216] - بلاد عرب کے مشاهیر ادبا سے هیں - سنه ۱۰۶۲ ھ میں حیدرآباد آئے - سید احمد کی مجالس کو رونق بخشی - سنه ۱۰۶۹ ھ میں انتقال کیا - سید علی معصوم نے ان سے ملاقات کی تهی - انهوں نے اپنے ایك قصیدے میں سید احمد کو اسطرح مخاطب کیا هے -

ذرت خلاّ صبیحةً فحبانی　　بسوآل اشفی و ازغم شانی
قال لما نظرت نود محیاه　　وتك المنی و کل الامانی
کیف اصبحت کیفا امسیت مما　　ینبت الحب فی قلوب الغوانی
فتحرجت ان اقوه بما قد　　کان منی طبعا مدی الازمان
یا اخا المجد و المکارم والفضل　　ومن لا اری له الیوم ثانی

215 - سلافة العصر صفحه ۲٦۲ - تذکره مرزا طاهر نصرآبادی صفحه ۳۳۴ - سرو آزاد صفحه ۹۴
نتائج الافکار صفحه ۳۳۴ - نجوم السما صفحه ۱۵٦ -
216 - سلافة العصر صفحه ۳۱ -

ادرك ادرك تيما في هواكم　　و اكففن عنه صولة الحدثان

و ابق و اسلم منعماً في سرور　　ما تغنت ورق على غصن بان

شیخ احمد بن محمد علی الجوهری [217] ۔ مکه معظمه کے رهنے والے ۔ علوم حدیث وفقه اور ادب و انشاء کے عالم محقق تھے ۔ عنفوان شباب میں هندوستان آئے ۔ چند روز کے بعد وطن کی جانب مراجعت کی ۔ عمال و امرا کی ظلم و زیادتی سے تنگ آکر بلاد فارس میں پہنچے ۔ وهاں افلاس سے پریشان هوکر سنه ١٠٧٥ھ میں گولکنڈه آئے اور اسی جگه ٢ جمادی الاخر سنه ١٠٧٩ھ کو انتقال کیا ۔ انھوں نے سلطان عبدالله اور سید احمد کی مدح میں بے شمار قصائد تصنیف کئے هیں ۔ ایك قصیدے میں هندوستان کی ستائش اسطرح کی هے ۔

ولو ان ارض الهند في الحسن جنة　　وسكانها حور و املاكها وحدى

لما قستها يوما بطحاء مكه　　ولا اخترت عن سعدى بديلا هند

سید ابو عبدالله محمد بن عبدالله البحرانی [218] ۔ بلاد بحرین کے مشہور ادیب و شاعر هیں ۔ وطن سے نکل کر دیار دکن میں آئے ۔ کئی سال سید احمد کے ندیموں میں شریك رهے ۔ اور اسکے توسط سے سلطان عبدالله قطبشاه کے دربار میں رسائی حاصل کی ۔ سنه ١٠٧٠ھ میں گولکنڈه کو چھوڑ کر بلاد عجم کا سفر اختیار کیا اور مختلف شہروں کی سیاحت کرتے هوئے سنه ١٠٨٣ھ میں اصفهان پہنچے ۔ لیکن اپنے فرزند سید عبدالله بن محمد البحرانی کو جو مثل اپنے والد کے یگانه عصر ادیب و شاعر هے گولکنڈه میں سید احمد کے یہاں چھوڑ دیا ۔ ان دونوں پدر و پسر نے سید احمد کی مدح میں بہت سے قصائد لکھے هیں جنکے انتخاب کو سید علی معصوم نے سلافة العصر کے کئی اوراق میں نقل کیا هے ۔

شیخ عیسی بن حسن بن شجاع النجفی [219] اپنے عہد کے ادیب فاضل اور شاعر ماهر تھے ۔ مدینه منوره میں انکی سکونت تھی ۔ سید احمد اور ان کے ما بین

---

217 ۔ سلافة العصر صفحه ١٩٢ ۔ نجوم السما صفحه ١٣٤

218 ۔ سلافة العصر صفحه ٥٠٥

219 ۔ سلافة العصر صفحه ٥٦٧ ۔ نجوم السماء صفحه ١٢٦

نظم و نثر میں مراسلت ہوا کرتی تھی ۔ سید احمد سے ملنے کے لئے حیدرآباد آئے ۔ تھوڑی مدت قیام رہا ۔ حسب مراد تحف و ہدایا لیکر واپس ہوئے ۔ اثنائے راہ میں جبکہ جہاز میں سوار تھے طوفان عظیم سے سامنا ہوا اہالیان جہاز کے ساتھ غریق رحمت الٰہی ہو گئے ۔

سید حسن بن علی بن شدقم الحسینی [220] ۔ مدینہ منورہ کے باشندے ۔ شیخ نعمت اللہ بن احمد بن خاتون آلاملی کے شاگرد تھے ۔ صاحب امل آمل نے انکو فاضل صالح ، عالم جلیل القدر اور محدث و ادیب و شاعر لکھا ہے ۔ سید علی معصوم نے بھی ان کے فضل و کمال کی بڑی تعریف و توصیف کی ہے ۔ سید احمد کے ساتھ ان کی غایت درجہ محبت و دوستی تھی ۔ سید احمد کی مجلس میں روزانہ آتے اور دونوں مل کر سیر و تفریح کے لیے باغات کو جایا کرتے تھے ۔ انہوں نے ایک کتاب سید احمد کے نام پر لکھی ہے ۔ جس کا نام ہے ' الجواہر النظامیہ من حدیث خیر البریہ ' ۔ اسکے دیباچہ میں سید احمد کا ذکر بادشاہ کی حیثیت سے کیا ہے ۔

شیخ جعفر بن کمال الدین البحرانی [221] ۔ بلاد بحرین کے باشندے ۔ سید نورالدین علی بن علی الآملی اور شیخ علی بن سلیمان البحرانی کے شاگرد تھے ۔ امل آمل اور لولوۃ البحرین کے مصنفوں نے ان کو علمائے کامل الفن میں شمار کیا ۔ اور اپنے عہد کے فاضل عالم اور شاعر ماہر بتایا ہے ۔ سید احمد کے ندیم خاص اور سید علی معصوم کے استاد تھے ۔ سنہ ۱۰۸۰ھ میں انہوں نے حیدرآباد میں وفات پائی ہے ۔

شیخ محمد بن علی بن محمود بن یوسف العاملی [222] اپنے عہد کے یکتائے روزگار علما سے تھے ۔ آمل سے نکل کر بلاد عجم میں آئے ۔ فارغ البالی اور خوش حالی کے ساتھ نشر علوم میں مشغول ہوئے ۔ ان کے علم و فضل کا شہرہ اطراف عالم میں پھیل گیا ۔ یہاں تک کہ سلطان عبداللہ قطبشاہ نے ان کو حیدرآباد میں طلب کیا اور بڑے اعزاز و احترام سے اپنے یہاں رکھا ۔ سید احمد سے زیادہ خلوص تھا ۔ شاہی دربار سے زیادہ اس کی مجالس میں ان کی آمد و رفت تھی ۔ تھوڑی مدت کے بعد حیدرآباد سے

---

220 سلافۃ العصر صفحہ ۲۵۳ ۔ نجوم السما صفحہ ۴۱ ۔ کشف الحجب و الاستار صفحہ ۱٦۸ نمبر ۸۳۵ ۔

221 امل آمل ۔ جلد دوم ۔ لو لوۃ البحرین ۔ نجوم السما صفحہ ۸٦

222 سلافۃ العصر ۳۲۳ صفحہ ۔ خلاصۃ الاثر ۴۲ صفحہ ۔ نجوم السماء ۱۳۳ صفحہ ۔

حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے - دوسال مکہ معظمہ میں مقیم رہے - پھر حیدرآباد کی جانب مراجعت کی - بدوران سفر بندر مخا میں سید علی معصوم سے ملاقات ہوئی - دونوں ایک ساتھہ حیدرآباد میں آئے - سید احمد کے ایما سے علی معصوم نے ان سے فقہ، نحو، بیان، حساب اور نظم و نثر کے بعض فنون تحصیل کئے - سنہ ۱۰۹۰ھ کے حدود میں حیدرآباد میں انتقال کیا - علی معصوم نے سلافۃ العصر میں اور امین محبی نے خلاصۃ الاثر میں بڑے طمطراق کے ساتھہ ان کا تذکرہ لکھا ہے -

سلاطین قطبشاهیه اور مذهب شیعه

شاه جہاں بادشاہ اور عالمگیر اورنگ زیب کے عہد میں سارے هندوستان میں حیدرآباد مذهب شیعه کا مرکز اور قطبشاهی دربار اهل تشیع کا ملجاء و ماوا بنا هوا تها - مشہور فرانسیسی سیاح موسیو ٹیورنیر نے اپنے سفرنامه کی کتاب چہارم میں اهل ایران کے مذاهب و مراسم کا تذکره کرتے هوئے لکها هے که

> این دو شعبه سنی و شیعه در سه ایالت عمدهٔ مملکت هندوستان هم پیروی می شود - مملکت مغول کبیر و مملکت گولکنڈه و مملکت بیجاپور - مملکت مغول کبیر و مملکت بیجاپور سنی هستند یعنی بادشاهان آنها و رجال دربار شان - اما کلیه رعایا بت پرست می باشند - راست است که در دربار این دو بادشاه بعضی شیعه هم یافت می شود بجهت اینکه درمیان هندیها چون مرد جنگی برائے فرماندهی ندرتاً پیدا می شود - اغلب صاحب منصبان قشونی آنها ایرانیهائی هستند که برائے تحصیل ثروت به هندوستان رفته اند همه شیعه هستند - اما برائے خوشنودی خاطر بادشاهانیکه بآنها خدمت می کنند در ظاهر پیرو تسنن شده اند - اما در مملکت گلکنڈه که آنجا هم ایرانیها بسیارند بوضوع مذهب تشیع رواج دارد - و قطبشاه که حالیه در آنجا سلطنت می کند غیورانه مروج آنست - سیاحت نامه موسیو ٹیورنیر متعلقه مسافرت ایران - طبع طهران سنه ۱۳۳۱ ھ - صفحه ٦۳۳ و ٦۳۴ -

مورخ فرشته کی مختلف تحریرات سے مستنبط هوتا هے که هندوستان میں سب سے پہلے دکن میں مذهب شیعه نے رواج پایا اور اس کو اس ملك میں رواج دینے والے بیجاپور کے عادل شاهی - گولکنڈے کے قطبشاهی اور احمدنگر کے نظام شاهی سلاطین تهے - لیکن حقیقت یه هے که ان سلاطین کے ظهور سے سو سوا سو سال

سلاطین بہمنیه اور مذهب شیعه

پہلے دکن میں مذهب شیعه پهیل گیا تها - سلاطین بہمنیه کو جو سنی تهے مذهب شیعه اور شیعه علما سے دلچسپی پیدا هو گئی تهی - سلطان فیروز شاه بہمنی (سنه ۸۰۰ ھ - سنه ۸۲۵ ھ) کے دربار میں مذهب شیعه کا ایك عالم متبحر میر فضل الله انجو 223 موجود تها - وه علامه

---

223 - انجو - شیراز کے اعیان سادات کا مشهور و ممتاز خاندان - ان کا سلسله نسب القاسم الرسی بن حسن بن ابراهیم طبا طبا تك پهونچتا هے - شیعه مذهب کی قدامت اور پابندی میں سادات کے تمام خانوادون پر تفوق رکهتے هیں - مجالس المومنین - طبع طهران - صفحه ٦۴ - فرهنگ جهانگیری کا مصنف عضدالدوله میر جمال الدین حسین انجو بهی اسی خاندان سے هے ؀

کبیر شیخ سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی المتوفی سنہ ۷۹۱ ھ [224] کے ارشد تلامذہ سے تھا۔ [225] اور اس کے کہنے سے فیروز شاہ نے متعہ کی حلت قبول کر لی تھی [226]۔

فیروز شاہ اور اس کا جانشین سلطان شہاب الدین احمد شاہ (سنہ ۸۲۵ھ۔ سنہ ۸۳۸ ھ) دونوں میر فضل اللہ انجو کے شاگرد تھے [227]۔ مورخین نے سلطان احمد شاہ کے علم و فضل اور زھد و ورع کی بڑی تعریف کی ھے۔ صاحب برھان ماثر نے لکھا ھے کہ وہ علوم ظاھری و باطنی میں ذوالنون عصر اور کمالات صوری و معنوی میں بایزید دھر تھا۔ اس کے دارالسلطنت میں اطراف عالم کے علماء فضلاء شعراء اور عباد و زھاد جمع ھو گئے تھے [228]۔ دنیائے اسلام کے یکتائے روزگار ادیب و نحوی امام بدر الدین محمد بن عمر بن سلیمان الدمامینی [229] نے گجرات میں سلطان کے ماثر و محاسن کا تذکرہ سنا۔ اور وھاں سے گلبرگہ میں تشریف لائے۔ امام محمد بن

224۔ ابن حجر۔ درر الکامنہ۔ جلد رابع صفحہ ۳۵۰ (۲) ابن العماد۔ شذرات الذھب۔ جلد سادس۔ صفحہ ۳۱۹۔ (۳) طاش کبری زادہ۔ مفتاح السعادہ جلد اول صفحہ ۱۶۵ (۴) سیوطی۔ بغیة الوعاة صفحہ ۳۹۱ (۵) محمد باقر خوانساری روضات الجنات۔ صفحہ ۳۰۹۔

225۔ تاریخ فرشتہ۔ جلد اول صفحہ ۵۹۱۔

226۔ تاریخ فرشتہ جلد اول۔ صفحہ ۵۸۸۔

227۔ تاریخ فرشتہ۔ جلد اول صفحہ ۵۸۳۔

228۔ برھان ماثر۔ طبع دھلی۔ صفحہ ۴۷۔

229۔ امام بدر الدین محمد بن عمر بن سلیمان الدمامینی۔ سنہ ۷۶۳ھ میں اسکندریہ میں پیدا ھوئے۔ جامع ازھر میں تعلیم حاصل کی۔ اسکے بعد "تجارت" کا پیشہ اختیار کیا۔ سنہ ۸۰۴ھ میں مناسک حج ادا کرنے کے لئے مکہ معظمہ میں آئے۔ یہاں سے نکل کر یمن میں پہونچے۔ تھوڑی مدت جامع زبید میں درس دیتے رہے۔ اس کے بعد براہ سمندر ھندوستان میں آئے۔ عرصہ تک گجرات میں مقیم رہے۔ محمد شاہ بن مظفر شاہ کے ایما سے مغنی اللبیب کی شرح لکھی اور اسے تحفة الغریب کے نام سے موسوم کیا (فھرست دار الکتب المصریہ۔ جلد ثانی صفحہ ۴۵) احمد شاہ بن محمد شاہ بن مظفر شاہ کے لئے دو کتابیں تصنیف کیں۔ ایک تعلیق المصابیح شرح جامع الصحیح امام بخاری (کشف الظنون۔ جلد اول صفحہ ۳۶۸) دوسری عین الحیوة تلخیص حیوة الحیوان (کشف الظنون جلد اول صفحہ ۴۵۴)۔ شعبان سنہ ۸۲۳ھ میں آخر الذکر کتاب کی تالیف سے فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد گجرات سے نکل کر گلبرگہ آئے۔ پانچ سال بہمنی دربار میں بسر کئے۔ سنہ ۸۳۸ ھ کے ماہ شعبان میں انتقال کیا۔ گلبرگہ کے شاھی قبرستان میں ھفت گنبد کے قریب مدفون ھوئے۔ ان کی تصنیفات سے اور بھی بہت سی کتابیں ھیں۔ مثلا جواھر البحور فی علم العروض۔ شرح تسہیل ابن مالک۔ نزول الغیث شرح لامیة العجم۔ فواکھة البدریہ وغیرہ۔ (۱) سیوطی۔ بغیة الوعاة طبع مصر۔ صفحہ ۲۷۔ (۲) ابن عماد الحنبلی۔ شذرات الذھب۔ جلد سابع صفحہ ۱۸۱۔ (۳) محمد باقر خوانساری۔ روضات الجنات۔ طبع ایران صفحہ ۲۰۹ (۴) بروکلمان۔ تاریخ ادبیات عرب جلد دوم صفحہ ۲۶۔

عثمان بن عمر البلخی کی کتاب الوافی کی شرح لکھی - منہل الصافی اس کا نام رکھ کر سلطان احمد شاہ کی خدمت میں پیش کیا [230] - اس کے صلہ میں سلطان نے اس قدر انعام و عطایا عنایت کئے کہ انہوں نے گلبرگہ کی سکونت اختیار کرلی -

سلطان نے ملاء آذری اسفراینی [231] کو دربار کا ملک الشعرا مقرر کیا تھا - اور جب انہوں نے بیدر سے وطن مالوف کو جانے کا ارادہ کیا تو سلطان نے ایک لاکھ پچیس ہزار تنکے بطور انعام عطا کئے [232]- سلطان کو خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو دراز سے غایت درجہ عقیدت تھی - سنہ ۸۲۵ ھ میں خواجہ صاحب کا انتقال ہوگیا تو سلطان شاہ نعمت اللہ ولی [233] کی طرف رجوع ہوا - شاہ صاحب نہ صرف شیعہ تھے - بلکہ شیعہ صوفیہ کے مشہور طریقہ نعمت اللہی کے بانی بھی تھے - شاہ صاحب کے مرید خاص شیخ حبیب اللہ جنیدی سلطان کے مصاحب خاص تھے - سلطان نے ان کو اور اپنے ایک اور مصاحب میر شمس الدین قمی کو بہت سے تحایف و ھدایا دیکر کرمان بھیجا تاکہ شاہ صاحب سے بیدر آنے کی درخواست کریں - شاہ صاحب نے سلطان کے وکلا کی بڑی عزت کی اور ان کے ہمراہ اپنے ایک مرید ملک قطب الدین

---

230 - حاجی خلیفہ نے کشف الظنون (جلد ثانی صفحہ ٦٢٦) میں لکھا ہے - وافی فی النحو - لمحمد بن عثمان بن عمر البلخی - شرحۂ الشیخ الامام محمد بن ابی بکر الدما مینی المتوفی سنہ ۸۲۸ ھ - لما سافر الی الهندورائی ان اهل گجرات مشغولون به فاهداه لملك الهند المستنصر بالله شهاب الدین احمد وسماه المنهل الصافی -

231 - ملا آذری - شیخ نورالدین حمزہ بن علی البیہقی - تذکرہ نویسوں نے انکو نویں صدی کے مشاہیر شعرا اور اجلہ صوفیہ میں شمار کیا ہے - شاہ نعمت اللہ ولی کے مرید تھے - مدت تک سلطان شاہرخ بن تیمور کے دربار میں رہے - پھر دکن میں آکر سلطان احمد شاہ کے لئے شاہنامہ فردوسی کے طرز پر بہمن نامہ لکھا اور اس کے قریباً تیس ہزار بیت میں ابتداء سے احمد شاہ کے جلوس تک سلاطین بہمنیہ کے حالات منظوم کئے - سنہ ٨٦٦ ھ میں اسفراین میں انتقال کیا - جواھرالاسرار - سعی الصفا - عجائب الدنیا - عجائب الاعلی ان کے مشہور تصنیفات ہیں - (١) دولت شاہ سمرقندی - تذکرۃ الشعراء طبع یورپ صفحہ ٣٩٨ (٢) خوند میر - حبیب السیر - جلد سوم جز سوم صفحہ ١٤٣ (٣) فخری ہروی - لطائف نامہ ترجمہ مجالس النفایس علی شیر نوائی - طبع لاہور صفحہ ٢٢ (٤) محمد قاسم فرشتہ - تاریخ فرشتہ - طبع بمبئی جلد اول صفحہ ٦٢٨ (٥) نوراللہ شوستری - مجالس المومنین طبع ایران صفحہ ٣٠٦ (٦) آزاد بلگرامی - خزانہ عامرہ - طبع لکھنو صفحہ ٢١ (٧) رضاقلی خان ہدایت - مجمع الفصحا - جلد دوم صفحہ ٢ - ریاض العارفین - طبع جدید صفحہ ٦١ (٨) حکیم سید شمس اللہ قادری - قاموس الاعلام - جلد اول صفحہ ٢١ -

232 - برہان ماثر صفحہ ٧١

233 - سید نورالدین شاہ نعمت اللہ ولی - شاہ صاحب امام خامس ابو جعفر محمد الباقر بن علی بن حسین علیہم السلام کی اولاد سے ہیں - امیر غیاث الدین خوند میر نے حبیب السیر میں شاہ صاحب کا تذکرہ اسطرح تحریر کیا ہے -

حیدر کو سلطان کے یہاں روانہ کیا۔ ایک مکتوب دست خاص سے لکھکر اور ایک تاج سبز رنگ کا بارہ گوشیے والاسلطان کیلئے ان کے ساتھہ بھیجا ۔ یہ تاج شیعان اثنا عشری کا امتیازی نشان تھا۔ اور مکتوب کے عنوان پر شاہ صاحب نے سلطان کے لئے اعظم السلاطین سلطان شہاب الدین احمد شاہ ولی کا لقب تحریر فرمایا۔ سلطان نے تاج کو سر پر رکھا۔ شاہ صاحب کے عنایت کردہ لقب کو خطبہ میں پڑھنے اور فرامین کے عنوان پر لکھنے کا حکم دیا [234]۔

اس کے بعد سلطان نے خواجہ عماد الدین سمنانی سرسلحدار اور میرسیف اللہ حسناآبادی مصاحب کو شاہ صاحب کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور درخواست

مقتدای سادات عرب و عجم بود - سلاطین زمان حکام نافذ فرمان سرارادت بر آستان هدایت آشیانش میداشتند ۔ و علماء اعلام وفضلاء کرام و سائر اکابر و معارف آن ایام درگاه کعبه اشتباهش را قبله حاجات می پنداشتند ۔

شاهصاحب سنه ۷۳۰ یا سنه ۷۳۱ میں حلب میں پیدا ہوئے ۔ چالیس سال کی عمر میں وطن سے نکلے ۔ بلاد عراق اور عتبات عالیات کی سیاحت کرتے ہوئے مکہ معظمہ پہونچے ۔ وہاں سات سال مقیم رہے امام عارف شیخ عفیف الدین ابی محمد عبداللہ بن اسعد الیافعی المتوفی سنه ۷٦۸ ھ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اسکے بعد شیراز۔ یزد۔ مشہد۔ سمرقند اورهرات کا سفر کرتے ہوئے کرمان میں آئے ۔ اور یہاں کے قریہ ماهان میں اپنی زندگی کے آخری پچیس سال گذارے ۔ ۲۲ یا ۲۵ رجب سنه ۸۳۴ ھ کو ایکسو چار برس کی عمر میں انتقال فرمایا ۔ ماهان میں مدفون ہوئے ۔ لنگر خانہ ۔ خانقاہ اور گنبد زر کثیر صرف کرکے سلطان احمد شاہ بہمنی نے تعمیر کرایا ۔

شاهصاحب فارسی میں شعر خوب کہتے تھے ۔ دولت شاہ سمرقندی نے طبقہ هشتم کے مشاهیر شعراء میں آپکو شمار کیا ہے ۔ شاهصاحب کا دیوان بلاد عجم میں نہایت مشہور ہے اور دوبار طهران میں چھپا ہے ۔ علاوہ اسکے شاهصاحب نے تصوف کے اسرار و حقایق پر نثر میں بہت سے چھوٹے چھوٹے رسالے تصنیف کئے ہیں ۔ صاحب ریاض السیاحہ نے شاهصاحب کے ایکسو تین رسالوں کی فہرست نام بنام نقل کی ہے ۔ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کے کتب خانے میں دو مجموعے ہیں ۔ Nd. 16. Oa. 71. ان میں سے ایک میں پچھتر اور دوسرے میں گیارہ جملہ چھیاسی رسالے موجود ہیں ۔

حاجی زین العابدین شیروانی نے ریاض السیاحہ میں شاهصاحب کے سوانحات تصنیفات اور طریقہ نعمتہ اللهیہ کے آداب کو نہائت تفصیل سے بیان کیا ہے شاهصاحب کے احوال وآثار کی نسبت بعض اهم مصادر یہ ہیں ۔ (۱) دولت شاہ سمرقندی ۔ تذکرۃ الشعراء ۔ طبع یورپ صفحہ ۳۳۳ طبع بمبئی سنه ۱۳۰۰ ھ صفحہ ۱۴٦ ۔ طبع لاهور سنه ۱۹۲۴ع صفحہ ۲۲٦ (۲) خوند میر - حبیب السیر ۔ جلد سوم ۔ جز سوم صفحہ ۱۴۳ (۳) لطف علی آذر ۔ آتشکدہ ۔ طبع بمبئی صفحہ ۱۲۵ (۴) زین العابدین شیروانی ۔ ریاض السیاحہ ۔ طبع اصفهان سنه ۱۳۳۱ھ صفحہ ۲۳۳ تا صفحہ ۲۴۱ ۔ بستان السیاحہ ۔ طبع طهران چاپ دوم صفحہ ۵۲۸ (۵) امیرالشعراء مرزارضاقلی خان هدایت ۔ ریاض العارفین ۔ طبع طهران ۔ چاپ سربی صفحہ ۲۴۱ (٦) قدرت اللہ خان گوپاموی ۔ نتائج الافکار ۔ طبع مدراس صفحہ ۴۲۳ (۷) *Browne*. A History of Persian Literature under Tator Dominions, p. 463. (۸) *Ethe*, Neupersische Litterature, in Grundriss der Iranischen Philologie, Vol. II. p. 299.

234 ــ تاریخ فرشتہ ۔ طبع بمبئی ۔ جلد اول صفحہ ٦۳۳ ۔ صفحہ ٦۳۴

کی کہ اپنے فرزند کو دکن میں روانہ فرمائیں۔ شاہ صاحب کو فرزند کی جدائی شاق گزری اس لئے اپنے پوتے میر نوراللہ فرزند شاہ خلیل اللہ کو روانہ فرمایا۔ سلطان نے میر نوراللہ کو ملك المشائخ کا خطاب دیکر دکن کے تمام مشائخین پر ترجیح دی اور ان سے اپنی دختر کا عقد بھی کر دیا 235۔ سنہ ۸۳۴ ھ میں شاہ صاحب نے ماہان میں انتقال فرمایا 236 تو ان کے فرزند برھان الدین شاہ خلیل اللہ اپنے دوسرے دو فرزند شاہ حبیب اللہ اور شاہ محب اللہ کو ساتھ لیکر بیدر میں تشریف لائے۔ سلطان نے شاہ خلیل اللہ سے خلافت حاصل کی 237۔ اور اپنی دوسری دختر کا نکاح شاہ حبیب اللہ سے کر دیا اور اپنے جانشین علاءالدین احمد شاہ کی دختر شاہ محب اللہ سے منسوب کی 238۔ اس طرح پر شاہ نعمت اللہ کی اولاد بھمنی خاندان سے منسلك ہوگئی۔ اور اس کی وجہ سے بھمنی خاندان شیعت سے متاثر ہوگیا 239۔

---

235 - تاریخ فرشتہ - جلد اول صفحہ ٦٣٢۔

236 - شاہصاحب کا سنہ وفات دولت شاہ سمرقندی نے سنہ ۸۲۷ سبع و عشرین و ثمان ماتہ بتایا ھے (تذکرہ دولت شاہ طبع یورپ صفحہ ۳۳٦) برھان ماثر میں سنہ ۸۴۳ ثلث واربعین و ثمان ماتہ لکھاھوا ھے۔ (کتاب مذکور صفحہ ٦٥) لیکن یہ دونوں سنہ غلط ھیں۔ صحیح تاریخ بست و پنجم ماہ رجب سنہ ۸۳۴ اربع و ثلثین وثمان ماتہ ھے جس کو حبیب السیر کے مصنف نے بیان کیاھے (کتاب مذکور - جلد سوم - جز سوم صفحہ ۱۴۳)

237 - شاہ خلیل اللہ نے سلطان کو جو خلافت نامہ عنایت فرمایا تھا - وہ سلطان کے گنبد میں اسطرح منقوش ھے - سلطان احمد شاہ ولی البھمنی مرید و خلیفہ شاہ خلیل اللہ - خلیفہ سید شاہ نورالدین نعمت اللہ ولی خلیفہ کمال الدین الکوفی خلیفہ الفتوح السعیدی خلیفہ ابو المد بن المغربی خلیفہ ابوالبرکات ابو سعید الاندلسی خلیفہ ابو الفضل البغدادی خلیفہ شیخ احمد الغزالی خلیفہ ابو بکر النساخ خلیفہ شیخ ابوالقاسم خلیفہ ابوعلی الکاتب خلیفہ ابو علی رود باری خلیفہ جنید بغدادی خلیفہ سری سقطی خلیفہ معروف کرخی خلیفہ داؤد طائی خلیفہ حبیب عجمی خلیفہ حسن بصری خلیفہ امیرالمومنین علی مرتضی علیہ السلام بن ابی طالب

238 - تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ٦۳٥

239 - شاہ برھان الدین خلیل اللہ بن شاہ نعمت اللہ ولی۔ محمد مجیب ناگوری (جس نے آمبور کے معرکہ میں نواب انورالدین خاں صوبہ دار ارکاٹ کے ھمراہ ۱٥ شعبان سنہ ۱۱٦۲ ھ کو شہادت پائی ھے) اپنی کتاب الاعراس میں شاہ خلیل اللہ کو اھل تشیع کا مجتھد بتایا ھے (کتاب مذکور صفحہ ۷۱) شاہ صاحب سلطان علاءالدین احمد شاہ کے پیرو مرشد تھے (برھان ماثر صفحہ ۷٥) سلطان علاءالدین کی مہم بیجا نگر (سنہ ۸۴۷ ھ) کے بعد آپ نے انتقال فرمایا (برھان ماثر صفحہ ۸۱) بیدر سے دو کوس کے فاصلے پر موضع اشٹور میں بھمنی مقبرون کے قریب مدفون ھوئے - لوح مزار پر ناد علی جو شیعوں کا اسم اعظم ھے خط ثلث میں کندہ ھے -

شاہ نوراللہ نے اوس زمانہ میں انتقال فرمایا جبکہ آپ کے والد شاہ خلیل اللہ ولایت سے بیدر میں تشریف فرما ھوئے تھے (برھان ماثر صفحہ ٦٥)

شاہ نعمت اللہ کے مریدوں کی تعداد تیس لاکھ سے کم نہیں تھی[240] ۔ ان میں صرف سادات صحیح النسب دس لاکھ سے زیادہ تھے ۔ سلطان شہاب الدین احمد شاہ جب شاھصاحب کے ارادت مندوں میں شامل ھوگیا اور شاھصاحب کی اولاد دکن میں آکر آباد ھوگئی تو ان کی وجہ سے شاھصاحب کے مریدوں کی جماعت کثیر دکن میں چلی آئی ۔ اور اس تقریب سے مذھب شیعہ نویں صدی ھجری کے اوایل سے سرزمین دکن میں پھیلنا شروع ھوگیا ۔

سلطان علاءالدین احمد شاہ کے عہد میں اھل تشیع کے جو گروہ ایران سے بیدر میں آئے تھے ان میں ممتاز ترھستی خواجہ محمود گاوان کی ھے ۔ وہ وزرائے گیلان کی اولاد سے تھا ۔ شاہ محب اللہ کی ملاقات کیلئے دکن میں آیا ۔ سلاطین بہمنیہ کے دربار میں آکر وزارت کے عہدۂ جلیلہ تک پہونچ گیا ۔ سرکاری تحریرات میں اس کے القاب اسطرح لکھے جاتے تھے ۔ حضرت مجلس کریم ۔ سید عظیم ھمایون اعظم ۔ صاحب السیف والقلم ۔ مخدوم جہانیان ۔ معتمد بارگاہ سلطان ۔ آصف جم نشان ۔ امیر الامرا ۔ ملك نائب ۔ ملك التجار ۔ خواجہ جہان محمود گاوان ۔

خراسان کے مشہور علم دوست بادشاہ ابوالغازی سلطان حسین بایقرا (سنہ۸۷۸ سنہ۹۱۲) نے خواجہ جہان کو اپنے دربار میں طلب کیا اور ھمراہ لانے کیلئے مولانا سید کاظم کو ھرات سے براہ قندھار و لاھور بیدر بھیجا ۔ لیکن محمد شاہ بہمنی نے خواجہ جہان کو ھرات جانے کی اجازت نہیں دی ۔ اور خواجہ نے

سلطان علاءالدین احمد شاہ کی دختر کا نام جس کا شاہ محب اللہ سے عقد ھوا تھا خوانزہ تیرا ھے (برھان ماثر صفحہ ۸۱)

سلطان شہاب الدین احمد شاہ نے قصبہ بیڑ شاہ حبیب اللہ کو بطور جاگیر عنایت کیا تھا ۔ اور یہان شاھصاحب نے اپنے بھائی محب اللہ کیلئے ایك محل بھی تعمیر کرایا تھا (تاریخ فرشتہ جلداول صفحہ ٦۳۵)

شاہ حبیب اللہ درجہ امارت پر فائز تھے ۔ سلطان علاءالدین کی وفات کے بعد ھمایونشاہ تخت نشین ھوا تو سلطان علاءالدین کے دوسرے فرزند حسن خاں نے بھائی کے خلاف بغاوت کی ۔ شاہ حبیب اللہ حسن خان کے طرفدار تھے ۔ شاھزادہ نے بدوران بغاوت انکو عہدہ وزارت پرنامزد کیا تھا ۔ دونوں بھائیوں کی معرکہ آرائی میں بیجاپور کے قریب شاہ حبیب اللہ نے شہادت پائی ۔ سید طاھر استرابادی نے اس واقعہ کی تاریخ نظم کی ھے جس سے سنہ۸٦۴ برآمد ھوتا ھے ۔

مہ شعبان شہادت یافت در ھند — حبیب اللہ غازی طاب مثواۃ
روان طاھرش تاریخ می جست — برآمد روح پاك نعمت اللہ

240 - بستان السیاحۃ طبع- طھران صفحہ ۵۳۰ .

سلطان سے معذرت چاهی اور بہت سے تحفے اور هدئے دیکر مولانا سید کاظم کو واپس کردیا ۔ مشہور مورخ سید غیاث‌الدین خوندمیر نے جو خواجه جہاں کا معاصر هے اس واقعه کو بدین الفاظ بیان کیا هے ۔

> بموجب فرمان واجب الاذعان جهة رسالت خواجه عمادالدین محمود گاوان که مشهور است بخواجه‌جهان روئے توجه بجانب گلبرگه آورد ۔ و در وقت مراجعت از راه دریا بفارس رفته در شیراز رحل اقامت انداخت و هم دران ولایت سفر آخرت گشته خانه تن راه از مهمان‌خانه روح باز پرداخت ۔ (حبیب السیر ۔ جلد سوم جز سوم ۔ صفحه ۳۳۵) ۔

مورخ محمدقاسم فرشة نے قدرے تفصیل کے ساتهه اس کی اس طرح صراحت کی هے ۔

> دران مدت سلطان حسین مرزا بادشاه دارالملك هرات مولانا سیدکاظم را برسم رسالت از راه قندهار و لاهور نزد خواجه عمادالدین محمود فرستاده بوعدهائی بادشاهانه طالب مراجعت او بحضور خودگردید ۔ و خواجه می دانست که اثری بران مترتب نخواهد شد ۔ اما موجب آمدن سیدکاظم را بعرض سلطان محمد شاه رسانید و چون او رخصت معاودت باران نفرمود خواجه ناچار شده سیدکاظم را باعزاز و اکرام فراوان با تحف و هدایائے بسیار روانه درگاه بادشاه خراسان گردانید وعریضه نوشته خود معذرت خواست ۔ اما سیدکاظم در وقت مراجعت ازراه دریا بفارس رفته در شیرازرحل اقامت انداخت و هم دران ولایت عازم سفر آخرت گشت و خانه تن را از مهمان خانۂ روح باز پرداخت و آن تحف و هدایا بمقصد نرسیده درمیانه فوت شد ۔ (تاریخ فرشته ۔ طبع بمبئی جلد اول ۔ صفحه ٦٩٥)

مولانا عبدالرحمن جامی المتوفی سنه ۸۹۸ھ ۔ ملا شرف‌الدین علی یزدی المتوفی سنه ۸۵۸ھ اور قاضی جلال الدین محمد بن اسعدالدوانی المتوفی سنه ۹۰۷ھ سے خواجه جہان کے دوستانه مراسم تھے ۔ خواجه جہان نے مولانا جامی اور قاضی جلال‌الدین کو بیدر آنے کی دعوت بهی دی تهی ۔ لیکن ان حضرات نے بیدر آنے سے معذرت چاهی اور مولانا جامی نے اپنی مثنوی سبحةالابرار اور قاضی جلال نے اپنی ایك تازه تصنیف ”شرح هیاکل‌النور“ اپنے هاتهه سے لکهه کر بطور ارمغان خواجه جہان کے یہاں روانه کی ۔

اس عہد کے بڑے بڑے ارباب فضل و کمال خواجه جہان کے ندیم و مصاحب تھے ۔ مثلاً ملاّ سامعی ۔ ملاّ نظیری ۔ سید طاهر استرآبادی ۔ شیخ شمس‌الدین جرجانی ۔ سیدالعلما ملاّ سلامت الله اوحدی ۔ ملاّ عبدالکریم همدانی وغیره

ملا نظیری کو خواجه جہان نے دربار بہمنیه کا ملك الشعرا بنایا تھا ۔ ملا سامعی نے ملا آذری کے بہمن نامه میں زمانه مابعد کے واقعات اضافه کئے تھے ۔ ملا عبدالکریم نے محمود شاہ بہمنی کی تاریخ لکھی تھی اور اس میں خواجه جہان کے سوانحات زندگی کو قلم بند کر کے اپنی احسان مندی کا اظہار کیا تھا ۔

خواجه جہان خود بھی بہت اچھا شاعر اور مصنف تھا ۔ اسکی تصنیفات سے اس وقت دو کتابیں موجود ہیں ۔ ایك مناظر الانشا ، جسمیں فن انشا کے آداب و ضوابط مرقوم ہیں ۔ دوسری ریاض الانشا ، جسمیں خود خواجه جہان نے اپنے مکتوبات جمع کئے ہیں ۔ خواجه جہان کے عربی و فارسی کلام کا مجموعه جسکو ملا سامعی نے مرتب کیا تھا افسوس ہے که ناپید ہوگیا ہے ۔ لیکن اسکے متفرق اشعار علی بن طیفور مکی نے حدایق السلاطین میں نقل کئے ہیں ۔

خواجه جہان نے بیدر میں ایك رفیع الشان مدرسه تعمیر کرایا جو اس وقت بھی موجود ہے اس میں درس دینے کیلئے ایران و عراق سے بڑے بڑے علماء بلائے تھے ۔ طلبا و اساتذہ دونوں مدرسه میں ہی رہا کرتے تھے ۔ اور ان کے جملہ اخراجات خواجه جہان کے وقف سے ملا کرتے تھے ۔ محرم کے عشرۂ اول میں مدرسه میں عزاداری کی مجالس منعقد ہوا کرتی تھیں جسمیں ملا سامعی ۔ سید العلما شیخ سلامت اللہ اور خود خواجه جہان ، کربلا کے واقعات اور جناب سیدالشہدا کے مصائب دس روز تك نماز عصر کے بعد بیان کیا کرتے تھے ۔

یوسف عادل شاہ (سنه ۸۹۵ھ سنه ۹۱٦ھ) بانی سلطنت بیجاپور اور اس کے اجداد سنی مذہب کے پابند تھے ۔ لیکن اس نے خواجه جہان محمود گاوان کے اثر صحبت سے شیعه مذہب قبول کرلیا تھا ۔ سنه ۸۹۵ھ میں جب اس نے سلاطین بہمنیه کی اطاعت سے انحراف کیا تو اپنی مملکت میں شیعه مذہب کو رواج دینے کا اراده کیا ۔ لیکن اس کے درباری امرا اور گرد و پیش کے حکام سب سنی مذہب کے تھے ۔ اس لئے اپنے ارادے کو پورا کرنے میں کئی سال پس و پیش کرتا رہا ۔ یہاں تك که شاہ اسمعیل صفوی (سنه ۹۰۷ھ سنه ۹۳۰ھ) نے سنه ۹۰۷ھ میں تمام ممالك ایران میں آئمہ اثنی عشر علیہم السلام کے نام کا شیعه خطبه پڑھوایا[241] ۔ اور اس کی

241- احسن التواریخ ۔ طبع کلکته ۔ صفحه ١٦

اطلاع یوسف عادلشاہ کو ہوئی تو اس نے بھی ہمت و استقلال سے کام لیکر سنہ ۹۰۸ھ میں اپنی مملکت میں اثنی عشری خطبہ کو رواج دیا[242] اور بے شمار تحائف و تبرکات دیکر سید احمد ہروی کو شاہ اسمعیل صفوی کی خدمت میں روانہ کیا اور ملک دکن میں آئمہ اثنی عشر کے نام سے خطبہ پڑھوانے کی اطلاع دی۔[243]

شاہ اسمعیل صفوی نے تخت نشین ہونے کے بعد اطراف عالم میں سلاطین وقت کے یہاں اپنے ایلچی روانہ کئے۔ جو ایلچی گجرات اور بیجانگر میں آئے تھے ان کی بڑی خاطر تواضع ہوئی۔ جو ایلچی محمود شاہ بہمنی (سنہ ۸۸۷ھ سنہ ۹۲۴ھ) کے یہاں آیا تھا۔ دو سال تک کس مپرسی کی حالت میں رہا۔ اور جب اسمعیل عادل شاہ سنہ ۹۱۶ھ سنہ ۹۴۱ھ نے توجہ دلائی تو بادشاہ نے واپس جانے کی اجازت دی ایلچی بیدر سے نکل کر بیجاپور میں آیا۔ اسمعیل عادلشاہ نے اس کی بڑی عزت کی۔ براہ سمندر مصطفےٰآباد دابل سے ایران کی جانب روانہ کیا۔ جب شاہ اسمعیل صفوی کو اسمعیل عادلشاہ کے اس حسن سلوک کا حال معلوم ہوا تو اپنے ایک ایلچی ابراہیم ترکمان کو اسمعیل عادل شاہ کے یہاں روانہ کیا اور اس کے ذریعہ اپنا مکتوب خاص بھیجا اور اس کا سرنامہ اس طرح تحریر کیا۔ 'مجد السلطنة والحشمة والشوکتہ والاقبال اسمعیل عادلشاہ' ان القاب سے اسمعیل عادلشاہ بے حد خوش ہوا اور حکم دیا کہ جمعہ اور عیدین کو منبروں پر شاہ اسمعیل صفوی کی سلامتی کیلئے دعا کی جائے۔ نیز یہ بھی حکم دیا کہ عادلشاھی لشکر قزلباشوں کی طرح سرخ رنگ کا بارہ گوشے والا تاج[244] پہنا کرے اور جس کے سر پر یہ تاج نہ ہو اسے دربار میں

242۔ مورخ فرشتہ نے لکھا ھے کہ سنہ ۹۰۸ھ کے ماہ ذی الحجہ میں جمعہ کے روز یوسف عادل شاہ بیجاپور کے قلعہ ارک کی جامع مسجد میں آیا ۔ اور بادشاہ کے حکم سے نقیب خان نے جو سادات مدینہ سے تھا منبر پر چڑھ کر اذان میں اشھد ان علیا ولی اللہ کے الفاظ اضافہ کئے۔ اسکے بعد خطیب نے أئمہ اثنی عشر علیہم السلام کے نام کا خطبہ پڑھا۔ اور خطبہ سے خلفائے ثلثہ کے نام خارج کردئے۔ یہ پہلی مرتبہ ھے کہ ھندوستان میں شیعہ مذھب کا خطبہ پڑھا گیا۔ لیکن بادشاہ نے قابل تعریف کام یہ کیا کہ تمام ملک میں نہائت سختی کیساتھ حکم دیدیا کہ کوچہ و بازار میں کوئی شخص شیعہ مذھب کا تذکرہ نہ کرے اور نہ اصحاب ثلثہ کی نسبت صراحۃ یا کنایتہ حقارت کا کوئی لفظ زبان سے نکالے۔ (تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۹۸)۔

243۔ تاریخ فرشتہ۔ جلد دوم ص ۲۲

244۔ شاہ اسمعیل صفوی کے والد شاہ حیدر بن شاہ ابراھیم صفوی سرخ رنگ کا تاج دوازدہ ترک پہنا کرتے تھے۔ اور اپنے مریدوں کو بھی اسی تاج کے پہننے کا حکم دیا تھا۔

آنے کی اجازت نہ دی جائے۔ اور جو سپاھی اس تاج کے علاوہ دوسری پگڑی پہن کر بازار میں آئے اس کی پگڑی پھینك دی جائے اور اس سے بارہ بکریاں جرمانہ میں لی جائیں[245]۔

اسمعیل عادل شاہ کے بعد ابراھیم عادلشاہ (سنہ ۹۴۱ھ سنہ ۹۶۵ھ) نے تخت نشین ھوکر سنی مذھب اختیار کرلیا اور ملك میں سنیوں کے طور و طریق جاری کئے۔

و او نخستین کسی ست کہ ازآں دو دمان کہ از کیش پدر وجد اجتناب نمودہ اسامی آئمہ اثنا عشر از خطبہ برآوردہ ملت حضرت امام ابو حنفیہ را رواج داد — و شمار طایفہ امامیہ را برطرف ساختہ تاج سرخ دوازدہ ترك راکہ دران عصر از شعار سپہ شیعہ بود فرمود کہ کسی بر سر ننھند۔

شاہ طہماسپ صفوی (سنہ ۹۳۰ھ سنہ ۹۸۴ھ) نے ابراھیم عادلشاہ کی شجاعت و دلاوری کی بڑی تعریف و توصیف کی ھے۔ چنانچہ ملا رفیع الدین شیرازی نے تذکرۃالملوك میں لکھا ھے۔

مشھور است کہ بادشاہ دین پناہ شاہ طھماسپ بن شاہ اسمعیل بادشاہ ایران مکرمی فرمودہ اندکہ از بادشاھانی کہ در عالم مشھور بشجاعت و دلاوری قرین خود ندارند یکے از اسباب ترك است و دیگرے ابراھیم عادلشاہ دکنی کہ ھمیشہ بدست خود در معارك شمشیرے می زدہ اند۔

ابراھیم عادلشاہ اول کا فرزند علی عادلشاہ اول (سنہ ۹۶۵ھ سنہ ۹۸۸ھ)

سلطان حیدر تاجی از سقرلات قرمزی کہ مشتمل بود بر دوازدہ ترك بر تارك مبارك می نہاد و ھرکس بدست ارادت در دامن دولتش می آویخت از ھمان جنس افسری بوی میداد (حبیب السیر جلد سوم۔ جز چہارم در اغاز تذکرہ شاہ اسمعیل صفوی صفحہ ۱۳)

شاہ اسمعیل صفوی نے بادشاہ ھونے کے بعد حکم دیا کہ جو آدمی مذھب اثنا عشری کو اختیار کریں وہ سرخ رنگ کا تاج دوازدہ ترك پہنا کریں۔

حضرت اعلیٰ نزول اجلال در دارالسلطنت تبریز فرمودند و سریر سلطنت آذربائیجان بشکوہ بادشاھی ایشان زیب و زینت گرفت و روس منابر و وجوہ دنانیر بنام ھدایت فرجام دوازدہ امام علیھم السلام والقاب ھمایون مشرف گشت ومردم بمذھب اھل بیت در آمدند بتاج وھاج دوازدہ امام علیھم السلام کہ از سقرلات قرمزی ترتیب یافتہ سرفراز شدند (لب التواریخ۔ طبع طھران صفحہ ۲۴۲)

اسی تاج کی وجہ سے ایران کے شیعوں خصوصاً ایرانی فوج کو ترکی میں قزلباش کہتے ھیں۔

245۔ تاریخ فرشتہ۔ طبع بمبئی۔ جلد دوم۔ ص ۳۳

ملا فتح اللہ شیرازی 246 کا شاگرد تہا اور اس نے اپنے استاد سے مذہب شیعہ کی تعلیم خوب حاصل کی تہی - اس نے تخت نشین ہونے کے بعد ملک میں شیعہ مذہب کو پہر رائج کردیا اور سنیوں کا خطبہ جسمیں خلفائے اربعہ کے نام تہے موقوف کر کے ائمہ اثنی عشر علیہم السلام کے نام سے مساجد میں خطبہ پڑھوایا اور سکہ بہی ایسا مضروب کرایا کہ جس سے اس کا شیعہ ہونا ظاہر ہوتا ہے -

246 - عضدالدولہ امین الملك ملا فتح اللہ شیرازی - شیخ غیاث الدین منصور شیرازی کے شاگرد اور شیراز کے سادات عظام سے تہے - علوم ہئیت و ہندسہ و نجوم و رمل و حساب و طلسمات و نیرنجات و جراثقال کے یگانہ عصر عالم تہے - سوا اسکے علوم نقلیہ سے تفسیر و حدیث و کلام میں بہی ان کو کمال مہارت تہی - عادل شاہ نے زاد راہ کیلئے زر خطیر بہیجکر شیراز سے بیجاپور میں بلایا تہا - علی عادل شاہ کی وفات کے بعد سنہ ۹۹۱ھ میں شہنشاہ اکبر کے طلب کرنے پر بیجاپور سے فتح پور میں آئے - شہنشاہ نے انکو ابتداء میں صدارت کا عہدہ سرفراز کیا - سنہ ۹۹۲ ھ میں دارالضرب کے افسراعلی بنائے گئے - سکون کی قیمت میں جوکمی و بیشی ہوا کرتی تہی اسکے لئے ایك جدید قانون مرتب کیا - جو ان کے خاندیس جانے تك نافذ رہا - سنہ ۹۹۳ھ میں امین الملك کا خطاب ملا اور مہمات ملکی و مالی میں راجہ توڈرمل کے شریك قرار پائے - اس کے چند ماہ بعد شہنشاہ نے عضدالدولہ کا خطاب دیکر راجہ علی خان والی خاندیس کی رہنموئی کیلئے برہان پور بہیجا - اسکے ایك سال بعد گجرات کے صدر مقرر ہوئے - سنہ ۹۹۷ ھ میں کشمیر میں انتقال کیا - شہنشاہ کے حکم سے کوہ سلیمان کی چوٹی پر مدفون ہوئے - ان کے انتقال سے شہنشاہ کو سخت صدمہ ہوا - جب کبہی شہنشاہ انکو یاد کرتا توکہا کرتا تہا کہ ' وکیل و حکیم و طبیب و منجم ما بود ' ملا عبدالقادر بدایونی نے اپنی تاریخ میں انکی تاریخ وفات فرشتہ بود نقل کی ہے- ملا فیضی نے ان کا جان گداز مرثیہ لکھا ہے جسکے چند بیت یہ ہیں -

دگر ہنگام آن آمد کہ عالم از نظام افتد جہان عقل را در نیم ارزعلم شام افتد
ہمہ گنجینہ اقبال در دست لیام آید ہمہ خونابۂ ادبار درکاس کرام افتد
حقیقت گم کند سر رشتہ تحقیق مقصد را معانی از بیان ماند روابط از کلام افتد
زبان جہل افتد بے محابا در سخن رانی مطالب نا درست آمد - دلائل ناتمام افتد
دل مستکملان دہر در نقص ابد ماند چونارس میوہ کز شاخ ناگہ نیم خام افتد
گرامی امہات فضل را فرزند روحانی ابوالا بآئی ممی شاہ فتح اللہ شیرازی
دوصد بونصر رفت و بوعلی تا او پدید آمد بسے دارد قضا درتہ دکان زین گونہ برازی
گہے با محمل منشائیان گرد زمین گردی گہے با مرکب اشراقیان گرد فلك تازی
مباہات از وجود کامل او بود دوران را بدوران جلال الدین محمد اکبر غازی
شہنشاہ جہان را از وفاتش دیدہ پرنم شد سکندر اشك حسرت ریخت کافلاطون زعالم شد

ملاّ صاحب نے مختلف فنون میں اچہی اچہی کتابیں تصنیف کی ہیں - مثلا ابن سینا کے قانون فی الطب کی شرح فارسی میں لکہی - تاریخ الفی کے لئے سال دوم کے حالات مدون کئے - شہنشاہ کے حکم سے سنہ ۹۹۲ میں تاریخ الہی وضع کی - دو طرح کی چکیاں ایجاد کیں - ایك ہوا سے چلتی تہی - دوسری ارابہ سے - ایك آئینہ بنایا جسمیں دور و نزدیك سے عجیب و غریب تماشے نظر آتے تہے - ایك بندوق بنائی جس سے وقت واحد میں بارہ گولیاں فیر ہوتی تہیں -

(۱) اکبر نامہ طبع لکہنو - جلد سوم ص۳۹۳ - ص ۴۶۳ - ص ۴۷۴ ص ۵۸۷ -

(۲) آئین اکبری - طبع لکہنو سنہ ۱۸۶۹ ء جلد اول ص ۳۲ و ص ۲۹۱ و ص ۲۹۳ - ترجمہ انگریزی - Blochmann's translation, Calcutta, 1878, Vol. I. pp. 33-528-540.

علی عادلشاہ کا سکہ[247]

اسد اللہ الغالب ——— علی ابن ابی طالب

علی عادلشاہ کے جانشین ابراھیم عادلشاہ ثانی (سنہ ۹۸۸ھ - سنہ ۱۰۳۷ھ) کا پیشوا دلاور خان سنی مذھب اور حنفی مسلك کا پابند تھا - اس نے سلطان ابراھیم کی تعلیم کے لئے اپنے بڑے فرزند محمد خان کو مقرر کیا تھا تاکہ قرآن شریف اور گلستان بوستان پڑھایا کرے[248] اور اس کے ساتھہ ایسے آدمی متعین کئے جو بادشاہ کو سنی مذھب کی باتین اور حنفی مسلك کے مسایل سکھایا کرتے تھے - اس کا نتیجہ یہ ھوا کہ سلطان ابراھیم نے شیعہ مذھب کو چھوڑ کر سنیوں کے طور و طریق اختیار کر لئے -

محمد خان کی صحبت میں علما اور شعراء رھا کرتے تھے - محمد خان سلطان کی صحبت میں اکثر اوقات علمی تذکرے کیا کرتا تھا - دلاور خان نہ صرف ذی علم تھا بلکہ ارباب علم سے بھی اسکو غایت درجہ دلچسپی تھی - اس نے گجرات اور لاھور سے سنی علماء کو بلا کر اپنا ندیم و مصاحب بنایا تھا - اس کے مکان میں تمام دن علماء جمع رھتے - تفسیر، حدیث، فقہ کی کتابیں پڑھتے علمی مسایل تحقیق کیا کرتے اور تفسیر کبیر کے مضامین پر خوب مباحثے ھوا کرتے تھے[249] -

علامہ ابن حجر المکی شیخ شھاب الدین احمد بن محمد الھیثمی المتوفی سنہ ۹۷۴ھ نے سنہ ۹۵۰ھ میں صواعق الحرقہ فی رد اھل البدع والزندقہ، کے نام سے ایك کتاب شیعون کے رد میں لکھی - اسکا نسخہ بیجاپور میں منگا کر دلاور خان نے کمال الدین بن فخر الدین جھرمی سے فارسی میں ترجمہ کرایا - یہ ترجمہ جیسا کہ دیباچہ میں مرقوم ھے سنہ ۹۹۴ھ میں تمام ھوا اور مترجم نے اس کا نام براھین قاطعہ رکھا[250] -

---

247- G.P. Taylor, *Coins of the Adil Shahi Dynasty of Bijapur, Type, 1, Numismatic Supplement, No. XV. J.A.S.B., vol. vi. No. 11. N. S., p. 681.*

248- تاریخ فرشتہ جلد دوم - ص۱۸۹

249- تاریخ فرشتہ - جلد دوم ص ۱۹۰ -

250- صواعق محرقہ کا یہ ترجمہ لاھور کے مطبع محمدی میں چھپ گیا ھے -

سنہ ۹۹۰ھ میں دلاور خان نے پیشوا ہونے کی حیثیت سے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی[251] - اور اسی زمانہ میں شیعہ مذہب کو موقوف کر کے سنی مذہب کو رواج دیا - اور مساجد میں اصحاب کبار کے نام کا خطبہ پڑھوانے لگا -

مذہب امامیہ را ازمیان برداشتہ مذہب اہل سنت و جماعت رواج داد - تاریخ فرشتہ - جلد دوم - صفحہ ۱۰۷ -

دلاور خان چون حنفی مذہب بود شعار مذہب شیعہ بر طرف ساختہ خطبہ حضرات اصحاب کبار می خواند - تاریخ فرشتہ - جلد دوم صفحہ ۱۲۸ -

سنہ ۹۹۸ھ میں دلاور خان امور سلطنت سے بیدخل کر دیا گیا[252] - اس کے بعد امرائے سلطنت میں سلطان ابراہیم کے مذہب کی نسبت بحث پیدا ہوگئی - بعضوں نے کہا کہ بادشاہ کا مذہب سنی ہے - اور بعضوں نے گمان کیا کہ سلطان اپنے باپ اور چچا یعنی شہزادہ طہماسپ اور علی عادلشاہ کی طرح شیعہ مذہب کا پیرو ہے - آخر الامر تمام امرا نے اسپر اتفاق کرلیا کہ سلطان کا مذہب شیعہ ہے - اور سبھوں نے متفق ہوکر ایک روز ظہر کی نماز میں شیعوں کے طریقہ پر اذان میں اشہد ان علیاً ولی اللہ کو داخل کردیا - اسکے سننے سے سلطان خشمناک ہوا حکم دیا کہ جن لوگوں نے یہ حرکت کی ہے اون کی نہ صرف اہانت کی جائے بلکہ مواخذہ بھی کیا جائے -

برخی را گمان کہ بادشاہ عدالت پناہ درحنفی مذہب خواہد بود و برخی را از آن مظنہ کہ چون عم آنحضرت عادلشاہ و پدر اوشاہ طہماسپ شیعہ مذہب بودند اورانیز بر مذہب ایشان خواہد بود - شق اخیر بطبع مخادیم موافق ترآمدہ یقین کردند کہ بادشاہ شیعہ است.......... چندان سعی کردند کہ موذنان درآن روز بانگ ظہر بطریق شیعہ مذہب گفتہ اشہد ان علیاً ولی اللہ داخل اذان گردانیدند - و بادشاہ ستودہ خصال کہ حنفی مذہب بود از شنیدن آن خشمناک شدہ حکم کرد کہ کسانیکہ باعث این امر نداہانست نمودہ مواخذہ سازند - تاریخ فرشتہ - جلد دوم صفحہ ۱۲۸ -

سلطان ابراہیم کو موسیقی کا بڑا شوق تھا - اور اس نے گانے بجانے میں انتہائی درجے کا کمال حاصل کرلیا تھا - اس کے دربار میں تین چار ہزار گوئندے -

---

251- تاریخ فرشتہ - جلد دوم ص ۱۰۷

252- تاریخ فرشتہ - جلد دوم ص ۱۰۷

سازندے اور نوازندے ملازم تھے[253]۔ اپنی خوش الحانی کو برقرار رکھنے کیلئے ہندو گویوں کی پیروی میں اس نے بھی سرسوتی دیوی کی پرستش شروع کردی تھی[254]۔ اسی زمانہ میں نائب رسول اللہ سید شاہ صبغۃاللہ بھروچی[255] مدینہ منورہ سے بیجاپور میں تشریف فرما ہوئے۔ اور آپ کے ارشاد و ھدایت فرمانے سے سلطان نے اس مذموم حرکت سے توبہ کی[256]۔ شاہ صاحب بیجاپور میں پانچ سال مقیم رہے۔ اس دوران میں آپ نے بادشاہ کو تین باتوں کی جانب متوجہ فرمایا۔ اول تمام ملک میں شراب خواری بند کردی جائے۔ دوم فاحشہ عورتوں کو نکاح کرنے کا حکم دیا جائے۔ سوم شیعوں کو کسی علاقہ کا حاکم نہ بنایا جائے[257]۔

سلطان ابراھیم کے چار فرزند تھے۔ پہلا درویش بادشاہ۔ اسکی ماں ملکہ جہاں چاند سلطانہ ابراھیم قطب شاہ کی بیٹی اور محمد قلی قطب شاہ کی بہن تھی[258]۔ اور ماں کے اثر تربیت نے اسکو شیعہ مذھب کیطرف حد سے زیادہ مایل کردیا تھا۔ دوسرا سلطان محمد۔ اسکی ماں تاج سلطان تھی۔ سید شاہ صبغۃ اللہ کے خلیفہ ملا

---

253 بساتین السلاطین۔ ص ۲۵۱ و ۲۵۲

254۔ بساتین السلاطین۔ ص ۲۷۵ و ۲۷۶

255۔ سید شاہ صبغۃاللہ بن روح اللہ الحسینی النقشبندی البروچی۔ امین محبی نے خلاصۃالاثر میں آپ کے تذکرہ احوال کی ابتداء اسطرح کی ھے۔ الاستاد الکبیر العارف باللہ تعالی کان افرادالزمان فی المعارف الالھیہ ولہ الیدالطولی فی انواع الفنون ۔ گجرات کے شہر بھروچ میں پیدا ہوئے۔ شیخ کبیر سید وجیہ الدین گجراتی سے جو شیخ محمد غوث گوالیری کے شاگرد ھیں علوم ظاھری و باطنی کی تحصیل کی۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو حج و زیارت کیلئے تشریف لیگئے۔ کچھ عرصہ کے بعد سنہ ۹۹۹ھ کے اوایل میں وطن کو واپس آئے۔ مالوہ۔ احمد نگر اور بیجاپور کی سیاحت کرتے ہوئے سنہ ۱۰۰۵ھ میں پھر مدینہ منورہ کو چلے گئے۔ پانچ وقت مسجد نبوی میں تشریف لاکر حجرہ نبوی کے شباك شرقی میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ ۱۶ جمادی الاول سنہ ۱۰۱۵ھ کو انتقال فرمایا۔ جنت البقیع میں مدفون ہوے۔ آپکی تصنیفات سے کتب ذیل بہت مشہور ھیں۔ (۱) تفسیر بیضاوی کا حاشیہ جو بلاد روم میں متداول ھے (۲) شیخ محمد غوث گوالیری کے جواھر خمسہ کا عربی ترجمہ جو بلاد عرب میں نہایت مشہور ھے۔ شیخ احمد شناوی نے اسپر حواشی لکھے ھیں (۳) مراۃالحقایق کی شرح موسوم بہ آرا الدقایق (۴) ایك رسالہ وحدۃالوجود کی تحقیق میں (۵) ایك رسالہ احکام جفر کی تشریح میں۔ شیخ محمد عقیلی نے لسان الزمان میں آپ کا مفصل تذکرہ لکھا ھے (۱) امین محبی۔ خلاصۃالاثر۔ جلد ثانی صفحہ ۲۴۳ (۲) آزاد بلگرامی۔ سبحۃ المرجان صفحہ ۴۶۔ ماثرالکرام صفحہ ۴۰ (۳) صدیق حسن خان۔ ابجدالعلوم۔ جلد ثالث۔ صفحہ ۸۹۸۔

256۔ بساتین السلاطین۔ صفحہ ۲۷۵۔ صفحہ ۲۷۶۔ صفحہ ۲۷۷۔

257۔ بساتین السلاطین۔ صفحہ ۲۷۸۔

258۔ حدیقۃ۔ العالم۔ جلد اول صفحہ ۲۱۳ و بساتین السلاطین صفحہ ۱۹۱۔

حبیب اللہ اسکے استاد تھے [259] - اور انکی تعلیم و تربیت نے سلطان محمد کو پکا حنفی بنادیا تھا - تیسرا سلطان سلیمان - اسکی ماں کا نام کمال خاتون تھا - چوتھا لڑکا سندر محل کے بطن سے پیدا ہوا تھا - یہ چاروں رشید اور لایق تھے [260] -

ابراھیم جب مرض الموت میں مبتلا ہوا اور اسکو مرنے کا یقین ہوگیا تو اپنے ایک امیر مرزا محمد امین لاری کو خلوت میں بلایا اور وصیت کی کہ درویش بادشاہ اگر بادشاہ ہوجائے تو میرا خاندان بھی قطب شاہی خاندان کی طرح شیعہ ہوجائے گا - اس وجہ سے میں درویش بادشاہ کی بادشاہت سے راضی نہیں ہوں - اسکے علاوہ میری اولاد میں صرف سلطان محمد حکومت کے لایق ھے - میرے بعد آسے تخت نشین کرنا اور میں تجھے اس کام کا ذمہ دار اور مختار کرتا ہوں -

در مرض موت از حیات مایوس شد - و مرزا محمد امین لاری را در خلوت طلبیده فرمود که٠٠٠٠٠٠٠٠٠٠دیانت الملك وغیره طرفداری درویش بادشاه می کنند - اگر بادشاهی بد و مسلم شود - در سلطنت خانه من هم چو خانه قطب شاه رواج غریبان اجنبی و شیعه خواهد شد - من از درویش بادشاه راضی نیستم بارها شمارا آگاه کرده ام درسائر فرزندان ارجمند من زیبنده دیهیم و سریر و سزاوار چتر و افسر سلطان محمد است باید که کمر خدمت و فدویت برمیان جان بسته بعد از من اورا به تخت نشانی و اوازم دولت خواهی و جان نثاری دقیقه فروگذاشت نکنی که ترا مختار این کار میکنم - بساتین السلاطین صفحه ۲۸۱ -

سلطان ابراھیم کی وصیت کے موافق سلطان محمد عادلشاہ پندرہ سال کی عمر میں ۱۱ محرم سنہ ۱۰۳۷ھ کو تخت نشین ہوا - یہ اور اس کا باپ سلطان ابراھیم دونوں سنی تھے - اور ان کے دربار میں علما فضلا سے زیادہ سادات و مشائخین کی قدر و منزلت تھی - جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ھے - ان کا آبائی مذھب شیعہ تھا - اور ان کے درباری امرا میں ایران کے شیعہ یا ان کی اولاد کی کثرت تھی - علماء صوم صلوۃ اور حج و زکواۃ کو وسیلہ نجات جانتے تھے - سادات و مشائخین امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو افضل الناس اور تولائے اھل بیت اطھار کو مقدم سمجھتے تھے - فضیلت اور تولا کا مسئلہ شیعوں کا جزء ایمان ھے - اس لئے سادات و صوفیہ کا گروہ اس زمانہ میں بادشاہ اور امرا دونوں کے یہاں ہر دلعزیز ہوگیا -

259 - گلدستہ بیجاپور - طبع شاہ نواز صفحہ ۷۰ -

260 - بساتین السلاطین صفحہ ۲۷۰ -

سلطان محمد کے عہد میں شیخ وجیہ الدین گجراتی کے بھتیجے سید شاہ ہاشم خاص شہرت رکھتے تھے - آپ سلطان ابراہیم کے عہد میں گجرات سے بیجاپور میں تشریف لائے - دو مرتبہ حج کیا - آخری مرتبہ واپسی کے وقت پرتگیزوں کے ہاتھہ میں گرفتار ہوگئے - اور کئی روز گوا میں محبوس رہے - سلطان ابراہیم کو جب اسکی اطلاع ہوئی تو اس نے کثیر رقم دیکر شاہ صاحب کو قید سے چھڑالیا -

سلطان محمد کو شاہ صاحب سے غیر معمولی عقیدت تھی - سنہ ۱۰۵۶ھ میں جب سلطان بیمار ہوکر زندگی سے مایوس ہوگیا تو شاہ صاحب نے اپنی زندگی کے بقیہ دس سال سلطان کو دیدئے - اسکے بعد سلطان نے شفا پائی اور شاہ صاحب نے ۹ رمضان سنہ ۱۰۵۶ھ کو انتقال فرمایا - اسکے دس سال بعد ۲۸ محرم سنہ ۱۰۶۷ھ کو سلطان کا انتقال ہوا[261] -

سلطان محمد کے فرزند علی عادلشاہ ثانی (سنہ ۱۰۶۷ھ سنہ ۱۰۸۳ھ) کی تربیت اسکی علاتی مکان خدیجہ سلطانہ شہر بانو بیگم نے کی تھی - یہ شہزادی سلطان محمد قطب شاہ کی بیٹی اور سلطان عبداللہ قطب شاہ کی بہن تھی - سنہ ۱۰۴۳ھ میں سلطان محمد عادلشاہ سے اس کا عقد ہوا تھا[262] - مذہب اس کا شیعہ تھا - اور اس کے حکم سے کمال خان رستمی نے سنہ ۱۰۵۹ھ میں محمد بن حسام خوافی کے خاور نامہ کا نظم دکنی میں ترجمہ کیا تھا[263] -

ماں کے اثر صحبت سے علی عادلشاہ نے تخت نشین ہونے کے بعد شیعہ مذہب کو نہ صرف اختیار کرلیا - بلکہ بیجاپور میں اسکو فروغ دینے کیلئے ہر طرح کی کوشش کی اور اپنے نام کا ایسا سکہ مضروب کرایا جس سے اسکی شیعت کا اظہار ہوتا ہے -

علی عادل شاہ ثانی کا سکہ[264]

غلام حیدر صفدر　　　علی عادل شاہ

---

261 - بساتین السلاطین صفحہ ۳۲۹ و ۳۳۰

262 - حدیقة العالم - جلد اول صفحہ ۳۴۳

263 - *Blumhardt*, Hindustani MSS. Library of the India Office. No. XXXV.

264 - *G. P. Taylor, Coins of the Adil-Shahi Dynasty of Bijapur*, Type IX. Numismatic Supplement, No. XV. J. A. S. B. Vol. VI. No. 11 N. S. p. 685-6.

علی عادلشاہ کے عہد میں گولکنڈہ کی طرح بیجاپور میں بھی عزاداری ھوا کرتی تھی - محرم میں علم اور تعزیے بٹھائے جاتے - الاؤں میں روشنی کی جاتی - مرثیے اور نوحے پڑھے جاتے تھے - اس زمانہ میں مرزا تخلص ایک مشہور مرثیہ خوان شاعر تھا - اس نے تمام عمر حمد و نعت اور منقبت ائمہ اطہار کے سوا کسی بادشاہ یا امیر کی مدح و ثنا میں کوئی نظم نہیں لکھی - بادشاہ کے پیہم اصرار سے اس نے دو مرثیے بادشاہ کی زبان سے نظم کئیے اور اسمیں تخلص کےطور پر عادلشاہ کا نام درج کردیا - مرزا کا دستور تھا کہ محرم کے دس رات عشا سے فجر تک مجالس عزا میں مرثیے پڑھا کرتا اور اس کے ساتھی نوحہ خوانی سے مجلس کا آغاز کیا کرتے تھے -

اس زمانہ میں بیجاپور میں سنی شیعہ کا اختلاف بہت بڑہ گیا تھا - یہاں تک کہ شیعہ اپنے محلہ میں کسی سنی کا مدفون ھونا بھی گوارہ نہیں کرتے تھے - چنانچہ مشہور عالم سید ابوبکر بافقیہ نے انتقال کیا تو حکیم شمسا نے اپنی حویلی کے قریب آپ کے دفن کئیے جانے کی مخالفت کی - اسی طرح مرزا مرثیہ خوان کو محرم کی دسویں تاریخ ایک سنی نے خنجر سے مار ڈالا -

علی عادل شاہ کا فرزند سکندر عادل شاہ (سنہ ۱۰۸۳ھ سنہ ۱۰۹۷ھ) پانچ سال کی عمر میں تخت نشین ھوا - چودہ سال برائے نام بادشاہ رھکر سنہ ۱۰۹۷ھ میں جبکہ اسکی عمر انیس سال کی تھی حکومت سے بیدخل کردیا گیا - سکندر کی ماں شیعہ تھی - لیکن اس کا وزیر و پیشوا خواص خان سنی تھا - اس نے بادشاہ کو نہ صرف سنی مذہب کی تعلیم دلائی بلکہ سنہ ۱۰۸۵ھ میں جبکہ اسکی عمر آٹھ سال کی تھی سید شاہ نعیم اللہ قادری[265] کا مرید کیا اور شاہ صاحب نے وزیر کے ایما سے طریقہ قادریہ کی خلافت بھی دیدی - اس کے بعد بادشاہ کے نام کا سکہ اسطرح مضروب ھوا -

---

265 - سید شاہ نعیم اللہ قادری بن سید شاہ محمد اللہ بن سید شاہ نصراللہ الحسینی النجاری - آپ نے ۲۵- جمادی الاول سنہ۱۱۰٦ھ کو انتقال فرمایا ھے - سید شاہ ھاشم علوی کے مرید اور سید شاہ برھان الدین الحسینی کے خلیفہ تھے - آپ نے گنج الاسرار کے نام سے ایک کتاب لکھی ھے جس میں اپنے مرشد سید شاہ ھاشم کے ملفوظات جمع کئیے ھیں - صاحب سلاسل فضل اللھی نے اس کتاب کا نام گنج العرفان بیان کیا ھے - روضہ الاولیائے بیجاپور صفحہ ۱۱٦ - سلاسل فضل اللھی طبع مدراس صفحہ ۱۲

سکندر عادل شاہ کا سکہ[266]

خسروی گیتی ستان ——— سلطان سکندر قادری

اسکی حکومت کے اخیر ایام میں قاضی محمود بحری[267] صاحب عروس عرفان بیجاپور میں آئے اور سال ڈیرہ سال بادشاہ کے مہمان رہے۔ بادشاہ آپ سے اکثر اوقات تصوف کے مسائل تحقیق کرتا تھا۔ ایک دفعہ روح اور دنیا کی حقیقت دریافت کی۔ قاضی صاحب نے اس کا جو جواب دیا تھا اوسکو عروس عرفان میں زیور روح و زیور دنیا کے عنوان سے بیان فرمایا ہے[268]۔

علی عادلشاہ کی علاتی ماں خدیجہ سلطانہ شہر بانو بیگم جو تاریخ بیجاپور میں حاجی بڑے صاحبہ کے لقب سے شہرت رکھتی ہے سنہ ۱۰۷۱ھ میں حج و زیارت کیلئے بیجاپور سے روانہ ہوئی مناسک حج ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ اور کربلائے معلے کی زیارت کی۔ واپسی کے وقت مقامات مقدسہ سے بہت سے آثار و تبرکات ہمراہ لائے جو تاحیات اسکے قبضہ میں رہے۔ اسکے بعد سلطان سکندر نے سنہ ۱۰۹۰ھ میں تبرکات کے اس ذخیرے کو اپنے مرشد سید شاہ نعیم اللہ قادری کے حوالہ کردیا۔ جو اس وقت تک شاہ صاحب کی اولاد کے قبضہ میں محفوظ ہے اور راقم الحروف حکیم سید شمس اللہ قادری نے بمقام محمد پور ارکاٹ سید شاہ خلیل اللہ[269] بن سید شاہ فضل اللہ بن سید شاہ نعیم اللہ قادری کے مکان میں

---

266. *G. P. Taylor, Coins of the Adil-Shahi Dynasty of Bijapur,* Type X, Numismatic Supplement, No. XV. J,A.S.B. Vol VI. No. 11. N. S. p. 686.

267 - قاضی محمود بحری - قصبہ گوگی علاقہ ساگر کے رہنے والے تھے- ۱۰- شوال سنہ ۱۱۳۰ھ کو آپ نے انتقال کیا ہے - من لگن دکنی نظم میں اور عروس عرفان فارسی نظم و نثر میں آپکی مشہور تصنیفات ہیں - ڈاکٹر سید محمد حفیظ ایم - اے- پی - ایچ - ڈی - دی - لٹ الہ آباد یونیورسٹی نے آپ کے دکنی غزلیات و قصاید کے مجموعہ کو مبسوط مقدمے اور تشریحی تعلیقات کیساتھ کلیات بحری کے نام سے سنہ ۱۹۳۹ ع میں نولکشور پریس لکھنو میں چھپوایا ہے -

268 - بساتین السلاطین صفحہ ۵۲۶

269 - سید شاہ خلیل اللہ قادری نواب سعادت اللہ خان ناظم ارکاٹ (سنہ ۱۱۲۲ھ - سنہ ۱۱۴۵ھ) کے زمانہ میں بیجاپور سے ارکاٹ میں تشریف لائے - حراست پور اور ویپور کے درمیان منجن پورہ میں سکونت گزین ہوئے - ۱۹ شوال سنہ ۱۲۰۰ھ کو انتقال فرمایا - آپ کا مقبرہ جومکان سید شاہ خلیل اللہ کے نام سے مشہور ہے ارکاٹ سے و شادم و ویلور کو جانے والے راستہ پر جانب شمال واقع ہے -

سید شاہ فضل اللہ قادری نے سنہ ۱۱۴۰ھ میں انتقال فرمایا ہے آپ بیجاپور میں درگاہ سیدشاہ نصراللہ ولی مرشد شاہ نعیم اللہ قادری کے سجادہ نشین اور آثار و تبرکات شاہی کے متولی تھے -

۷ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۷ھ مطابق ٦ جون سنہ ۱۹۳۸ء کو ان تبرکات کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے[270] -

احمد نگر کی نظام شاہی سلطنت کا بانی احمد نظام الملک (سنہ ۸۹۵ھ - سنہ ۹۱۵ھ) اور اس کا جانشین برہان نظام شاہ (سنہ ۹۱۵ھ - سنہ ۹٦۰ھ) دونوں سنی تھے[271] - برہان کے عہد میں احمد نگر میں مہدوی مذھب کو خوب ترقی ہوگئی تھی - یہاں تک کہ خود برہان نے اپنی دختر کا نکاح ایک مہدوی مشائخ سے کردیا تھا - اور شہر کے اکثر علما جو اپنے کو حنفی کہتے تھے - خفیہ طور پر مہدوی مذھب رکھتے تھے - مورخ محمد ھاشم خافی خان نے تاریخ دکن میں لکھا ہے -

---

270 - سکندر عادل شاہ نے ان آثار و تبرکات کی نسبت جو فرمان - ۱۹-ربیع الاول سنہ ۱۰۹۰ھ کو صادر فرمایا تھا سید شاہ خلیل اللہ کے خاندان میں اس وقت بھی محفوظ ہے اور اسکی نقل یہ ہے -

فرمان سکندر عادل شاہ مورخہ نوازدھم ربیع الاول سنہ ۱۰۹۰ھ

فرمان ھمایون شرف صدور یافت بجانب نجابت و شجاعت شعاری سیدی یعقوب حوالدار کارکنان حال و استقبال دار السلطنت بلدہ پرنور محمد نورمن سنہ تسعین و الف آنکہ جدہ ماجدہ حضرت حاجی بڑے صاحبہ نوراللہ تعالی مرقدھا بزیارت کعبۃ اللہ و مدینہ منورہ و کربلائے معلی زادھم اللہ تعالی شرفا و تعظیما رفتہ حج کردہ وزیارت بجا آوردہ بوقت مراجعت از مکہ معظمہ و غیرہ تبرکات ذیل کہ شریف ھائے آنجا عنائت کردند همراہ خود آوردہ تا حسین حیات خود خدمت آن بجا آوردہ بعد رحلت جدہ ماجدہ تبرکات مزبورہ در جناب قطب الاقطاب مرشد ارشاد شریعت و طریقت و مهتدی هدی و هدایت و معرفت و حقیقت شیخ المشائخ پیر و مرشد حضرت شاہ نعیم اللہ الحسینی البخاری مدظلہ العالی بہ عقیدہ خاص الخاص و بندگی راسخ الاعتقاد گردانیدہ سعادت اندوز شدم - تبرکات بتفصیل ذیل

(۱) موی مبارک حضرت رسالت پناہ ص (۲) قدم رسول حضرت رسالت پناہ ص (۳) موی مبارک حضرت علی مرتضی ع (۴) پنج ورق قرآن مجید مرقومہ دست مبارک حضرت علی مرتضی بخط کوفی بر پوست آھو (۵) شش پارہ قرآن مجید مرقومہ بدست مبارک حضرت امام حسین علیہ السلام بخط کوفی بر پوست آھو (٦) کلام اللہ مرقومہ بدست غوث الصمدانی محی الدین عبد القادر جیلانی رح (۷) قرآن مجید مرقومہ بدست شاہ نصراللہ ولی رح (۸) موی گیسوی مبارک حضرت امام حسین ع (۹) شمشیر دست مبارک حضرت امام حسین ع (۱۰) غلاف روضۂ مبارک حضرت امام حسین ع (۱۱) علم مبارک حضرت عباس ع برادر و علمبردار حضرت امام حسین ع (۱۲) تسبیح دست مبارک حضرت امام جعفر الصادق ع (۱۳) موی مبارک حضرت غوث الصمدانی محی الدین عبد القادر جیلانی رض (۱۴) موی مبارک حضرت سیدۃ النساء عالمین فاطمۃ الزھرا رض کہ در خریطہ مخفی است -

271 - ھفت اقلیم - طبع کلکتہ - جلد اول صفحہ ۱۷

دران ایام مذهب مهدویه به مرتبه رواج پزیرفته بود که مقابل مذاهب دیگر قبح آن در نظر هانمی نمود۔ برهان شاه دختر خود را به یکے از مشایخ و پیشوائے آن قوم نسبت نمود ۔ آخر معلوم شد که جمعی از فضلا که دم از مذهب حنفی می زدند خفیه مذهب مهدویه داشتند ۔ منتخب اللباب ۔ طبع کلکته ۔ جلد سوم صفحه ۱۶۲

سنه ۹۲۸ھ میں شاه طاهر جو سادات اسمعیلیه سے هیں ایران سے احمد نگر میں تشریف لائے 272۔ اور انکی تبلیغ و تلقین سے برهان نظام شاه نے سنه ۹۴۴ھ میں شیعه مذهب اختیار کرلیا 273۔ مورخ فرشته نے بیان کیا هے که برهان نے احمد نگر میں شیعه سنی دونون مذهب کے علماء جمع کئیے۔ سنیون کی طرف سے ملا پیر محمد شیروانی افضل خان نائته اور ملا داور دهلوی۔ شیعون کی طرف سے شاه طاهر اور شیخ احمد نجفی۔ طرفین میں چهه مهینے تك مناظرے هوتے رهے۔ شاه طاهر نے اپنی طلاقت لسانی سے علمائے سنت و جماعت پر غلبه حاصل کیا۔ اس کا نتیجه یه هوا که برهان اور اسکے اهل و عیال اور ان کے ساتهه دربار کے امیرون، منصب دارون۔ سلاح دارون۔ غلامون۔ فراشون اور نوکر چاکرون سے کم و بیش تین هزار آدمی ایك هی روز میں شیعه بن گئیے۔ برهان کے حکم سے خطبه میں ائمه اطهار علیهم السلام کے اسماء شامل کئے گئے۔ اور خلفائے ثلثه کے نام نکال دئے گئے 274۔

برهان نے مذهب شیعه کی ترویج میں پوری کوشش کی۔ سنیون کے وظایف شیعون کے نام جاری کردئے۔ احمد نگر میں قلعه ارك کے مقابل ایك عالی شان عمارت بنوائی۔ لنگر دوازده امام کے نام سے اوسے موسوم کیا۔ اور اسکے اخراجات کیلئے جیپور۔ سنور۔ آسیه پور اور چند دیگر مواضعات وقف کئیے 275۔ رقم کثیر کربلا معلے اور نجف اشرف کو روانه کی اور وهان کے محتاجون اور زائرون میں تقسیم کرایا 276۔

شاه طاهر نے کوشش کی که احمد نگر میں اطراف عالم کے محبان اهل بیت جمع هوجائین۔ اس کے لئیے خزانه شاهی سے رقم کثیر حاصل کی۔ عراق۔ خراسان۔

---

272 - تاریخ فرشته ۔ طبع بمبئی ۔ جلد دوم صفحه ۲۰۱
273 - تاریخ فرشته جلد دوم صفحه ۲۱۲
274 - تاریخ فرشته ۔ جلد دوم صفحه ۲۲۳
275 - تاریخ فرشته ۔ جلد دوم صفحه ۲۲۵
276 - تاریخ فرشته ۔ جلد دوم صفحه ۲۲۶

فارس - روم - گجرات اور آگرے میں قاصد بھیجے اور شیعہ مذہب کے علما و فضلا کو احمد نگر آنے کی دعوت دی - شاہ حسن انجو - شاہ جعفر برادر شاہ طاہر - ملا محمد نیشا پوری - ملا علی گل استرآبادی - ملا رستم جرجانی - ملا علی ماژندرانی - ملا ایوب ابوالبرکات - ملا عزیزاللہ گیلانی - ملا محمد امامی - خورشاہ بن قبادالحسینی اور دیگر اشراف و اکابر یکے بعد دیگرے احمد نگر میں آکرآباد ہوگئے - اور قلیل مدت میں یہ شہر رشك عجم بن گیا[277] -

برھان کے عہد میں مدینہ منورہ کے جو سادات و شیوخ احمد نگر میں وارد ہوئے تھے اون میں سیادت و نقابت پناہ زبدۂ سادات عالم امیر سیدعلی شدغم علم و فضل اور زھد و ورع کے اعتبار سے ممتاز تھے - آپ نے جب مدینہ طیبہ کو واپس جانے کا ارادہ فرمایا تو برھان نے زاد راہ کیلئے بارہ ہزار ھون نذر کئے - اور اپنی دختر فتح شاہ بیگم آپ کے فرزند سید حسین بن علی شدغم کے حبالہ نکاح میں دی - شہزادی بھی اپنے خسر اور شوھر کے ھمراہ مدینہ طیبہ کو روانہ ھوئی - اور روضہ مطہرہ کی مجاورت اختیار کر کے تاحیات وھین مقیم رھی - اسکے شوھر سید حسین شدغم دوسری مرتبہ پھر احمد نگر میں تشریف فرما ھوئے - اور سالہا سال دکن میں سکونت پذیر رھکر جنیر میں انتقال فرمایا[278] -

اسی دوران میں مدینہ طیبہ کے اکابر شیعہ سے ایك واجب‌الاحترام بزرگ سید عالی نسب سید محمدالحسینی الوحادی احمد نگر میں تشریف لائے - اور چند روز برھان کے مہمان رھکر عراق کی جانب مراجعت فرما ھوئے - شاہ طہماسب بن اسمعیل صفوی (سنہ ۹۳۰ھ - سنہ ۹۸۴ھ) کی پیش گاہ میں باریاب ھوکر برھان کے تبدیل مذھب - شاہ طاھر کی کوشش اور علمائے اھل سنت کیساتھہ مناظرون کی کیفیت بیان کی - ان واقعات کو سنکر شاہ طہماسب بے حد مسرور ھوا - محرم سنہ ۹۴۹ھ کو ایك فرمان شاہ طاھر کے نام احمد نگر میں بھیجا اور اسمیں شاھصاحب کے مساعی کی بے حد تعریف کی[279] -

---

277 - تاریخ فرشتہ - جلد دوم صفحہ ۲۲۵

278 - برھان ماثر - صفحہ ۲۸٦

279 - برھان ماثر صفحہ ۲۹۰

انہیں ایام میں ایرانی سفیر سلطان طہرانی عرف مہترجمال برہان کے دربار میں آیا۔ طہماسپ کا فرمان اور بہت سے تحایف و ھدایا ساتھ لایا۔ فرمان میں برہان کو شیعہ مذھب قبول کرنے کی مبارکباد دی گئی تھی۔ تحائف میں قابل ذکر ایک بیش بہا زمرد اور ایک عقیق یمنی کی انگوٹھی تھی۔ زمرد پر المستعصم باللہ کا نام اور انگوٹھی پر التوفیق من اللہ کندہ تھا [280]۔

شاہ طاھر نے فرمان کے جواب میں عریضہ لکھا اور اپنے فرزند شاہ حیدر کے ھاتھ شاہ طہماسپ کی خدمت میں بھیجا۔ سفارت کے جواب میں برھان کی جانب سے خود شاہ روانہ ھوا۔ شاہ طہماسپ شاہ حیدر کیساتھ شفقت شاھانہ سے پیش آیا اور انکو اپنے مقربان خاص میں شامل کرلیا۔ عریضہ کے جواب میں ایک اور فرمان تحریر کیا اور اوسکو ربیع الاول سنہ ۹۵۴ھ میں خورشاہ طاھر کے یہاں روانہ کیا [281]۔

سنہ ۹۶۱ھ میں برھان نظام شاہ مرگیا تو اسکی لاش باغ روضہ میں دفن کی۔ تھوڑی مدت کے بعد حسین نظام شاہ بن برھان نے احمد نظام الملک اور برھان دونوں کے استخوان کربلا کو روانہ کئے۔ اور انکو شہید کربلا امام حسین علیہ السلام کے گنبد کے باھر ایک گز کے فاصلہ پر مدفون کیا [282]۔

برھان کا بیٹا اور پوتا یعنی حسین نظام شاہ (سنہ ۹۶۱ھ - سنہ ۹۷۲ھ) اور مرتضی نظام شاہ (سنہ ۹۷۲ھ - سنہ ۹۹۵ھ) دونوں متعصب شیعہ تھے۔ مرتضے نے اپنے اسلاف سے زیادہ شیعہ مذھب کو فروغ دینے کی کوشش کی اور سادات شیعہ کے نام جو وظایف جاری تھے اون کے وقف میں متعدد قریات و قصبات کا اضافہ کیا۔

جون حضرت بے چون تعالی و تقدس تخت احمد نگر را بوجود ابو المظفر مرتضی نظام شاہ مزین گردانید رواج مذھب اثنی عشریہ بکمال رسید۔ و چندین قریہ و قصبہ اضافۂ وقف علما و سادات و مستحقین شد۔ تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۲۵۳

---

280 - برھان ماثر صفحہ ۲۹۱ . تاریخ فرشتہ - جلد دوم صفحہ ۲۲۸

281 - برھان ماثر صفحہ

282 - تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۲۳۴ و ۲۳۵

نظام شاہی سلطنت کا شاہی مذہب شیعہ تھا - لیکن احمدنگر میں سنی اور مہدوی کثرت سے آباد تھے - سنہ ۹۶۱ھ میں اسمعیل نظام شاہ بن برہان برسرحکومت ہوا - بادشاہ خورد سال تھا - اسلئیے جمال خان مہدوی کاروبار سلطنت کا مختار کل قرار پایا - اسنے بادشاہ کو اپنے مذہب مہدویہ میں داخل کرلیا اور خطبہ سے ائمہ عشر کے نام نکال دیے -

جمال خان مہدوی نیز اسمعیل را بپادشاہی قبول نمود و زمام مہمات شاہی بقبضہ اقتدار خویش آورد - و ہمت بر تربیت مہدویہ مصروف داشت و اسمعیل را کہ کوچك سال بود نیز بکیش خود در آوردہ خطبہ اثنی عشر بر طرف ساخت -
تاریخ فرشتہ - جلد دوم صفحہ ۲۹۴ -

اسمعیل کے بعد برہان نظام شاہ ثانی (سنہ ۹۹۹ھ - سنہ ۱۰۰۳ھ) حکمران ہوا - اس نے ملك سے مہدویوں کا اخراج کردیا - اور حسب سابق خطبہ میں ائمہ اطہار کے اسماء داخل کئیے - شیعہ مذہب کا از سر نو رواج ہوا - شیعی امرا جو جمال خان کی وجہ سے فرار ہوگئیے تھے پھر احمد نگر میں واپس آکر آباد ہوگئیے -

و مذہب مہدویہ کہ ۰۰۰۰۰ دران دیار رواج یافتہ بود بر انداخت و حکم کرد کہ ہرجا مہدوی باشد اورا بقتل رسانیدہ مال و اموال اورا سبیل سازند - بنا بر آن در اندك زمانی در آن مملکت اثری از ایشان نماند و بروش سابق منابرو بازار از خطبہ اثنی عشر زیب و زینت یافت و مذہب اثنی عشر رواج تمام پیدا کرد
تاریخ فرشتہ - جلد دوم صفحہ ۲۹۹ -

برہان ثانی کے عہد سے احمد نگر پر مغلون کے حملے شروع ہوئے - ملك میں ہر طرف بدامنی پھیل گئی - اسی زمانہ میں چنگیز خان کے حبشی غلام ملك عنبر نے عروج حاصل کیا - اور قلیل مدت میں احمد نگر کے سیاہ و سفید کا مالك بن بیٹھا - یہ غلام زبردست عالم اور مذہب اہل سنت کا پابند تھا - اسکی قدردانی کا شہرہ سنکر عرب اور یمن کے سنی علما احمد نگر میں کثرت سے جمع ہوگئیے تھے اور ان کی وجہ سے احمد نگر میں شیعہ مذہب یك لخت کمزور ہوگیا اور سنی مذہب کو فروغ ہونے لگا - یہان تك کہ ملك عنبر کے فرزند چنگیز خان نے جب احمد نگر کو غارت و تاراج کیا تو اعیان شیعہ کے عمارات اور شاہ طاہر کے مکان کی کمان منہدم کرادی -

الحاصل شاہ جہان اور اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں بیجاپور اور احمد نگر کا شاہی مذہب سنی تھا اور شیعہ مذہب کے اثرات ان ممالك سے زایل

ھوچکے تھے - اس وقت سارے ھندوستان میں صرف گولکنڈہ ایسا مقام تھا - جہاں مذھب تشیع کے مراسم جاری تھے اور یہاں کا بادشاہ مذھب شیعہ کا متبع تھا -

سلطنت قطب شاھیہ کا بانی سلطان قلی قطبشاہ اور اس کے آباء اجداد پشتہا پشت سے شیعہ مذھب کے پیرو تھے - فضل اللہ بن روز بہان اصفہانی نے جو متعصب سنی تھا عالم آرا[283] کے نام سے ملوك آق قوینلو کی تاریخ لکھی ھے - اور اس میں ملوك قرا قوینلو کا ذکر کرتے ھوئے ان کے مذھب کا بدین الفاظ تذکرہ کیا ھے -

چنانچہ دریسے از ملوك قارا قوینلو این شیوہ ذمیمہ (شیعہ) موجود بود کہ بواسطہ اتفاقات و مصاحبان ملحد طبیعت از جادہ حق و صواب انحراف یافتہ بودند -

سلطان قلی قطب شاہ کے پڑدادا مرزا اسکندر بن قرا یوسف کی دختر آرایش بیگم نے ذیل کا سجع اپنی انگوٹھی پر نقش کرایا تھا - جس سے اوسکے شیعہ ھونے کا اظہار ھوتا ھے[284] -

در مشغلۂ دنیا در معرکۂ محشر از آل علی گوید آرایش اسکندر

مرزا اسکندر کا بھائی مرزا اسپند بن قرا یوسف کم و بیش بارہ سال تك بغداد کی حکومت پر مامور تھا - اس نے سنہ ۸۴۰ھ میں شیخ جمال الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن فہدالاسدی الحلی المتوفی سنہ ۸۴۱ھ اور بعض دوسرے علمائے شیعہ کو بلاکر علمائے اھل سنت سے بغداد میں مباحثہ کرایا اور جب شیعہ علما نے غلبہ حاصل کیا تو مرزا اسپند نے بغداد میں آئمہ اثنی عشر علیہم السلام کے نام کا خطبہ جاری کیا -

قاضی نوراللہ شوستری نے مجالس المومنین کی مجلس ھشتم میں لکھا ھے -

و میرزا اسپند دوازدہ سال حکومت بغداد و نواحی آن با استقلال نمود و درسال ھشتصد و چہل ھجری شیخ احمد بن فہدحلی و باقی علمای شیعہ را از حلہ و دیگر مواضع طلبید و با علمای سنی بغداد بمناظرہ انداخت و علمای شیعہ در

---

283 - اس کا مخطوط پیرس کے کتاب خانہ ملی میں نمبر CL پر محفوظ ھے -

284 - مجلس المومنین طبع طہران صفحہ ۲۰۷ -

مناظره غالب آمدند واثبات حقیقت مذهب اهل بیت نمودند ۔ اسپند میرزا ترویج آن مذهب نموده امر کرد تا سکه و خطبه بنام نامی دوازده امام کردند ۔ (مجالس المومنین طبع طهران صفحه ۴۰۸) ۔

شیخ عبداللہ المامقانی نے اپنی کتاب تنقیح المقال فی احوال الرجال میں اس واقعہ کا اسطرح ذکر کیا ھے ۔

و قد ناظر فی زمان مرزا اسپند الترکمان والی العراق علما المخالفین واعجزهم فصار ذالك سببا تشیع الوالی و زین الخطبة والسکة با اسماء الائمة المعصومین تنقیح المقال ۔ طبع طهران ۔ جلد اول صفحه ۹۲ ۔

اسی مرزا اسپند کے بارے میں جہان شاہ بن قرا یوسف نے سلطان شاھرخ کو ایك خط بھیجا تھا جسمیں ذیل کا بیت بھی درج تھا ۔

کوس رحلت را سوئے بغداد باید کوفتن ۔ بہر دفع درد سر اسپند باید سوختن

سلطان قلی قطبشاہ نے صدر جہان سے اپنی زندگی کے بعض سوانحات سناتے ہوئے بیان کیا ھے کہ مذھب شیعہ کے رواج دینے میں مین نے شاہ اسمعیل صفوی (سنہ ۹۰۷ ھ ۔ سنہ ۹۳۰ ھ) کی تقلید نہیں کی ھے بلکہ سلطان یعقوب (سنہ ۸۸۴ھ ۔ سنہ ۸۹۶ھ) کے عہد سے میرے دل پر محبت اھل بیت کی مہر لگی ہوئی ھے ۔ اور میں نے نذر مانی تھی کہ جب کبھی تخت و تاج میسر آئے گا تو میں اپنے مملکت میں مذھب شیعہ جاری کرون گا ۔

صدرجہان از زبان آن ملك موید حکایت می نماید که ۰۰۰۰۰۰روزی که ابتدائی تسخیر ممالك کفار نمودم باخود نذر شرعی کردم که اگر حق جل علا مارا بخلعت توق الملك من تشا مخلع گرواند خطبۂوالا رتبه دوازده امام علیهم السلام در تمام قلمرو خود اجرا نموده مذهب بحق وصی خیرالبشر و ائمه اثنی عشر علیهم الصلوة والسلام را درین مملکت که هرگز بوئی از گلشن اسلام بمشام مردم این ملك نرسیده رواج دهم ۔ وقوع این حال پیش از ترویج شاه اسمعیل صفوی است مذهب جعفری را در مملکت ایران ۔ تاکسی را بخاطر نرسد که من تقلید آن شاه غفران پناه کرده ام بل در عهد سلطنت سلطان یعقوب صفحه خاطر را بمهر مهر ائمه اثنی عشر علیهم السلام مسکوك گردانیدم مذهب آباواجداد عظام ما مذهب شدید شیعه است ، حدیقة العالم جلد اول صفحه ۴۱ و ۴۳ ۔

سلطان محمود شاہ بہمنی (سنہ ۸۸۷ھ ۔ سنہ ۹۲۴ھ) نے سنہ ۹۰۱ ھ میں سلطان قلی کو قطب الملك کا خطاب دیکر تلنگانہ کا طرفدار بنایا تو اس نے تازہ وارد

ایرانیون کی جماعت کثیر همراہ لیکر گولکنڈہ میں آیا اور عشرہ محرم میں رسم تعزیہ داری جاری کی ۔ لیکن محمود بادشاہ کا مذهب سنی تھا ۔ اس لئیے خطبه میں کوئی تغیر نہیں کیا ۔ یہان تك كه سلطنت بہمنیه تباهی کے قریب هوگئی اور یوسف عادلشاہ نے سنه ۹۰۸ھ میں مذهب شیعه کو رواج دیکر اپنے دارالسلطنت میں ائمه اثنی عشر علیہم السلام کے نام سے پڑھوایا اور جب اسکی اطلاع سلطان قلی قطبشاہ کو هوئی تو اسنے بھی اپنی مملکت میں اهل سنت کے خطبه کو موقوف کرکے ائمه اثنی عشر کا خطبه میں جاری کردیا ۔

جیسا که هم نے اوپر بیان کیا هے قطبشاهی خاندان کے جمله افراد مذهب شیعه کے پیرو تھے ۔ اور شیعت میں اهل عجم سے بہت زیادہ غلو رکھتے تھے ۔ ان میں محمد قلی قطبشاہ (سنه ۹۸۸ھ ۔ سنه ۱۰۲۰ھ) اس درجه غالی شیعه تھا که مذهب شیعه کے خلاف کسی بات کا سننا اسکو گوارا نہیں تھا ۔ نائب رسول الله سید شاہ صبغة الله بھروچی المتوفی سنه ۱۰۱۵ھ مدینه طیبه سے بیجاپور میں تشریف لائے اور جب آپکو معلوم هوا که محمد قلی قطب شاہ شیعه مذهب کا پیرو هے تو آپ نے اپنے ایك مرید شیخ ابراهیم کو اسکے یہان بھیجا اور انہون نے شاہ صاحب کی هدایت کے موافق سلطان کو مذهب اهل سنت کی دعوت دی اور مذهب شیعه کی پیروی سے منع کیا ۔ یه بات محمد قلی کو اس درجه ناگوار گزری که شیخ ابراهیم کی زبان کٹوادی اور وہ بیچارہ عمر بھر کے لئیے بے زبان هوگیا285 ۔

قطب شاهی سلاطین فرقه اثنا عشریه سے تعلق رکھتے تھے مسلك ان کا اصولی تھا ۔ سلطان محمد قطب شاہ (سنه ۱۰۲۰ھ ۔ سنه ۱۰۳۵ھ) کے عہد میں محمد امین استرآبادی فرقه اخباریئین کے رئیس تھے ۔ سنه ۱۰۳۶ھ میں مکه معظمه میں ان کا انتقال هوا هے ۔ صاحب لولوة البحرین نے ان کے فضل وکمال کی بڑی تعریف و توصیف کی هے اور انکو فاضل محقق و مدقق اور ماهر اصول و فقه وحدیث لکھا هے ۔ انہون نے اصول کافی ۔ تهذیب الاحکام اور استبصار کے شروح لکھے هیں ۔ تجرید کی شرح جدید پر ملا جلال اور صدرائے شیرازی نے جو حواشی لکھے تھے انکو رد کیا هے

285 ۔ ترجمه روضة الاولیائے بیجاپور ۔ طبع دائے چور سنه ۱۳۱۴ صفحه ۵۵ ۔

ابتداء میں مسلك مجتہدین کے پیرو تہے - صاحب مدارك[286] و صاحب معالم[287] سے فیض حاصل کیا - اس کے بعد مرزا محمد اخباری صاحب مصادرالانوار کی خدمت میں پہونچے - ان سے اخبار اهل بیت علیہم السلام کو تحصیل کیا اور ان کے طریقه کو طریقه اجتهاد پر ترجیع دی بعد ازان اخباریئین کی تائید میں ایك کتاب 'الفوایدالمدینه' تصنیف کی اور اس میں ان علماء پر خوب طعن و تشنیع کی جو مسلك اخباریئین کے مخالف تہے - یه کتاب سنه ۱۰۳۱ھ میں مکه معظمه میں تمام هوئی ھے[288] - اس کے دو سال بعد طریقه اجتهاد کے خلاف مسلك اخباریئین کی تائید میں سلطان محمد قطب شاه کیلئے ایك کتاب فارسی زبان میں تصنیف کی اور دانش نامه شاهی اس کا نام رکہا - اور اسکو امام فخرالدین رازی کی کتاب اربعین فی اصول الدین[289] کے طرز پر چالیس فواید میں تقسیم کیا[290] -

دانش نامه قطبشاهی کی اشاعت نے گولکنڈه میں هیجان پیدا کردیا اور یہان کے شیعه دو فرقون میں تقسیم هوگئے[291] - ایك اصولی - دوسرا اخباری - اخباریئین کے طریقه کو روز بروز ترقی هونے لگی - خود بادشاه نے بہی یہی مسلك اختیار کرلیا - یه واقعه جب بلاد عجم میں مشهور هوگیا تو سید نورالدین علی بن حسین الموسوی نے اخباریئین کے خلاف جد و جهد شروع کی -

سید نورالدین آملی شام کے بلند مرتبه عالم تہے - سنه ۹۷۰ھ میں پیدا هوئے تحصیل علم کے بعد وطن سے نکلے - مکه معظمه میں آکر سکونت اختیار کی - ۱۷ ذالحجه

---

286 - سید محمد بن علی بن حسن العاملی المتوفی سنه ۱۰۰۹ھ -

287 - جمال الدین حسن بن علی بن احمد العاملی المتوفی سنه ۱۰۱۱ھ -

288 - کشف الحجب والاستار نمبر ۲۲۴۶ -

289 - کشف الظنون جلد اول صفحه ۸۱ -

290 - کشف الحجب نمبر ۱۰۷۴ -

291 - اس موقع پر اصولی اور اخباری فرقون کا فرق بہی بتادینا ضروری معلوم هوتا هے - پروفیسر براون اپنی تاریخ ادبیات ایران کی جلد چهارم (۲۷۳) میں لکہتے هین - اصولی ها چنانکه اسم شان دلالت دارد پیروان اصول کل مستخرجه از کلام الله و احادیث معتبره ومستند و برائے اصول به نتائج استنباطی دارند - اخباری ها فقط تابع اخبارند - و قیاس را باطل می دانند . ملا محمد امین بن محمد شریف استرآبادی المتوفی بسال ۱۰۳۳ھ را عموماً موسس مذهب اخباری می شناسند - و برطبق مندرجات اولوةالبحرین اول کسی بود که باب ملامت را بسروی مجتهدین کشود بقسمی که فرقه ناجیه اثنی عشریه بدوشیعه منقسم شد - اخباری ها و مجتهدین - کتاب ملا محمد امین موسوم به فوایدالمدینه بیشتر راجع است بملامت و سرزنش مجتهدین و آنها را بتخریب و تضییع دین حق متهم می سازد - (ترجمه رشید یاسمی - طبع طهران . صفحه ۲۷۳) -

سنه ۱۰٦۸ھ کو انتقال فرمایا - سلطان عبداللہ قطب شاہ (سنه ۱۰۳۵ھ - سنه ۱۰۸۳ھ) کیلئے طریقہ اجتہاد کی تائید میں ایک کتاب تصنیف کی 'الشواھدالمکیه' اس کا نام رکھا - ۱۲ رجب سنه ۱۰۵۲ھ کو اوسے تمام کیا اور اسمیں ملا محمد امین کی کتاب الفوایدالمدینه پر خوب نکته چینی کی[292] -

ان کے فرزند سید جمال الدین محمد بن علی الموسوی عالم و فاضل، محقق و مدقق ادیب و شاعر اور شیخ حر آملی المتوفی سنه ۱۱۰۴ھ صاحب امل آمل کے همدرس تھے - وطن سے حجاز میں آئے حج و زیارت سے فارغ هوکر مشهد امام رضا کا سفر کیا - وهاں سے حیدرآباد میں آکر مقیم هوئے - سنه ۱۰۹۷ھ میں جبکه تذکرہ امل آمل تالیف هوا هے، آپ حیدرآباد میں بقید حیات موجود اور مرجع خلایق بنے هوئے تھے[293] - ان کا مسلك اپنے والد بزرگوار کی طرح اصولی تھا - اور اسکی ترویج و اشاعت میں حد سے زیادہ کوشاں تھے - اس دور کے مشاهیر گولکنڈہ میں علامه ابن خاتون بھی طریقه اجتہاد کے پابند تھے - اور انکی مجلس میں اصولی اور اخباری دونوں فرقوں کے علما جمع هوتے تھے - الغرض اس اختلاف سے اهل گولکنڈہ کے عقاید اور مذهبی رحجانات میں تلاطم برپا هوگیا تھا - کئی سال تك یه هی کیفیت رهی یہاں تك که میر محمد سعید میر جمله فاتح کرناٹك کے واقعه سے گولکنڈہ پر مغلوں کے حملے شروع هوئے - اور انکی وجه سے اطمینان خاطر کے تمام مشغلے ختم هوگئے اور ملك کا امن و امان مفقود هوگیا -

292 - کشف الحجب نمبر ۲۰۲۲

293 - نجوم السماء صفحه ۹۵

Nawab Imad ul-Mulk Memorial Volume

مخطوطات تاریخی

نوشتۂ حکیم سیّد شمس اللہ قادری

HISTORICAL MANUSCRIPTS

IN INDIAN LIBRARIES

By Hakim Sayyid Shams-Ullah Qadri

(۱) کتب خانۂ حبیب گنج

۷ مئی سنہ ۱۹۳۶ع کو ہم ساڑھے چار بجے حبیب گنج پہنچے - جناب نواب صدر یارجنگ بہادر مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی کے مہمان ہوئے - پانچ یوم قیام رہا - تین یوم کتب خانہ دیکھنے میں صرف کئے - سب سے پہلے فہرستیں دیکھیں جو مختلف نوعیت کی تہیں - عربی، فارسی، اردو کی علیٰحدہ علیٰحدہ فہرستیں ہیں - ہر ایک زبان کی فہرست کو دو حصوں میں تقسیم کیا ھے - ایک حصہ مخطوطات کے متعلق ھے دوسرا مطبوعات کے - ان چھہ فہرستوں کے علاوہ دو فہرستیں اور بھی قابل ذکر ھیں - ان میں سے ایک فہرست میں مخطوطات کو مختلف خصوصیات کے لحاظ سے کئی شعبوں میں تقسیم کیا ھے - مثلاً وہ مخطوطات جو مطّلاو مذّھب ھیں - یا وہ مخطوطات جن پر سلاطین وامراء کی مہریں، یا ان کے دستخطی تحریرات ھیں - یا وہ مخطوطات جو فتوحات کے مواقع پر سلاطین اور سپہ سالاروں کو اموال غنیمت میں میسر آئے - یا وہ مخطوطات جو خود مصنفین کے ھاتہ کے لکھے ھوئے ھیں - یاوہ مخطوطات جو عہد کتابت کے لحاظ سے ذخیرہ میں سب سے قدیم تر ھیں - یا وہ مخطوطات جن کو مشہور خطاطوں نے لکھا ھے وغیرہ وغیرہ - اس فہرست کے دیکھنے سے ذخیرۂ مخطوطات کی تمام خصوصیات بیک نظر ھویدا ھوجاتی ھیں -

دوسری فہرست توضیحی ھے - اس میں مصنف کا حال - کتاب کے مضامین - تصنیف کا زمانہ - کتاب اور مصنف کی نسبت تحقیقاتی مباحث، خط اور کاغذ کے اقسام - کاتب کا نام - کتابت کی تاریخ وغیرہ مذکور ھیں - غرض اس فہرست میں ایسے معلومات ھیں جو مستشرقین کی فہرستوں میں بمشکل میسر آتے ھیں - اس آخرالذکر فہرست کو جو چار ضخیم ضخیم جلدوں میں ھے بہ نفس نفیس خود نواب صاحب نے مرتب فرمایا ھے اور اس سے نواب صاحب کی وسعت نظر کا اظہار ھوتا ھے -

کتب خانہ میں مخطوطات کی تعداد ڈھائی ہزار سے زیادہ ہے۔ ان میں غیر معمولی خصوصیات کے لحاظ سے تقریباً ایک ہزار مخطوطے ایسے ہیں جو نوادرات میں شمار ہونے کے لائق ہیں۔ مثال کے طور پر چند عام مخطوطات کا تذکرہ کیا جائے تو بے موقع نہ ہوگا۔

(۱) مشہور صوفی امام ابی القاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری المتوفی سنہ ۴۶۵ھ کی تفسیر 'لطائف الاشارات'۔ اس کے دو مخطوطے ہیں۔ اگرچہ ناقص ہیں۔ لیکن نادر و کمیاب ہونے کے باعث دنیا کے لئے عدیم النظیر ہیں۔

(۲) شیخ محمد بن محمود المقری کی کتاب 'کشف الاسرار فی رسم مصاحف الامصار'۔ اس کا مخطوطہ جو غرۂ محرم سنہ ۷۸۸ھ کو مکتوب ہوا ہے صرف اسی کتب خانہ میں ہماری نظر سے گزرا ہے۔

(۳) مشہور محدث امام ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ نیشاپوری المعروف بالحاکم المتوفی سنہ ۴۰۵ھ کی کتاب 'معرفت علم الحدیث'، اور امیر الحافظ ابی نصر علی بن عبداللہ المعروف بابن ماکولا المتوفی سنہ ۴۸۷ھ کی کتاب 'الاکمال فی المختلف المؤتلف' ان کتابوں کے مخطوطے بھی نوادرات سے ہیں۔

(۴) مولانا محمود عارفی کی مثنوی 'گوئی و چوگان' اس کو خراسان کے مشہور عالم خطاط میر علی کاتب نے سنہ ۹۲۹ھ میں بمقام ہرات لکھا ہے۔ سرورق کی مختلف یادداشتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نادرۂ روزگار مخطوطہ فتح گولکنڈہ کے بعد قطب شاہی کتب خانہ سے سلاطین مغلیہ کے کتب خانے میں منتقل ہوا۔ مغلیہ تحویلدار نے اس زمانے میں اس کی قیمت دو ہزار روپیہ قرار دی تھی۔ جو رائج الوقت سکہ میں پانچ ہزار کے مساوی ہے۔ اس سے اس کی قدر و قیمت کا ایک حد تک اندازہ ہوتا ہے۔

(۵) شیخ سعدی شیرازی کی 'کریما' جس کو دہلی کے مشہور خطاط محمد امیر پنجہ کش نے سنہ ۱۲۶۷ھ میں لکھا ہے۔ اس خطاط کی وصلیاں سینکڑوں

روپیوں میں خریدنے کے لئے خطاطی کے قدردان اس وقت بھی دنیا میں موجود ہیں ۔

(٦) مولاناروم کی مثنوی جو مولانا کی وفات (سنه ٦٧٢ ھ) کے چالیس سال بعد سنه ٧١٢ ھ میں مکتوب ہوئی ہے ۔ قونیه ۔ میونخ ۔ اور برٹش میوزیم کے نامکمل مخطوطوں کو چھوڑ کر اس سے قدیم مخطوطه دنیا کے کسی کتب خانه میں نہیں ہے ۔

اس کتب خانه کے ایسے نوادرات پر اسی طرح کے چھوٹے چھوٹے یادداشت لکھے جائیں تو اس کے لئے بھی دفتر طویل درکار ہے ۔ تین یوم کی قلیل مدت میں نوادرات کی نسبت تھوڑا بہت لکھنا تو درکنار صرف ان کا دیکھ لینا بلاشك وشبه محالات سے ہے ۔ ہم نے دوسرے فنون کو چھوڑ کر تاریخ و تراجم کے چند مخطوطات کسی قدر تفصیل سے دیکھے ۔ منجمله ان کے بعض خصوصیات کے باعث جن کو انتخاب کیا ہے ان کی تفصیل ذیل میں درج ہے ۔

١ ۔ العبر فی خبر من عبر* تصنیف امام شمس الدین محمد بن احمد الذهبی المتوفی سنه ٧٤٨ ھ ۔ امام صاحب کی نادرو کمیاب تصنیف ہے ۔ بروکلمان Brockelmann نے اس کا نام کتاب العبر فی اخبار البصر ممّن عبر لکھا ہے اس میں دنیا کے مشہور حوادث اور مشاهیر رجال کے سنین وفات مذکور ہیں ۔ حاجی خلیفه نے کشف الظنون (جلد دوم صفحه ١٠٦) میں لکھا ہے که یه کتاب ہجرت نبوی صلی الله علیه وسلم کے پہلے سال سے شروع ہو کر سنه ٧٤٠ ھ پر تمام ہوئی ہے ۔ تقی الدین ابی بکر احمد بن محمد بن عمر بن شهبه الاسدی المتوفی سنه ٨٥١ ھ نے 'الاعلام' کے نام سے اس کا ذیل لکھا ہے جس میں سنه ٨٠٦ ھ تك واقعات ہیں ۔ اور اس ذیل کا مخطوطه پیرس کے مکتبه اهلیه میں محفوظ ہے ۔ العبر کا موجوده مخطوطه دو جلدوں میں مجلد ہے ۔ پہلی جلد میں سنه ٤٤٩ ھ تك حوادث و وفیات مذکور ہیں ۔ دوسری جلد سنه ٥٩٠ ھ پر ختم ہوئی ہے ۔ حاجی خلیفه کے بیان کے مطابق اس میں سنه ٥٩١ سے

* Geschichte der Arabischen Litteratur von Brockelmann, Vol. II. p. 46,

سنه ۰ ۴ ۷ تك ڈیڑسو سال کے واقعات مفقود هیں - اس بناء پر اس کی تکمیل کے لئے جلد ثالث کی ضرورت ہے -

۲- مراۃ آفتاب نما تصنیف نواب شاہ نواز خان محمدعبدالرحمان دهلوی - دنیا کی عمومی تاریخ اور جغرافیه کا خلاصه هے - اس میں ظهور آفرینش سے سنه ۱۲۱۷ ھ تك واقعات هیں - اس کا مصنف شاہ عالم بادشاہ کے امرائے دربار سے تها - بادشاہ 'آفتاب' تخلص فرماتے تهےاس مناسبت سے مصنف نے کتاب کا نام 'مراۃ آفتاب نما' رکها - سنه ۱۲۱۸ ھ میں اس کی تصنیف سے فراغت حاصل کی اورعیارالمورخین سے اس کے اختتام کی تاریخ نکالی - یه کتاب ایك مقدمه دو جلوہ اور ایك خاتمه پر منقسم هے -

مقدمه - اس میں علم تاریخ کی فضیلت اور حاجت بیان کی هے -

جلوۂ اول - اس میں چهه تجلیان هیں -

پہلی تجلّی - اس مین ظهور آفرینش کا تذکرہ هے -

دوسری تجلّی - اس میں انبیا علیهم السلام کے حالات هیں -

تیسری تجلّی - اس مین حضرت خاتم النبئین صلی الله علیه وسلم اور اپ کے اصحاب وآئمه کے احوال هیں -

چوتهی تجلّی - اس میں مشاهیر صوفیه علماء حکماء شعراء اور دیگر ارباب کمال کے تذکرے هیں -

پانچوین تجلّی - اس میں ملوك عرب وعجم وراجگان هندوستان کے واقعات هیں -

چهٹی تجلّی - اس میں سلاطین تیموریه کے احوال اور شاہ عالم بادشاہ کا تذکرہ تخت نشینی سے جلوس کے تیئسوین سال تك سال بسال مرقوم هے - آخر میں امرائے تیموریه کے تذکرے حروف تہجی کی ترتیب سے مذکور هیں -

جلوۂ دوم - اس مین آٹھ تجلیّاں ھیں -

پہلی سات تجلیّوں میں اقالیم سبعہ کے حالات ھیں - تیسری تجلّی میں دھلی اور آگرہ کا مفصل حال ھے - ساتوین تجلّی میں یورپ اورامریکہ کے حالات مسٹر اسکاٹ Scott کی سند سے لکھے ھیں - آٹھوین تجلّی میں بحار سبعہ کا تذکرہ ھے -

خاتمہ - اس میں دنیا کے نوادر اور عجائب غرائب کا بیان ھے - یہ مخطوطہ بے عیب ھے - خاتمہ میں کاتب کا نام اور کتابت کی تاریخ نہین ھے - لٹن لائبریری میں اسکا مخطوطہ ھم نے دیکھا ھے - اس سے یہ مخطوطہ اچھا اور مکمل ھے -

۳- مقاصد الاولیاء محاسن الانبیا تالیف محمود بن احمد بن حسن الفاریابی - انبیاء مرسلین علیہم السلام - حضرت خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا تذکرہ ھے - یہ کتاب آل افراسیاب کے چھبیسوین بادشاہ ملک نصرت الدین الب قتلغ خاقان کج ارسلان ابو المظفر ابراھیم بن ملک جلال الدین الحسین (سنہ ۵۸۲ھ سنہ ۵۹۷ھ) کے عہد میں ماوراءالنہر مین تالیف ھوئی ھے اور نادر وکمیاب ھے - موجودہ مخطوطہ نہایت خوشخط اور خان بالیغ کے کاغذ پر مکتوب ھوا ھے - کاتب کا نام اور کتابت کی تاریخ نہیں ھے - لیکن کاغذ اور شان خط سے ظاھر ھورھا ھے کہ ساتوین صدی کے اواسط ایام میں اس کی کتابت ھوئی ھے -

۴- اقبال نامۂ جہانگیری تصنیف محمد شریف معتمد خان تکملہ نویس - صمصام الدولہ شاہ نوازخان نے ماثر الامراء (جلد سوم صفحہ ۴۳۱) میں معتمد خان کے مفصل حالات تحریر کئے ھیں - معتمد خان جہانگیر کے زمانے میں بخشیگری کی خدمت پر مامور تھا سنہ ۱۰۳۱ھ مین بادشاہ کے حکم سے جلوس کے سترھوین سال سے آخر کتاب تک تزک جہانگیری کا تکملہ لکھا ھے - (تزک جہانگیری طبع لکھنو صفحہ ۳۶۰) شاہ جہان کے عہد مین جلوس کے تیرھوین سال ۲۶ - رجب سنہ ۱۰۴۹ھ کو اس نے وفات پائی ھے (عمل صالح جلددوم صفحہ ۳۱۱) اقبال نامہ جلوس شاہ جہانی

کے تیسرے سال سنہ ۱۰۲۹ ھ کے حدود میں تمام ہوا ھے۔ اور اس کو مصنف نے تین جلدوں مین تقسیم کیا ھے۔

پہلی جلد میں امیر تیمور سے نصیر الدین محمد ھمایوں کی وفات تك شاھان تیموریہ کے مجمل حالات ھیں۔

دوسری جلد میں جلال الدین محمد اکبر کے دور حکومت کے اکاون سالہ واقعات کو تفصیل کے ساتھہ بیان کیا ھے۔ اس جلد کی تدوین و تالیف میں ابوالفضل علامی کے 'اکبر نامہ' اور اسد بیگ قزوینی کے 'وقایع اکبری' سے مدد لی ھے۔ اس آخر الذکر کتاب میں شیخ ابوالفضل کی وفات کے چار سال بعد کے واقعات ھیں۔ اور یہ کتاب اس وقت نا پید ھو چکی ھے اس لئے اقبال نامہ کا وہ حصہ جو اس کتاب سے ماخوذ ھے نہایت گراں قدر ھے۔

تیسری جلد میں نور الدین محمد جھانگیر کے بائیس سالہ عھد سلطنت کے حالات و سوانحات ھین۔ ان کے جمع کرنے مین مصنف نے ذاتی کوشش و کاوش سے کام لیا ھے۔ صحیح اور ثقہ واقعات کے فراھم کرنے میں جس قدر وسائل اور ذرایع ممکن تھے ان سب سے اقبال نامہ کی ترتیب و تدوین میں اس نے مدد لی ھے۔

موجودہ مخطوطہ نہایت خوشخط۔ مطلّا و مذھّب اور تین جلدوں میں مجلد ھے خاتمہ پر کاتب کا نام اور کتابت کی تاریخ نہین ھے لیکن اس کی ظاھری شان سے ثابت ھوتا ھے کہ شاھی کتب خانہ کے لئے مکتوب ھوا ھے۔ لٹن لائبریری میں بھی اس کا ایك مخطوطہ محفوظ ھے وہ بھی خوشخط اور مطلّا و مذھّب ھے۔ محمد عبدالغفور صاحب نے جو مسلم یونیورسٹی مین ریسرچ کا کام کر رھے ھین۔ اس کی نسبت اپریل سنہ ۱۹۳۶ع کے معارف میں ایك مضمون لکھا ھے جو قابل ملاحظہ ھے۔

اقبال نامہ کا مکمل نسخہ جس میں تینوں جلدین ھیں۔ سنہ۱۲۸۶ھ میں لکھنو میں چھپ گیا ھے۔ صرف تیسری جلد ناسولیس نے سنہ ۱۸۶۵ع میں سلسلہ کتب ھند یہ مین چھپوائی ھے۔ راجہ راجیسور راو اصغر رئیس دوم کنڈہ نے کارنامۂ جہانگیری کے نام سے صرف تیسری جلد کا اردو میں ترجمہ کیا ھے جو سنہ ۱۹۱۵ع

میں مطبع پیسه اخبار لاهور میں طبع هوا هے۔ اسی جلد کا ایك اور اردُو ترجمه محمد ذکریا بهوپالی نے کیا هے جو سنه ۱۹۲۸ع میں عثمانیه یونیورسٹی کی جانب سے شائع هوا هے۔

۵۔ عملِ صالح (شاهجهاں نامه) تصنیف ملّا محمد صالح کنبوه۔ شهاب الدین محمد شاهجهاں کے سی ساله عهد حکومت کی مبسوط و مفصل تاریخ هے اور سنه ۱۰۷۰ھ میں تمام هوئی هے۔ اس میں ابتداً ایك مقدمه هے۔ جس میں امیر تیمور کے زمانے سے نورالدین محمد جهانگیر کی وفات تك سلاطین تیموریه کی اجمالی تاریخ بیان کی هے۔ اخیر حصه میں عہدِ شاهجهاں کے وزراء امراء علماء حکماء اور شعراء کا تذکره هے۔ محمد صالح، منشی عنایت الله مصنف 'بهار دانش' کا بهائی 'عهد شاهجهاں کا مشهور مصنف هے۔ اس نے ایك کتاب فارسی شعر و سخن کے متعلق بهی لکهی هے جس کا نام 'بهارِ سخن' هے۔

عمل صالح سنه ۱۹۱۲ع سے سلسله کتب هندیه Bibliotheca Indica میں چهپ رهی هے اور اس وقت تك دو جلدیں مکمل هو چکی هیں۔ مولوی فدا علی طالب نے اس کا اردو میں ترجمه کیا هے جو عثمانیه یونیورسٹی کی طرف سے طبع هو رها هے۔ موجوده مخطوطه نهایت خوشخط هے۔ اس کی جدول طلائی، لاجوردی اور شنجرفی کام سے ممزوج هے۔ جلوس اورنگ زیب عالمگیر کے چالیسویں سال اس کی کتابت هوئی هے۔

٦۔ بیانِ واقع تصنیف خواجه عبد الکریم بن خواجه عاقبت محمود کشمیری، نادر شاه کے عروج اور اس کے حملهٔ هندوستان کی قابل استناد تاریخ هے۔ اس کا مصنف کشمیر کا باشنده تها۔ نادر شاه جس وقت هندوستان پر حمله آور هوا تو مصنف اپنے وطن سے آکر دهلی میں نادر شاه کا ملازم هو گیا اور جب نادر شاه هندوستان سے واپس هو کر قزوین پهنچا تو وهاں سے مصنف رخصت هو کر حج بیت الله کے لئے روانه هوا۔ عراق، شام، عرب اور حجاز کی سیاحت کرتا هوا محمد شاه کی وفات سے چند روز پهلے هندوستان آیا اور بندرگاه هوگلی میں جهاز سے اترا۔ اس نے اپنی کتاب کے مضامین حسب ذیل پانچ ابواب میں تقسیم کئے هیں۔

باب اول - اس میں نادر شاہ کے عروج اور اس کے حملۂ ہندوستان کا تذکرہ ھے -

باب دوم - اس میں ہندوستان سے واپس ہونے کے بعد توران، خراسان اور ماژندران سے گزرتے ہوئے قزوین پہنچنے اور اس کو دار السلطنت بنانے تک نادر شاہ کے واقعات بیان کئے ھیں -

باب سوم - اس میں مصنف نے اپنے حالات سفر بیان کئے ھیں - قزوین سے روانہ ھو کر عراق و شام اور وسطِ عرب سے گزرتے ہوئے مکۂ معظمہ اور مدینۂ منوّرہ کو پہنچنا - حج و زیارت سے فارغ ھو کر ساحل سمندر پر آنا -

باب چہارم - اس میں بندرگاہ ھوگلی پر جہاز سے اترنے کے بعد محمد شاہ بادشاہ کی وفات تک ہندوستان کے واقعات کا ذکر کیا ھے -

باب پنجم - اس میں احمد شاہ بادشاہ کی تخت نشینی کے حالات ھیں - یہ کتاب نہایت نادر و کمیاب ھے - دنیا میں اس کے اس وقت تک دو مخطوطوں کا علم تھا - جو برٹش میوزیم اور پبلک لائبریری لاھور میں محفوظ ھیں -
Zafar Hasan's Bibliography of Indo-Moslim History No. 274.
یہ تیسرا مخطوطہ ھے جو کتب خانہ حبیب گنج میں دریافت ھوا ھے - اس کتاب کے ابواب وفصول کی تفصیل سر ھنری ایلیٹ Sir H.M. Elliot نے اپنی تاریخ (جلد ھشتم صفحہ ۱۲۴) میں درج کی ھے - فرانسس گلاڈوین Francis Gladwin نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا ھے جو بمقام کلکتہ سنہ ۱۷۸۸ع میں طبع ھوا ھے -

۷- تاریخ محتشم - تصنیف نواب محمد محتشم خاں - اس کے مصنف نواب محمد محتشم خاں نواب محمد محبت خان ولد حافظ الملک نواب محمد رحمت خاں والی ملک کٹھیر کے فرزند ھیں - ملک اودہ خصوصاً ابونصر سلیمان جاہ نصیر الدین حیدر بادشاہ اودہ کے عہد حکومت کی تاریخ ھے - اس میں ابتدا سے سنہ ۱۲۵۳ ھ تک مصنف نے ثقہ مسموعات اور اپنے مشاہدات کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ھے - کتاب کے اھم مضامین کی تفصیل یہ ھے -

(۱) نصیرالدین حیدر کے اجداد کا تذکرہ۔
(۲) برھان الملك کے حالات، باجے راؤ کی هزیمت تك۔
(۳) صفدر جنگ کے حالات، احمد شاہ ابدالی کی جنگ پانی پت کے اختتام تك۔
(۴) صفدر جنگ کا انتقال اور شجاع الدولہ کا جلوس۔
(۵) شجاع الدولہ کی وفات اور آصف الدولہ کی مسند نشینی۔
(۶) مختار الدولہ کی وفات۔
(۷) سعادت علی خان کی مسند نشینی۔
(۸) سعادت علی خان کی وفات اور غازی الدین حیدر کی مسند نشینی۔
(۹) نصیرالدین حیدر کے عهد حکومت کے حالات۔ سنہ ۱۲۴۳ ھ سے سنہ ۱۲۵۳ ھ تك سال بسال۔

موجودہ مخطوطہ کرنل ولیم رابرٹس W. Roberts کے لئے لالہ کیشو پرشاد کایستھ نے تصنیف کے دو سال بعد ۱۷۔ صفر سنہ ۱۲۵۵ ھ کو لکھا ھے۔ سلطنت اودہ کی نسبت جو تاریخیں لکھی گئی ھیں ان میں یہ کتاب نہایت معتبر اور قابل استناد سمجھی جاتی ھے۔

۸۔ ذخیرۃ الخوانین تصنیف شیخ فرید ولد شیخ معروف، سلطنت تیموریہ کے اعیان و امراء کا کارآمد تذکرہ ھے۔ اس کے مصنف شاھجہان بادشاہ کے عهد میں سرکار بھکر کی صدارت پر مامور تھے۔ اس کی تالیف میں اکبرنامہ، آئین اکبری، جہانگیر نامہ، اقبال نامہ، بادشاہ نامہ، شاھجہان نامہ وغیرہ مستند و معتبر کتابوں سے مدد لی ھے۔ جلال الدین محمد اکبر۔ نورالدین محمد جہانگیر اور شہاب الدین محمد شاھجہان کے درباری امراء کا حال تین علیحدہ علیحدہ ابواب میں قلمبند کیا ھے۔ عهدِ مغلیہ کی کارآمد تاریخوں میں خاص اھمیت رکھنے والی تصنیف ھے۔ موجودہ مخطوطہ شکستہ خط میں ھے۔ محمد افضل الدین خان نے سنہ ۱۲۵۹ ھ میں اس کی کتابت کی ھے۔ نہایت نادر و کمیاب کتاب ھے۔ راقم کو اس کے دیکھنے کا اس سے پہلے کہیں موقع نہیں ملا۔

۹۔ تذکرۃ الامرا۔ تصنیف کیول رام ولد رگھوناتھ داس۔ اس کا مصنف صوبۂ شاھجہان آباد کے قصبہ 'کاسہ' کا رھنے والا تھا۔ اس نے سنہ ۱۱۸۴ ھ میں اس کی تالیف سے فراغت حاصل کی۔ یہ کتاب دو ابواب میں منقسم ھے۔ پہلے باب میں مسلمان اور دوسرے باب میں ھندو امراء کے تذکرے ھیں۔ موجودہ مخطوطہ شکستہ خط میں ھے۔ موھن لعل کایستہ نے شاہ عالم بادشاہ کے ساتویں سال جلوس میں جو سنہ ۱۱۹۰ ھ کے مطابق ھے اس کی کتابت کی ھے۔

۱۰۔ تحفۃ العجائب۔ علی طاھری نے علاء الدین زکریا بن محمود بن محمد القزوینی، المتوفی سنہ ۶۸۲ ھ کی کتاب سبعہ اقالیم کو عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا ھے ۲۳۔ رمضان سنہ ۹۲۸ ھ کو مترجم نے ترجمہ سے فراغت حاصل کی اور اسے ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ کی مجلس میں بطور ارمغان پیش کیا۔

سبعہ اقالیم عجائب المخلوقات کا تکملہ ھے۔ اس میں شہروں اور انکے باشندوں کے حالات ھیں وسٹنفیلڈ F. Wustenfeld نے اس کو 'آثار البلاد و اخبار العباد' کے نام سے سنہ ۱۸۴۸ ء میں لیپزك میں چھپوایا ھے۔

موجودہ مخطوطہ نستعلیق خط میں ھے۔ ماہ ربیع الثانی سنہ ۹۴۲ ھ میں بعہدِ نصیر الدین محمد ھمایون بادشاہ، ملتان میں اس کی کتابت ھوئی ھے۔ اور نوادرات میں شمار ھونے کے لایق ھے۔

۱۱۔ اخبار الحسینہ فی اخبار المدینہ۔ علامّہ نور الدین ابو الحسن علی بن عبد اللہ بن احمد السمہودی المتوفی سنہ ۹۱۱ ھ نے سنہ ۸۸۶ ھ میں بمقام مدینہ 'وفاالوفا باخبار دار المصطفیٰ' لکھی۔ سنہ ۸۹۳ ھ میں اس کو مختصر کیا اور اس کا نام 'خلاصۃ الوفا' رکھا۔ 'اخبار الحسینہ' 'خلاصۃ الوفا' کا ترجمہ ھے۔ مترجم کا نام معلوم نہیں۔ بعض قراین سے ثابت ھوتا ھے کہ شاھجہان بادشاہ کے عہد میں یہ ترجمہ ھوا ھے۔ خاتمہ میں کاتب کا نام اور کتابت کی تاریخ نہیں ھے۔ لیکن سرلوح پر ایك مہر سنہ ۱۱۳۳ ھ کی ثبت ھے، علی مظفرخان فدوی محمدشاہ بادشاہ، محمد عاشق رومی نے بھی 'خلاصۃ الوفا' کا فارسی میں ترجمہ کیا ھے جو 'خلاصۃ الاخبار' کے نام سے موسوم ھے۔ حاجی خلیفہ

نے کشف الظنون (جلد دوم صفحہ ۶۳۸) میں اس کا تذکرہ کیا ھے ۔ موجودہ ترجمہ اس کے علاوہ ھے ۔

۱۲۔ گلزارِ ابرار ۔ تصنیف شیخ محمد غوثی بن حسن بن موسیٰ شطاری۔ اس کے مصنف شادی آباد مانڈو کے رھنے والے ۔ شیخ وجیہہ الدین احمد بن نصراللہ علوی کے شاگرد اور شیخ فیضی بن مبارک کے احباب سے تھے ۔ فیضی نے جو مکتوب ان کے نام لکھے تھے وہ 'لطیفۂ فیاضی' میں محفوظ ھیں ۔ مصنف نے سنہ ۹۹۸ ھ میں اس کی تصنیف کا ارادہ کیا' دس سال کے بعد سنہ ۱۰۰۸ ھ میں ابتدا کی ۔ سنہ ۱۰۱۰ ھ میں جب اکبر بادشاہ کا برھانپور میں ورود ھوا تو لشکر شاھی کے بعض دوستوں نے تکمیل کا تقاضہ کیا ۔ جہانگیر کے عہد میں جلوس کے آٹھویں سال سنہ ۱۰۲۲ ھ میں اس کی تالیف سے فراغت حاصل کی اور اس کا دیباچہ جہانگیر کے نام پر لکھا ۔

گلزارِ ابرار ان مشایخ صوفیہ کا تذکرہ ھے جو ساتویں صدی ھجری کی ابتدا سے گیارھویں صدی کے اختتام تک ھندوستان میں گزرے ھیں ۔ یہ کتاب صدیوں کے اعتبار سے پانچ حصوں میں منقسم ھے ۔ اور مصنف نے ھر حصہ کا نام چمن رکھا ھے۔ اس میں پانسو پچھتر تذکرے مرقوم ھیں جن کے ناموں کی تفصیل ایوانو W. Ivanow نے اپنی فہرست مخطوطاتِ فارسی میں صفحہ ۹۶ سے صفحہ ۱۰۸ تک درج کی ھے ۔ منشی فضل احمد نے محمد الہ یار خاں رئیس اوجین کی فرمایش سے اردو میں اس کا ترجمہ کیا اور 'اذکار ابرار' کے نام سے سنہ ۱۳۲۶ ھ میں مفید عام پریس آگرہ میں چھپوایا ۔ موجودہ مخطوطہ ۱۷ ۔ رجب سنہ ۱۲۸۳ کو مکتوب ھوا ھے ۔ کاتب کا نام اور کتابت کا مقام درج نہیں ھے ۔

۱۴ طبقات شاھجہانی تصنیف محمد صادق ھمدانی ۔ اس کا مصنف دورِ شاھجہاں کے ممتاز مصنفین سے ھے ۔ سنہ ۱۰۰۰ ھ کے قریب دھلی میں پیدا ھوا ۔ شیخ عبدالحق محدث دھلوی کا شاگرد تھا ۔ اس نے طبقات شاھجہانی کے علاوہ علماء اور صلحاء کے حالات میں ایک اور کتاب بھی لکھی ھے۔ جس کا نام 'کلمات الصادقین' ھے ۔ اور اس میں مشاھیر ھند کے ایک سو بیس تذکرے ھیں ۔

طبقات شاهجہانی کا سال اختتام کتاب میں کسی جگہ بھی مذکور نہیں ھے - لیکن بعض مقامات سے ظاھرھوتا ھے کہ سنہ ۱۰۴۶ ھ میں اس کا سلسلۂ تالیف جاری تہا - اس میں آن سادات و صوفیہ اور علماء فضلاء حکماء وشعرا کا تذکرہ ھے - جو امیر تیمور کے زمانے سے شاھجہاں کی وفات تك گزرے ھین - یہ کتاب دس طبقات پر منقسم ھے - ھر طبقہ میں تین ابواب ھیں - پہلا باب سادات و صوفیہ سے تعلق رکہتا ھے - دوسرے باب میں علماء و فضلاء حکماء اور تیسرے باب میں شعرا کے تذکرے ھیں - مصنف نے سنین وفات کے بیان کرنے میں خاص التزام کیا ھے - اور سنہ کےساتہ تا امکان تاریخ اورشہوربھی درج کئے ھیں -

موجودہ مخطوطہ جدید الخط اور دو جلدون مین مجلد ھے -

۱۵- تاریخ حسینی و تذکرۂ مرشدی - تصنیف شیخ عبدالعزیز بن شیر ملك بن محمد واعظی - اس میں خواجہ بندہ نواز سیّد محمد گیسودراز کے حالات ومقالات وکرامات مذکورھیں - سلطان علاء الدین احمد شاہ بن احمدشاہ الولی البھمنی کے وزیر نظام الملك ملك راجہ کی فرمایش سے یہ کتاب تالیف ھوئی ھے - مصنف نے اس کے جمیع مطالب سیّدیداللہ حسینی کی سند سے بیان کیے ھیں - نادرالوجود کتاب ھے - اس وقت تك اس کا صرف ایك مخطوطہ کلکتہ کی ایشیاٹك سوسائٹی میں دریافت ھوا ھے- ایوانو W. Ivanow نے فارسی مخطوطات کی فہرست میں اس کے ابواب کی حسب ذیل تفصیل درج کی ھے -

باب اول - مبالغت کرامات وخوارق سروری-
باب دوم - مواظبت دینداری -
باب سوم - معالجت مرض قلوب طلّابِ صادق-
باب چہارم- موافقت عقیدۂ پاك باحکام وسنت الجماعت-
باب پنجم - معاملت درعطف خلافت واجازت و وکالت -
باب ششم - مناسبت فضائل ابناء مخدوم بافضایل سادات طریقت-
باب ھفتم- مباحثت وارادت درعلوم - ونویسانیدن تصنیفات -
باب ھشتم - ملاحظت درعرایس وضیافات -

باب نہم ۔ مداخلت درسماع طریقت ودرسماع بحالات ۔
باب دہم ۔ مداومت بورد وظاہر آن عارف حق الحقیقة ۔

موجودہ مخطوطه خط نسخ میں ھے آخر سے قدرے ناقص ھے ۔ جس کے باعث کاتب کا نام اور کتابت کی تاریخ معلوم نه ھوسکی ۔

۱۶ ۔ مراۃ مسعودی ۔ تصنیف شیخ عبد الرحمٰن چشتی ۔ سلطان الشہدا سالار مسعود غازی کا تذکرہ ھے جس کو مصنف نے پانچ داستانوں کے تحت بیان کیا ھے ۔

۱۷ ۔ مراۃ مداریه ۔ یه بھی شیخ عبدالرحمٰن چشتی کی تصنیف ھے ۔ اس میں شیخ بدیع الدین شاہ مدار کے حالات و کرامات ھیں ۔ مصنف نے سنه ۱۰۶۴ ھ میں مکن پور آکر مزار فایض الانوار سے برکات حاصل کرنے کے بعد یه کتاب تالیف کی ھے ۔

مراۃ مسعودی اور مراۃ مداری دونوں کے مخطوطے ایك جلد میں مجلد ھیں ۔ ان کے خاتموں پر کاتب کا نام اور کتابت کی تاریخ درج نہیں ھے ۔

شیخ عبد الرحمن چشتی عہد شاہجہاں بادشاہ کے مشایخین عظام سے ھیں ۔ آپ نے ان کتابوں کے علاوہ صوفیائے کرام کا ایك مبسوط تذکرہ بھی لکھا ھے جو سنه ۱۰۶۵ ھ میں تمام ھوا ھے ۔ اور 'مراۃ الاسرار' اس کا نام ھے ۔ 'مراۃ الحقایق' کے نام سے آپ نے 'گیتا' کا ترجمه بھی کیا ھے اور اس کا ایك نفیس مخطوطه سنه ۱۰۹۳ ھ کا لکھا ھوا کتب خانه حبیب گنج میں موجود ھے ۔

۱۸ ۔ مناقب فخریه ۔ تصنیف میر شہاب الدین خان بہادر وزیرالممالك عمادالملك عمادالدوله نصرت جنگ غازی الدین خان ثالث ۔ اس میں قطب المشایخ مولانا محمد فخر الدین دھلوی ابن مولانا نظام الدین اورنگ آبادی کے حالات و ملفوظات ھیں ۔ کتاب میں کسی جگه بھی مصنف نے اپنا نام نہیں لکھا ھے ۔ لیکن مختلف مواقع

پر بعض فقرات ایسے ہیں جن سے مصنف اور ان کے آب وجد کے نام بسہولت تمام دریافت ہوجاتے ہیں۔ صفحہ ۹ پر مولانا نظام الدین کا تذکرہ کرتے ہوئے مصنف نے اپنے جد کا نام نظام الملک آصفجاہ بتایا ہے۔

"جد مرحوم راقم عفی اللہ عنہ نواب نظام الملک آصفجاہ نیز شرف بیعت از خدمت آن ظل آلٰہی داشت۔"

صفحہ (۱٦) پر اپنے کو نواب نظام الدولہ ناصر جنگ کا بھتیجا لکھا ہے۔

"براے ہمین پردہ‌دار بہا بصحبت نواب نظام‌الملک بہادر ناصرجنگ عم مغفور راقم عفی اللہ عنہ و ہمت یارخان غفراللہ لہ اوقات بسر بردند۔"

صفحہ (۳۷) پر بیان کیا ہے کہ نواب ناصرجنگ کی شہادت کے بعد مصنف کے والد بارگاہ سلطانی سے دکن کی صوبہ داری پر نامزد ہوئے تھے۔

"بعد شہادت عم مغفور حضرت والد مبرور از بارگاہ سلطانی بصوبہ داری دکن مامور و مخلع شدہ اشکر بیرون کشیدہ بودند۔"

صمصام الدولہ شاہ نواز خاں نے مآثر الامرا میں اور میر غلام علی آزاد بلگرامی نے خزانۂ عامرہ میں بیان کیا ہے کہ نواب ناصر جنگ بہادر کی شہادت کے بعد امیر الامرا حافظ محمد پناہ غازی الدین خاں ثانی دکن کی صوبہ داری پر مامور ہوئے تھے اس اعتبار سے اور کتاب کی محولہ بالا فقرات سے مصنف اور آن کے آب وجد کا سلسلہ اس طرح قرار پاتا ہے :-

میر شہاب الدین خاں بہادر وزیر الممالک عماد الملک عماد الدولہ نصرت جنگ غازی الدین خاں ثالث ابن امیر الامرا حافظ محمد پناہ خاں عماد الملک فیروز جنگ غازی الدین خاں ثانی ابن میر قمر الدین خاں بہادر نظام الملک آصف جاہ اول بانی سلطنت آصفیہ۔

صمصام الدولہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے عزیز الدین عالمگیر ثانی کے عہد میں چھہ سال تک خدمت وزارت کو انجام دیاتھا۔ میر احمد علی ھاشمی نے

تذکرہ مخزن الغرائب میں لکھا ھے کہ ۱۰ - ربیع الثانی سنہ ۱۲۱۵ ھ کو (۶۷) سال کی عمر میں محمدآباد کالپی میں ان کا انتقال ھوا - اور وہ اسی جگہ مدفون ھوئے - فارسی میں شعر خوب کہتے تھے - میر شمس الدین فقیر کے شاگرد تھے - نظام تخلص تھا - راقم نے ان کا دیوان نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں دیکھا ھے -

یہ کتاب سنہ ۱۲۰۱ ھ میں تمام ھوئی ھے - مصنف نے خاتمہ میں تاریخ تصنیف اس طرح منظوم کی ھے -

درجمیع مناقب بصفائے نیت   حق داد مرا سجیۂ مرضیہ
جستم چون نظام سال جمعش ازدل   گفتا جمع مناقب فخریہ

موجودہ مخطوطہ ۵ - جمادی الثانی سنہ ۱۲۸۴ ھ کو مکتوب ھوا - کاتب کا نام نہیں ھے - کاغذ معمولی - خط ادنیٰ درجہ کا نستعلیق ھے -

۱۹- مونس الاحرار ودقائق الاشعار - تالیف احمد بن محمد المعروف بہ کلاتی اصفہانی - فارسی شعراء کے کلام کا عدیم النظیر انتخاب جو یکم ربیع الاول سنہ ۷۰۲ ھ کو اصفہان میں مرتب ھوا ھے - کلاتی نے اس انتخاب کو مضامین کے لحاظ سے تیس ابواب پر تقسیم کیا ھے -

۱	در توحید	ص ۱	۲	در نعت خاتم الانبیا	ص ۴۹
۳	در حکمة وموعظة	ص ۶۹	۴	در قسمیات	ص ۱۸۲
۵	در تسمیطات	ص ۲۴۳	۶	در توشیحات ومصنوعات	ص ۳۱۳
۷	در ترجیعات	ص ۳۴۷	۸	در قصائد و غزلیات	ص ۴۰۲
۹	در تشبیهات	ص ۴۰۷	۱۰	درانواع جمع وتقسیم وتفریق	ص ۶۸۷
۱۱	در اشعار مردف	ص ۹۸۷	۱۲	در سوال وجواب	ص ۱۰۲۲
۱۳	در تجنیسات ومکررات	ص ۱۰۶۲	۱۴	در ذوقافیتین وقوافی مکرر	ص ۱۰۷۲
۱۵	در مرصع و مصرع	ص ۱۱۰۸	۱۶	در ملمعات ومترجمات	ص ۱۱۲۱
۱۷	در مربع ومتلون	ص ۱۱۳۳	۱۸	در انواع مناظرہ	ص ۱۱۴۸
۱۹	در انواع لزومات	ص ۱۱۶۶	۲۰	در حذفیات	ص ۱۱۸۸
۲۱	درحرف منقوط وغیران	ص ۱۱۹۴	۲۲	در مفردات	ص ۱۱۹۵
۲۳	در مشجر ومصوّر	ص ۱۱۹۷	۲۴	در طرد عکس ورد عجز	ص ۱۲۰۶

۲۵ در مراثی ص ۱۲۱۳ ۲۶ در معماد لغز و ملتمسات ص ۱۲۰۶
۲۷ در هزلیات وهجویات ص ۱۲۸۰ ۲۸ در مقطعات ص ۱۳۱۸
۲۹ در فردیات ص ۱۳۲۳ ۳۰ در رباعیات ص ۱۳٦٦

کلّاتی کی یه کتاب حقیقت میں رشید وطواط کی 'حدایق السحر فی دقایق الشعر' کا تکمله هے - جو صنائع شعری کے متعلق فارسی زبان میں چھوٹی سی کتاب هے - اس میں رشید وطواط نے هر صنعت کے بیان میں ایك ایك یا دو دو شعر بطور سند درج کئے هیں - کلّاتی نے 'حدائق السحر' کی صنائع کو عنوان قرار دیا اور هر عنوان کو ایك ایك باب سے مختص کر کے هر باب کے تحت میں اساتذه کے سینکڑوں اشعار انتخاب کئے هیں - چنانچه خود کلّاتی نے دیباچه میں اسکا ذکر اس طرح کیا هے -

"بموجب فرموده و اشارات رائے منیر شان دواوین ملوك حکماء واشعار امرا شعری که مشهور بود انتخابے کرد و مجموعه ساخت چنانچه از تمامی مصنوعات ولطائف بدائع که رشید الدین در حدایق السحر یاد کرده وبیتی در استشهاد آورده واسنادی بکار برده هم بدان صنعت بابی موضوع کرده تا از هیچ ولطیفه بے نصیب نباشد"

رشید وطواط کا نام رشیدالدین سعد الملك محمد بن محمد بن عبد الجلیل العمری هے وه عربی فارسی کا مشهور ومعروف ادیب وشاعر هے - سنه ۵۷۳ ه میں اس نے وفات پائی هے - اس کے حالات کتب ذیل میں دیکھئے - (۱) عمادالدین محمد بن محمد الکاتب اصفهانی المتوفی سنه ۵۹۷ ه کی کتاب خریدة القصر وجریدة اهل العصر - همارے دوست پروفیسر محمد شفیع ایم - اے نے رشید وطواط کے تذکرے کو اس کتاب سے اخذ کر کے سنه ۱۹۳۴ ع سنه ۱۹۳۵ ع اور سنه ۱۹۳٦ ع کے اورنٹیل کالج میگزین میں چھپوایا (۲) شهاب الدین ابو عبدالله یاقوت بن عبدالله الحموی المتوفی سنه ٦۲٦ ه کی کتاب معجم الادبا المسمٰی بارشاد الاریب الی معرفة الادیب جلد سابع صفحه ۹۱ (۳) حافظ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی المتوفی سنه ۹۱۱ ه کی کتاب بغیة الوعاة طبع مصر صفحه ۹۷ - (۴) دولت شاه بن علاء الدوله بختی شاه سمرقندی کا تذکرة الشعرا طبع پروفیسر برون صفحه ۸۷ - طبع لاهور صفحه ۵۳ -

مونس الاحرار نهایت نادرونایاب هے - دنیا کے کسی کتب خانے میں اس کے مخطوطے تا حال دریافت نهیں هوسکے هیں - اسکی پیروی میں اسی موضوع پر دو اور

مجموعے مرتب ہوئے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں مجموعے اس کا نقش ثانی ہیں۔ ان میں سے پہلے مجموعہ کا جامع محمد بن بدر جاجرمی ہے۔ اس کا نام بھی 'مونس الاحرار و دقائق الاشعار' ہے۔ اس میں بھی تیس باب ہیں۔ منجملہ ان کے اونیسوین باب میں تواریخ جمع ہیں۔ بیسوین باب میں شاہ نامۂ فردوسی کا انتخاب ہے۔ ان کے سوا اٹھائیس ابواب کے عنوان کلّاتی کے مجموعہ سے بالکل مطابقت رکھتے ہیں۔ یہ مجموعہ سنہ ۷۴۱ھ میں کلّاتی کے مجموعہ سے چالیس سال بعد مرتب ہوا ہے۔ کلّاتی کے مجموعہ کی طرح دنیا میں اسکا بھی صرف ایك ھی مخطوطہ دستیاب ہوا ہے۔ جس میں سولہ باب موجود ہیں۔ باقی چودہ باب تلف ہو گئے ہیں۔ محمد بن عبدالوہاب قزوینی نے اسکی نسبت ایك مفصل مضمون لکھا ہے جو سنہ ۱۹۲۸ع کے مجلّہ مدرسۂ مطالعات مشرقیہ Bulletin of the School of Oriental Studies, Vol. V. Part. I.(1928) P. 97-109. میں شائع ہوا ہے۔

دوسرا مجموعہ جس کا نام 'دقایق الاشعار' ہے بارھوین صدی کے نصف آخر میں مرتب ہوا ہے اس مین بھی تیس باب ہیں۔ جن کے عنوان حرف بحرف کلّاتی کے مجموعہ سے مشترك ہیں۔ اس کے مرتب کا نام محمد عبدالوہاب ہے۔ وہ دولت آباد کا باشندہ تھا۔ سنہ ۱۱۷۲ھ میں اس نے فارسی شعر کا ایك تذکرہ بھی لکھا ہے جس کا نام 'تذکرہ بے نظیر' ہے۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے سرو آزاد (طبع لاہور صفحہ ۲۴۶ تا صفحہ ۲۴۴) میں اسکے حالات لکھے ہیں۔ لیکن 'دقائق الاشعار' کا ذکر نہیں کیا ہے۔

'دقائق الاشعار' کا مخطوطہ بوڈلین لائبریری Bibliothecæ Bodleianæ میں موجود ہے۔ کلّاتی اور محمد جاجرمی کے مخطوطوں کی طرح دنیا میں اس کا بھی یہی ایك مخطوطہ ملتا ہے۔ اور اسکی مفصل کیفیت مخطوطات فارسی کی فہرست میں درج ہے۔ Catalogue of the Persian Manuscripts in the Bodleian Library by Prof. Sachau and Dr. Ethe, Vol. I. No. 1333 P. 819.

۳۰۔ مذکر احباب تصنیف۔ نقیب الاشراف شیخ بہاء الدین حسن نثاری۔ امیر نظام الدین علی شیر کے تذکرہ مجالس النفایس کا ذیل ہے۔ اور سنہ ۹۷۴ھ میں

بعہد سلطان ابو الغازی محمد عبد الله بہادر خان اوزبك (سنه ۹٦۴ ھ- ۹۹۱ ھ) بخارا میں تالیف ہوا ہے۔ اس میں آن سلاطین و امراء و فقراء و علماء و شعراء کے حالات ہیں جو دسویں صدی کے وسطی ایام میں بمقام بخارا موجود تھے۔ اور جن کے حالات کو امیر علی شیر نے مجالس النفایس میں چھوڑ دیا ہے۔

موجوده مخطوطه طلا کار اور مذہّب۔ جدول سبز۔ لاجوردی اور طلائی ہیں۔ خط نہایت نفیس نستعلیق ہے۔ تالیف کے چھه سال بعد سنه ۹۸۰ ھ میں ہرات کے خطاط میرك نے اس کی کتابت کی ہے۔ یه مخطوطه نوادرات سے ہے۔ کتب خانه میں اس کا ایك اور مخطوطه بھی موجود ہے جو آخر سے ناقص ہے۔ اس میں امیر نظام الدین محمد بدیع قاضی تك تذکرے ہیں۔

۲۱۔ تحفۂ سامی۔ تصنیف شاهزاده سام مرزا صفوی۔ اسکا مصنف سام مرزا۔ شاه اسمعیل صفوی کا فرزند ہے۔ ۲۱ شعبان سنه ۹۲۳ ھ کو پیدا ہوا۔ سنه ۹۳۸ ھ میں جب که اس کی عمر پندره سال کی تھی شاه اسمعیل نے ہرات کا والی بنایا اور درمش خان کو اس کا اتالیق مقرر کیا۔ سنه ۹۴۹ ھ میں اس نے اپنے بھائی شاه طہماسپ کے خلاف بغاوت کی اور گرفتار ہو کر محبوس کر دیا گیا۔ سنه ۹۸۴ ھ میں شاه اسمعیل ثانی نے دوسرے شاہزادوں کے ساتھ اس کو بھی قتل کرا دیا۔

اس میں شاہزادے نے اپنے عہد کے سلاطین و امراء علماء شعراء اور دیگر ارباب کمال کے تذکرے فراہم کئے ہیں۔ یه کتاب سات صحیفوں میں منقسم ہے۔ قریباً دو سال ہوئے که اس کے ساتوں صحیفوں کا ضروری اقتباس جس میں (۷۹) تراجم ہیں پروفیسر محمد شفیع ایم۔ اے نے گیاره صفحات کی محققانه تمہید کے ساتھ لاہور کے اورنٹیل کالج میگزین میں شائع کیا ہے۔ دیکھو رساله مذکور بابت ماه فبروری سنه ۱۹۳۴ء از صفحه ۷۳ تا صفحه ۱۲۰۔ پانچویں صحیفه کو جس میں مشاہیر شعراء کے حالات ہیں محمد اقبال حسین ایم۔ اے نے تصحیح و تحشی کے بعد مرتب کیا اور پٹنه یونیورسٹی نے سنه ۱۹۳۴ء میں طبع کرایا۔ کامل کتاب حال میں (سنه ۱۳۱۴ شمسی) طہران کے مجله ارمغان [سال شانزدهم] کے ساتھ بطور ضمیمه شائع ہوئی ہے۔

۲۲۔ خلاصۃ الاشعار و زبدۃ الافکار۔ تالیف تقی الدین محمد بن شرف الدین حسین کاشانی۔ اس کا مصنف شہنشاہ اکبر کا معاصر ھے۔ اور سنہ ۹۴۷ھ کے قریب اس کی ولادت ہوئی ھے۔

خلاصۃ الاشعار فارسی کے مشاہیر شعراء کا مشہور تذکرہ ھے۔ مولانا آزاد بلگرامی نے خزانۂ عامرہ کے دیباچہ میں لکھا ھے کہ سنہ ۹۹۳ھ میں تصنیف ہوا ھے۔ اس میں متقدمین متوسطین اور معاصرین کے تراجم اور ان کا نمونہ کلام مصنف نے تین جلدوں میں جمع کیا ھے۔ موجودہ مخطوطہ جو اول و آخر سے ناقص ھے معاصرین سے تعلق رکھتا ھے۔ اور اس کے تین سو صفحات ھیں جن میں صرف گیارہ شعراء کا تذکرہ ھے۔

۲۳۔ عرفات العاشقین و عرصات العارفین تصنیف تقی الدین اوحدی بن معین الدین حسینی۔ فارسی شعراء کا ضخیم ترین تذکرہ ھے۔ اس کا مصنف سنہ ۹۷۳ھ میں اصفہان میں پیدا ہوا۔ سنہ ۱۰۱۵ھ میں ہندوستان آیا۔ سنہ ۱۰۲۲ھ سے سنہ ۱۰۲۴ھ تک آگرہ اور اجمیر میں اسکی ترتیب و تدوین میں مصروف رہا۔ پھر جہانگیر کے حکم سے اسکا خلاصہ لکھا۔ 'کعبۂ عرفان' اس کا نام رکھا۔ والہ داغستانی نے اپنے تذکرہ ریاض الشعرا کی تالیف میں اس سے مدد لی ھے۔ اوحدی نے 'سرمۂ سلیمانی' کے نام سے فارسی کا ایک لغت بھی لکھا ھے جو 'برہان قاطع' کے ماخذات میں شامل ھے۔ نظم میں بھی اس کی متعدد تصنیفات ھیں۔ مثلاً حکیم شفائی کے حالات میں اپنی ایک مثنوی 'مجمع انہار و کعبۂ انوار' کا تذکرہ کیا ھے۔ ایک اور مقام پر 'عین الحیواۃ' اور 'تبصرۃ العارفین' کے نام سے اپنے دو دواوین کے حوالے دئے ھیں۔

موجودہ مخطوطہ اول و آخر سے ناقص ھے۔ اس میں 'ح' سے 'ش' تک صرف آٹھ حرف کے تذکرے مرقوم ھیں۔

۲۴۔ ریاض الشعراء تصنیف علی قلی خاں والہ داغستانی۔ فارسی شعراء کا تذکرہ ھے۔ اس میں دو ہزار پانسو چھیالیس شاعروں کے حالات اور انکے کلام کے نمونے جمع ھیں۔

واله کاحال شعراء کے اکثر تذکروں میں تفصیل سے مذکور ھے مثلاً آزاد بلگرامی کا تذکرہ خزانۂ عامرہ ص ۴۶۴ - مصحفی کا تذکرہ عقد ثریّا ص ۶۱ - محمد قدرت الله خان گوپاموی کا تذکرہ نتائج الافکار ص ۴۴۹ -

تذکرہ نویسوں نے بالاتفاق سنہ ۱۱۷۰ھ کو واله کا سال انتقال بیان کیا ھے - لیکن موجودہ مخطوطہ میں خاتمہ کے بعد میاں گلشن کا ایك قطعہ تاریخ درج ھے جس سے ثابت ھوتا ھے کہ سنہ ۱۱۶۹ھ میں واله نے وفات پائی وہ قطعہ یہ ھے -

ازجہاں چوں کرد واله انتقال	درجوار رحمت حق گشت جاش
از پے تاریخ اورفتم بہ فکر	ھاتفی گفتا بیامرزد خدا ش

۱۱۶۹ ھ

موجودہ مخطوطہ خیرات علی کنبوہ کے ھاتھہ کا لکھا ھوا ھے - تاریخ کتابت نہیں ھے - لیکن ایك جگہ حاشیہ پر خود والا نے اپنے قلم سے ایك آیت اضافہ کی ھے - جس سے ظاھر ھے کہ یہ مخطوطہ واله کی نظر سے گزرچکا اور اس کی وفات سے پہلے مکتوب ھوا ھے -

اس کے علاوہ کتب خانہ میں ایك اور مخطوطہ موجود ھے لیکن یہ صرف ثلث اول ھے - اس میں امیر خسرو تك حالات ھیں - اس کا خط صاف اور نسخہ بے عیب ھے -

۲۵ - مخزن الغرائب - تصنیف شیخ احمد علی ولد شیخ غلام محمد ھاشمی اس کے مصنف سندھیلہ کے رھنے والے تھے - فارسی کا اکمل ترین تذکرہ ھے اور سنہ ۱۲۱۸ ھ میں اختتام کو پہنچا ھے - اس میں تین ھزار ایك سو اڑتالیس شاعروں کے حالات اور اُن کا نمونۂ کلام درج ھے - اس سے پہلے فارسی شعراء کا ایسا جامع تذکرہ کسی عہد میں بھی تصنیف نہیں ھوا -

موجودہ مخطوطہ تصنیف کے چار سال بعد ۲۸ شوال سنہ ۱۲۲۲ ھ کو مکتوب ھوا - اور حاجی محمد جان خان رئیس دادوں ضلع علی گڈھ نے بطور ارمغان کتب خانہ میں داخل کیا ھے -

اس کے علاوہ کتب خانہ میں اس کا ایك ناقص الآخر نسخہ اور بھی موجود ھے - جس میں ردیف 'ش' تا تذکرہ شطرنجی اس میں تذکرے ھیں -

(۲) لٹن لائبریری

مسلم یونیورسٹی - علیگڈھ

علیگڈھ میں ۲۸ - اپریل سے ٦ - مئی ۱۹۳٦ ع تک آٹھہ یوم قیام رہا - اور مہمان کی حیثیت سے نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا حبیب الرحمن خان شیروانی کی حویلی 'حبیب منزل' میں مقیم رہے - پانچ یوم مسلم یونیورسٹی کے دیکھنے میں صرف کئے - اس دوران میں وقت کا زیادہ حصہ لٹن لائبریری میں گزارا - اس لائبریری کے دو شعبے ھیں - ایک مشرقی - دوسرا مغربی - مشرقی شعبہ ھماری دلچسپی کا تھا - اسکے دیکھنے میں ھم نے زیادہ وقت صرف کیا - اس شعبہ میں تین مختلف ذخیرے ھیں -

(۱) مرحوم سرسید احمد خان کا ذخیرہ -
(۲) نواب سبحان اللہ خان کا ذخیرہ -
(۳) نواب عبد السلام خان کا ذخیرہ -

ان ذخیروں کی خام فہرستیں علحدہ علحدہ بنی ھوئی ھیں - اور ان میں بہت سی ایسی نادر و نایاب کتابیں موجود ھیں جن کے دیکھنے کی مدت سے آرزو تھی - وقت تھوڑا تھا - کتابیں کثرت سے تھیں ، اس لئے ھم نے دیگر فنون کو چھوڑ دیا - صرف تاریخ کی کتابیں دیکھیں اور ان میں سے بعض کتابوں پر یادداشت لکھے جو ذیل میں درج ھیں -

مرحوم سرسید احمد خان کا کلکشن

۳٦ مراۃ آفتاب نما - اس کتاب کا مفصل حال اوراق ماسبق میں گزر چکا ھے -

۲۷ تقویم التواریخ - اس کتاب کا تذکرہ اوراق ما بعد میں آئیگا -

۲۸ سفینہ - تصنیف بندر ابن داس خوشگو المتوفی سنہ ۱۱۷۰ ھ - فارسی شعرا کا نہایت نفیس تذکرہ ھے - اس کا مصنف محمد افضل سرخوش المتوفی سنہ ۱۱۲۷ھ اور سراج الدین علی خان آرزو المتوفی سنہ ۱۱۶۹ھ کا شاگرد تہا - اس نے اپنا تذکرہ نواب عمدۃ الملک محمد امیر خان انجام المتوفی سنہ ۱۱۵۹ ھ کے نام پر لکھا ھے - اس کے صلہ میں نواب نے اپنی سرکار سے دو روپئے یومیہ مقرر کردئے تہے (محبوب الالباب فی تعریف الکتب والکتاب طبع حیدرآباد ص ۳۴۶) خوشگو نے سنہ ۱۱۳۷ھ میں اس تذکرے کی ابتداء کی - دس سال کی محنت کے بعد سنہ ۱۱۴۷ میں تمام کیا - اس کے نام 'سفینہ خوشگو' سے آغاز تالیف کی تاریخ برآمد ھوتی ھے - سنہ ۱۱۵۵ھ میں خانِ آرزو نے اسکی نظر ثانی کی ھے - اس کے تین دفتر ھیں اور ان میں علی الترتیب متقدمین متوسطین اور متاخرین کے حالات ھیں - اور ان کی ترتیب عہد وار ھے درّی شوستری نے سنہ ۱۲۳۶ ھ کے قریب اسکی ترتیب بدل دی - اور حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب دیکر اسکا نقش ثانی مرتب کیا - موجودہ مخطوطہ اول وآخر سے ناقص اور نقش اول کی نقل ھے -

۲۹ ماثر جہانگیری - شہنشاہ نور الدین محمد جہانگیر (سنہ ۱۰۱۴ھ - سنہ ۱۰۶۸ھ) کے عہد حکومت کی بائیس سالہ تاریخ اور عزت خان میرزا کامگار حسینی المتوفی سنہ ۱۰۵۰ ھ کی تصنیف ھے - شہاب الدین محمد شاہجہان (سنہ ۱۰۳۷ھ - سنہ ۱۰۶۸ ھ) کے عہد میں جہانگیر کی وفات کے تین سال بعد سنہ ۱۰۴۰ھ میں تصنیف ھوئی ھے - اس کے دو مخطوطے ھیں - ایک مکمل دوسرا ناقص الآخر - ناقص مخطوطہ میں ابتدائی عہد کے صرف چارسالہ واقعات ھیں - دونوں مخطوطوں کو مقابلہ کرنے سے معلوم ھوا کہ ان میں قدرے اختلاف بھی ھے -

۳۰ مرات واردات - تصنیف محمد شفیع بن محمد شریف طہرانی المتخلص بوارد - مصنف نے اس کتاب کو چار جلدوں میں تقسیم کیا ھے - پہلی جلد میں ھندوستان کے

تیموری سلاطین کا تذکرہ ھے۔ اس کی ابتداء امیر تیمور صاحب قران سے ہوئی ھے۔ عالم گیر اورنگ زیب کی وفات (سنہ ۱۱۱۸ ھ) تک حالات با لاختصار بیان کئے ھیں۔ اس کے بعد سنہ ۱۱۱۹ ھ سے سنہ ۱۱۴۱ ھ تک بائیس سال کے واقعات کو خوب شرح وبسط کیساتھ لکھا ھے۔ یہ جلد سنہ ۱۱۴۶ ھ مین تمام ہوئی ھے۔ سرھنری ایلیٹ Sir H. M. Elliot کی تاریخ ھندوستان مین اس کے ایڈیٹر پروفیسر ڈوسن Prof. J. Dowson نے 'تاریخ چغتائی' کے نام سے اس جلد پر ایک کارآمد یاد داشت لکھی ھے۔ دوسری اور تیسری جلدین یا تو تالیف نہین ہوئیں یا تالیف ہونے کے بعد غیر مقبول ہوکر ناپید ہوگئی ھیں۔ چوتھی جلد نہایت نایاب اور اسکا واحد مخطوطہ بوڈلین لائبریری Bibliothecæ Bodleianae میں محفوظ ھے۔ اس جلد کی ابتداء مصنف کے حالاتِ سفر اور۔ لامی۔ جاوہ۔ چین۔ فرنگ ارخنگ۔ آچین۔ پیگو۔ اڈیسہ۔ پرطائل وغیرہ کے تاریخی اور جغرافی کوایف سے ہوئی ھے۔ اس کے بعد ھندوستان کے شعرا اور مصنفین کا مفصل تذکرہ مرقوم ھے۔ موجودہ مخطوطہ صرف جلد اول کا ھے۔

۳۱ تذکرۃ السلاطین چغتائیہ۔ تصنیف مرزا محمد ھادی کامور خان۔ اس کا مصنف محمد شاھی عہد کا نامور مورخ ھے۔ اس نے دیباچہ اور تکملہ لکھکر 'تزک جہانگیری' کو مکمل کیا۔ سنہ ۱۱۳۲ ھ میں 'ھفت گلشن' کے نام سے سلاطین ھندوستان کی عمومی تاریخ لکھی۔ اس کے بعد سنہ ۱۱۴۴ ھ میں اس کتاب کو تالیف کیا۔ اس کی دو جلدیں ھیں۔

جلد اول میں چنگیز خاں کے زمانہ سے نورالدین محمد جہانگیر کی وفات تک چغتائی مغلوں کا تذکرہ ھے۔

جلد دوم شہاب الدین محمدشاھجہان (سنہ ۱۰۳۷ ھ سنہ ۱۰۶۸) کی تخت نشینی سے شروع ہوکر محمد شاہ بادشاہ (سنہ ۱۱۳۱ ھ سنہ ۱۱۶۱ ھ) کے ساتوین سال جلوس پر تمام ہوئی ھے۔

۳۲ تاریخ رشیدی۔ تصنیف محمد حیدر بن محمد حسین گورگان معروف بہ مرزا حیدر دوغلات۔ وسط ایشیا کے مغلوں کی تاریخ۔ سنہ ۹۵۲ ھ میں بمقام کشمیر

تصنیف ہوئی ۔ اس کے دو دفتر ہیں ۔ پہلے دفتر میں مغول یعنے خانان مغولستان کے حالات ہیں اور اس کی ابتداء تغلق تیمور کے عہد سے ہوئی ہے ۔ دوسرے دفتر میں امرائے اوزبك، شاهان چغتائیه اور بعض دوسرے حکمران خاندانوں کا تذکرہ ہے ۔ سر دینی سن راس E. D. Ross اور مسٹر الیس N. Elias نے اس کتاب کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے جو History of the Mughuls of Central Asia کے نام سے سنه ۱۸۹۸ ع میں چھپا ہے ۔ موجودہ مخطوطه نہایت نفیس اور نواب ضیاء الدین خان نیّر رئیس لوہارو کے کتب خانه کا ہے ۔

۳۳ تاریخ الفی ۔ جو شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر (سنه ۹٦۳ ھ ۔ سنه ۱۰۱۴ ھ) کے حکم سے تصنیف ہوئی ہے ۔ اوراق مابعد میں اس کا تذکرہ قدرے تفصیل سے لکھا گیا ہے ۔ موجودہ مخطوطه کتاب کے نصف ثانی کا ہے ۔ اور آخر سے کسی قدر ناقص ۔ اس کی ابتداء سنه ۹۲۰سال رحلت کے واقعات سے ہوئی ہے ۔

نواب سبحان الله خان کا کلکشن

۳۴ ترجمه سیرة ابن اسحٰق ۔ ابو عبد الله محمد بن اسحٰق بن یسار المطلبی المتوفی سنه ۱۵۱ ھ فن سیر و مغازی کے امام اور امام زهری محمد بن مسلم بن شہاب القرشی المتوفی سنه ۱۲۳ ھ کے شاگرد تھے ۔ انکی سیرت اصح ترین کتب میں شمار ہوتی ہے ۔ مشہور شاعر شیخ سعدی شیرازی کے ممدوح اتابك اعظم مظفرالدین ابوشجاع سعد بن زنگی (سنه ۵۹۹ ھ ۔ سنه ٦۲۸ ھ) کی فرمایش سے سنه ٦۱۲ ھ میں زبان فارسی اس کا ترجمه ہوا ہے یه ترجمه نہایت کمیاب ہے ۔ موجودہ مخطوطه تین جلدوں میں ہے اور بنظر احتیاط نوادرات کی الماری میں مقفل رہتا ہے ۔

۳۵ فانوس خیال ۔ تصنیف سیف الدین بن محی الدین محمد بن هاشم الاموری ۔ فارسی زبان کے ان شعراء کا تذکرہ ہے جو جلال الدین محمد اکبر (سنه ۹٦۳ ھ ۔ سنه ۱۰۱۴ ھ) کے عہد سے اورنگ زیب عالمگیر (سنه ۱۰٦۸ ھ ۔ سنه ۱۱۱۸ ھ) کی وفات تك ہندوستان میں گذرے ہیں ۔ مصنف نے اس میں سنین وفات کا خاص التزام کیا ہے ۔

(۳) مسلم ایجوکیشنل کانفرنس

مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی لائبریری میں عربی فارسی کی کم و بیش تین سو مخطوطات ھیں۔ مولوی سید الطاف علی مصنف 'حیات حافظ رحمت خان' نے اپنی عنایت سے تمام ذخیرہ دکھایا۔ جس میں بعض نادر اور بیش قیمت کتابیں نظر آئیں منجملہ ان کے ایک مخطوطہ مثنوی مولانا روم کے انتخاب کا ھے۔ جسکو ملا محمد سعد عظیم آبادی نے سنہ ۱۱۰۵ھ میں بعہد اورنگ زیب عالمگیر مرتب کیا ھے۔ اس کا نام 'باغ گلبن' ھے۔ جس سے تاریخ ترتیب برآمد ھوتی ھے۔ اس کے سر ورق پر شاھان اودہ سے نصیر الدین حیدر سلیمان جاہ (سنہ ۱۲۴۳ھ۔ سنہ ۱۲۵۳ھ) اور امجد علی شاہ ثریا جاہ (سنہ ۱۲۵۸ھ۔ سنہ ۱۲۶۳ھ) کی دو مہرین ثبت ھین۔

مہر اول

خوش ست مہر کتب خانۂ سلیمان جاہ　　　بہر کتاب مزین چو نقش بسم اللہ

مہر ثانی

ناسخ ھر مہر شد چون شد مزین بر کتاب　　　خاتم امجد علی شاہ زمان عالی جناب

ملا محمد سعد عہد عالمگیر بادشاہ کے مشاھیر علما سے ھین۔ بندرابن داس خوشگو نے 'سفینہ' مین ان کے حالات اسطرح تحریر کئے ھین:-

> مولوی محمد سعد قریشی ساکن عظیم آباد پٹنہ محلہ فرخ جان است از مصاحبان نواب چا قلی خان رازی بود۔ در معقولات و منقولات و اکثر فنون عربی فارسی مہارت تمام داشت از تالیف و تصنیف مثل شرح مقامات حریری و شروح کافیہ و شافیہ و تہذیب و دیگر متداولات ھند عروض و قوافی وغیرہ ذلک قریب پنجاہ و پنج نسخہ دارد۔

دوسرا مخطوط مولانا نظامی گنجوی کے 'خمسہ' کا ھے۔ جس کی کتابت دھم ربیع الاول سنہ ۹۶۳ھ کو ھوئی ھے۔

۳۶ روضات شاهی - سید محمد جعفر بن سید محمد جلال بن سید محمد مقصود عالم شاهی احمد آبادی المتوفی سنه ۱۰۸۵ ھ نے روضات کے نام سے ایك ضخیم کتاب چوبیس جلدون مین مرتب کی اور اس مین تاریخ و تراجم، ادب و انشا اور اخلاق و تصوف کی مشهور و متداول کتابون کے انتخابات درج کئے - سنه ۱۰۷۷ ھ اور سنه ۱۰۸۳ ھ کے مابین اورنگ زیب عالمگیر (سنه ۱۰۶۸ ھ - سنه ۱۱۱۸ ھ) کے عهد مین اسے تمام کیا - موجوده مخطوطه اس عظیم الشان کتاب کی چوتهی جلد هے اور سنه ۱۱۵۴ ھ مین بعهد محمد شاه بادشاه مکتوب هوا هے -

ملّا محمد اسلم پسروری نے 'فرحت الناظرین' مین ملّا محمد جعفر کے حالات اس طرح تحریر کئے هین -

> سید جعفر احمد بادی صاحب فضل و کمال و جانشین والد ماجد خود سید جلال بود اشعار دلاویز و نکات حکمت آمیز او حالت بخش ارباب حال است و و دیوان ترتیب داده و کتابی محتوی براحوالی سادات عظام تالیف نموده « روضات » نام نهاده وصفا تخلص میکرد. در حضور بادشاه رسیده بگونا گون عنایات و انعام نقد و فیل مخصوص شده بوطن مراجعت نموده نهم ذی الحجه سنه ۱۰۸۵ ھ یکهزار و هشتاد و پنج هجری ازین رباط غرور بسرائے سرور انتقال نمود -

۳۷ تحفة الاخبار - ملك کرناٹك کے روساء - حکام - جاگیردار - راجگان - پنشن گزار اور گورنران صوبۂ مدراس کی تاریخ هے - اسکے مصنف منشی غلام حسین ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے مدراس گورنمنٹ کے دارالانشاء میں ملازم تهے - یه کتاب سنه ۱۱۳۴ ھ میں تصنیف هوئی هے اور حسب ذیل پانچ فصول پر اسکے مضامین منقسم هین -

فصل اول - ذکر روساء و حکام کرناٹك - عالمگیر اورنگ زیب کے عهد سے سنه ۱۲۱۸ ھ تك -

فصل دوم - ذکر گورنران صوبۂ مدراس -

فصل سوم - در تبئین قانون معاش انگریزان -

فصل چهارم - شرح مراتب عدالت انگریزان و قانون آنها -

فصل پنجم - ذکر جاگیرداران قدیم و راجگان پیشن گزار -

(۴) ملاّ فیروز لائبریری

ملاّ فیروز بمبئی میں قدیم زردشتی فرقہ کے موبد تھے ۔ ان کے والد ملاّ کاوس بھی خاندانی موبد ۔ عربی فارسی کے عالم اور فارسی کے شاعر تھے ۔ جلال ان کا تخلص تھا ۔ میر نظام علی خان آصف جاہ ثانی والی حیدرآباد (سنہ ۱۱۷۵ھ سنہ ۱۲۱۸ھ) کے عہد میں حیدرآباد آئے ۔ دربار میں رسائی حاصل کی ۔ مدت تک مقیم رہے ۔ اور یہیں ہیضہ میں مبتلا ہو کر انتقال کیا ۔ لچھمی نارائن شفیق نے 'گل رعنا' میں ان کا تذکرہ لکھا ہے ۔

ملاّفیروز سنہ ۱۱۷۱ھ میں پیدا ہوئے ۔ اپنے والد کے ہمراہ ایران کا سفر کیا ۔ بارہ سال مقیم رہے ۔ اس دوران میں وہاں کے موبدوں سے ہندوستانی زردشیوں کے بعض حل طلب مسائل کو تحقیق کیا ۔ واپس آنے کے بعد سنہ ۱۲۰۹ھ میں قدیم زدشی فرقہ نے انکو اپنا موبد بنا لیا ۔ علوم مشرقیہ کے جیّد عالم تھے ۔ بمبئی کے گورنر مسٹر ڈنکن J. Duncan کی فرمائش سے 'شاہنامہ' کی طرز پر فارسی نظم میں 'جارج نامہ' لکھا ۔ اور اس میں پرتگیزوں کے ورود سے سنہ ۱۲۳۵ھ تک ہندوستان کے انگریزی عہد کی تاریخ تحریر کی ۔ سنہ ۱۲۲۴ھ میں 'دساتیر' شائع کی ۔ جو پارسی مذہب کی نہایت قدیم کتاب ہے ۔ سنہ ۱۲۳۸ھ میں بمبئی سماچار Bombay Samachar جاری کرایا ۔ اور آس میں خود بھی مضامین لکھے ۔ سنہ ۱۲۴۶ھ میں بمبئی میں انتقال کیا ۔ انہوں نے عربی فارسی کے بیش قیمت مخطوطات جمع کئے تھے جو اس وقت ملاّ فیروز لائبریری کے نام سے محفوظ اور کاما اورنٹیل انسٹیٹیوٹ Cama Oriental Institute میں موجود ہیں ۔ اور انکی فن وار تعداد حسب ذیل ہے ۔

۱	ریاضی ۔ ہیئت اور نجوم	۹۳ جلد
۲	لغات ۔ صرف و نحو	۴۴ ”
۳	تاریخ ۔ سوانح عمریاں ۔ سفر نامے اور جغرافیہ	۶۱ ”

۴ طب و کیمیا	۲۲ جلد
۵ فلسفہ و منطق	۲۰ "
٦ منظوم کتابین	۱۵۵ "
۷ مذہبی کتابین	۸۷ "
۸ قصص وحکایات اور موسیقی	۵۷ "
جملہ	۵٦۰ جلد

اس کتب خانہ میں بہ نسبت دوسرے فنون کے ریاضی اور ہیئت کی بہت سی نادر کتابین نظر آئین - مثلاً ثمرہ بطلمیوسی - قانون مسعودی - کتاب التفہیم - شرح مناظر وغیرہ - 'ثمرہ بطلمیوسی' کو استادالبشر خواجہ نصیرالدین محمد بن محمد بن حسن الطوسی المتوفی سنہ ٦۷۲ ھ نے خواجہ بہاء الدین محمد بن صاحب الدیوان خواجہ شمس الدین جوینی کے نام پر سنہ ٦۷۱ ھ مین تصنیف کیا ہے (کشف الظنون جلد اول صفحہ ۳۵٦) اس کا ایک مخطوطہ پیرس کے کتب خانۂ ملی مین بھی موجود ہے - 'کتاب التفہیم' اور 'قانون مسعودی' ابوریحان محمد بن احمد البیرونی المتوفی سنہ ۴۳۰ ھ کی تصنیفات سے ہین - 'کتاب التفہیم' (کشف الظنون - جلداول صفحہ ۳۱۷) ریحانہ بنت الحسن الخوارزمی کیلئے ۴۲۱ ھ مین لکھی گئی ہے - 'قانون مسعودی' (کشف الظنون جلد دوم صفحہ ۲۱۸) سلطان مسعود بن محمود غزنوی (سنہ ۴۲۱ ھ سنہ ۴۳۲ ھ) کے نام سے سنہ ۴۲۱ ھ مین تصنیف ہوئی ہے - علم ہیئت کی عدیم النظیر کتاب ہے - عربوں نے اس فن مین جو حیرت انگیز ترقی کی ہے اس سے اس کا ثبوت ملتا ہے - دنیا مین اسوقت تک اسکے چھہ مخطوطے دریافت ہوئے ہین - جن مین سے پانچ مخطوطے بوڈلین لائبریری - برلن لائبریری - برٹش میوزیم - امپیریل لائبریری کلکتہ - اور رائٹن لائبریری علی گڈہ مین ہیں - چھٹا مخطوطہ ملا فیروز لائبریری کا ہے - 'شرح المناظر' اس کا متن یعنی 'کتاب المناظر' ابوعلی حسن بن حسین بن ہیثم المتوفی سنہ ۴۳۰ ھ کی تصنیف ہے - شرح کو امام الدین ریاضی بن لطف اللہ المہندس اللاہوری الدہلوی المتوفی سنہ ۱۱۴۵ ھ نے سنہ ۱۱۳۸ ھ مین بمقام شاہجہان آباد تصنیف کیا ہے - ادارہ معارف اسلامیہ کے پہلے اجلاس کی روئداد میں مولانا سید سلیمان ندوی کا ایک مضمون چھپا ہے - جس کا عنوان ہے 'لاہور کا ایک

مہندس خاندان ' اس مین امام الدین ریاضی کے حالات اسکی تصنیفات کا بیان بھی ھے - لیکن مولانا نے 'شرح المناظر' کا تذکرہ نہین کیا ھے -

۳۸ روضات الجنات فی اوصاف الھرات - مولانا معین الدین محمد الزمجی الاسفرازی کی تصنیف ھے جو سلطان حسین بایقراء (سنه ۸۷۸ ھ - سنه ۹۱۲ ھ) کے معاصر اور اپنے زمانے کے مشاھیر علم و فضل سے تھے (حبیب السیر جلد سوم - جز سوم صفحه ۳۴۲) یه کتاب چھبیس ابواب مین ھے - جن مین ھرات اور اسکے مضافات کی تاریخ اور وھان کے بادشاھون کے مفصل حالات مرقوم ھیں - موجوده مخطوطه ۱۴ - جمادی الثانی سنه ۱۲۲۵ ھ کو مکتوب ھوا ھے -

۳۹ تاریخ الفی - دنیا کی ھزار ساله تاریخ - جو شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر (سنه ۹۶۳ ھ - سنه ۱۰۱۴ ھ) کے حکم سے تالیف ھوئی ھے - شہنشاہ نے اس کا نام 'الفی' رکھا - ابو الفضل علامی نے اس پر دیباچه لکھا (آئین اکبری - طبع لکھنو جلد اول صفحه ۱۳۲) اس کی ابتداء جناب سیّد المرسلین صلی الله علیه و سلم کی رحلت سے ھوئی ھے اور اس مین سال ھجرت کے عوض تاریخ رحلت سے سنین کا شمار کیا گیا ھے - اس کے ابتدائی پنیتیس سال کے واقعات نقیب خان - شاہ فتح الله - حکیم ھمام - حکیم علی گیلانی - ابراھیم سرھندی - مرزا نظام الدین احمد اور ملا عبدالقادر بدایونی نے لکھے - چھتیسوین سال سے چنگیز خان (سنه ۶۰۳ ھ - سنه ۶۲۴ ھ) کے خروج تک پانسو باسٹھه سال کا احوال ملّا احمد بن نصر الله تتوی نے قلمبند کیا - اس کے بعد سنه ۹۹۷ ھ تک چارسو سال کے وقایع مرزا جعفر بیگ آصف خان نے تحریر کرکے کتاب تمام کی - سنه ۱۰۰۰ ھ میں شہنشاہ کے حکم سے ملّا عبدالقادر بدایونی نے اس کی پہلی دو جلدون کو مصادر سے مقابله کر کے واقعات کو صحیح کیا - تیسری جلد کی تصحیح آصف خان نے کی (منتخب التواریخ طبع کلکته جلد دوم صفحه ۳۱۸)

ملّا فیروز لائبریری میں اس کتاب کی آخری دو جلدین ھین ان میں سے ایك جلد میں سنه ۵۰۵ رحلت سے سنه ۶۷۹ رحلت تك ایکسو چھبیس سال کا احوال ھے - دوسری جلد سنه ۷۰۸ رحلت سے شروع ھو کر سنه ۹۸۴ رحلت پر تمام ھوئی ھے - ان دونون جلدون میں بحیثیت مجموعی چارسو سال کے واقعات ھین -

لٹن لائبریری کے مخطوطه کا آغاز سنه ۹۲۵ ھ سے هوا ھے - اسکے بعد سنه ۹۵۶ ھ تك مسلسل چار سو تیس سال کے وقایع مذکور ھیں -

۴۰ تذکرة الملوك - تصنیف مرزا رفیع الدین ابراهیم بن توفیق شیرازی - بیجاپور کے سلاطین عادل شاهی کی مبسوط تاریخ ھے - ابتداء میں بطور تمهید سلاطین بهمنیه کے حالات ھیں - اس کے بعد ختم کتاب تك عادل شاهیوں کا تذکره ھے - اسکے ضمن میں موقع بموقع دکن کے ملوك الطوایف' سلاطین مغلیه اورشاهان صفویه کےوقائع بھی تحریر کئے ھیں بعهد سلطان ابراهیم عادل شاه ثانی (سنه ۹۸۸ ھ - سنه ۱۰۳۵ ھ) مصنف نے سنه ۱۰۱۷ ھ میں اسکی ابتداء کی تین سال کے بعد سنه ۱۰۲۰ ھ مین اختتام کو پہنچایا - موجوده مخطوطه ابتداء سےقدرے ناقص ھے -

۴۱ گل رعنا - لچھمی نارائن شفیق کی تصنیف اور هندوستان کے فارسی شعراء کا جامع تذکره - اسکے مصنف میر غلام علی آزاد بلگرامی کے شاگرد تھے - سنه ۱۱۵۸ ھ میں اورنگ آباد میں پیدا هوے - ۱۲۲۳ ھ میں انتقال کیا - انہوں نے تراجم وتاریخ میں بہت سی کارآمد کتابیں لکھی ھیں - (۱) تنمیق شگرف - دکن کی تاریخ عمومی (۲) ماثرآصفی - شاهان آصفیه کی تاریخ (۳) بسایط الغنایم - مرهٹوں کی تاریخ (۴) ماثرحیدری - شاهان میسور یعنے حیدر علی خان اوراس کے فرزند ٹیپوسلطان کا تذکره (۵) چمنستان شعراء - اُردوشعراء کا عام تذکره -

گل رعنا کے دو حصه ھیں - پہلے میں مسلمان - دوسرےمیں هندو شعراء کا تذکره ھے - سنه ۱۱۸۱ ھ میں اسکی تالیف کا آغاز هوا - سنه ۱۱۸۳ ھ میں اختتام کو پہنچا - حسب ذیل کتابوں سے اسکی تالیف میں شفیق نے مدد لی ھے - مراۃ الخیال شیر خان لودهی ، سنه ۱۱۰۲ ھ - کلمات الشعراء محمد افضل سرخوش ، سنه ۱۰۹۳ ھ - همیشه بهار - کشن چند اخلاص ، سنه ۱۱۳۱ ھ - حیات الشعرا - محمد علی خان متین - ریاض الشعراء - علی قلی خان واله داغستانی ، سنه ۱۱۶۱ ھ - سفینه - بندرابن داس خوشگو ، سنه ۱۱۴۷ ھ - مجمع النفایس سراج الدین علی خان آرزو ، سنه ۱۱۶۴ ھ - ید بیضا میر غلام علی آزاد بلگرامی ، سنه ۱۱۴۸ ھ - سرو آزاد - آزاد بلگرامی ، سنه ۱۱۶۶ ھ خزانهٔ عامره - آزاد بلگرامی ، سنه ۱۱۷۳ ھ - بے نظیر - عبدالوهاب دولت آبادی ، سنه ۱۱۷۳ ھ - مردم دیده - عبدالحکیم حاکم لاهوری ، ۱۱۷۵ ھ -

(۵) ذخیرۂ آقائے داعی الاسلام

سیّد محمد علی لاریجانی مولفِ فرہنگِ نظام و سابق پروفیسر نظام کالج

پروفیسرصاحب نے بڑی محنت و کوشش کے بعد عربی فارسی کے کم و بیش پانسو مخطوطات جمع کئے ھیں - جن میں اکثر نادر و کمیاب ھیں اور خاصکر تین مخطوطے ایسے ھیں جن کا شمار نوادرات عالم میں ھوسکتا ھے - انمیں سے پہلا مخطوطه امام ابوسعید الحسن بن عبدالله بن مرزبان السیرافی المتوفی سنه ۳٦۸ ھ کی شرح کا ھے جو امام البصریئین ابو البشر عمر بن عثمان بن قنبر المتوفی سنه ۱۸۰ ھ کی کتاب سیبویه پر لکھی گئی ھے - اس مخطوطه کو خود مصنف نے اپنے دست خاص سے لکھا اور ابو محمد الحسن بن عبد الله المداینی نے مصنف کے مواجه میں اسکی قراءت کی، چنانچه اس کے ھر جزو کے صفحۂ اول پر لکھا ھوا ھے۔

> قراه علی الی اخره ابو محمد الحسن بن عبد الله المداینی و کتبه الحسن بن عبد الله السیرافی —

امام سیرافی کی اسی شرح کا ایك ناتمام مخطوطه جس میں پہلے پانچ اجزاء ھیں امام موفق الدین عبداللطیف بن یوسف البغدادی المتوفی سنه ٦۲۹ ھ کے ھاتھ کا لکھا ھوا مصر کے دار الکتب میں محفوظ ھے - سنه ۵۷۹ ھ میں اسکی کتابت ھوئی ھے - دنیا میں غیر معمولی شہرت رکھتا اور بڑی قدر سے دیکھا جاتا ھے - (جرجی زیدان - تاریخ الاداب اللغة العربیه - جلد ثانی - ص ۱۱٦) اسکے مقابله میں خود مصنف کے خطی مخطوطه کی جو قدر و قیمت ھوسکتی ھے وه محتاج بیان نہیں۔

دوسرا مخطوطه امام الادب ابی عبدالله محمد بن جعفر التمیمی النحوی المعروف ابن قراز القیروانی المتوفی سنه ۴۱۲ ھ کی کتاب 'الجامع فی اللغة' کے باب الباکا ھے -

اسکی نسبت مورخ ابن خلکان نے لکھا ھے کہ مطوّل منتخب اور مشہور کتابوں سے ھے (وفیات الاعیان - طبع طہران - جلد ثانی ص۹۳) حاجی خلیفہ کے بیان سے معلوم ہوتا ھے کہ ان کے زمانہ میں اس کتاب کے نسخے قلیل الوجود تھے (کشف الظنون جلد اول ص ۳۸۷) اسوقت مشرق و مغرب کے کتب خانے اس کے نسخوں سے خالی ہیں - موجودہ مخطوط کو علی بن الحسن بن ابی حنیفہ نے چہارم رجب سنہ ۳۶۸ھ کو مصنف کے خطی نسخہ سے نقل کیا ھے - اس کے خاتمہ کی عبارت یہ ھے -

تم کتاب البا بحمدالله و عونه و توفیقه | و صلی الله علی محمد نبیه و علی ابرار عترته و سلم | فرغ من نسخه علی بن الحسن بن ابی حنیفه یوم الا ثنین | الا ربع خلون من رجب سنة | ثمان و ستین و ثلثمائه | قوبل بالام التی کتب بخط | مولف الکتاب ابی عبدالله محمد بن جعفر التمیمی النحوی وصح -

تیسرا مخطوطہ فارسی کے مشہور و معروف شاعر مرزا محمد علی تبریزی المتخلص بہ صائب کے ضخیم دیوان کا ھے جو از اول تا آخر خود صائب کے قلم کا لکھا ہوا ھے - اس میں پچاس ہزار سے زیادہ شعر ہیں اور ان میں سیکڑوں شعر ایسے ہیں جنکو خود شاعر نے قلمزن کر کے خارج کر دیا یا ان کے عوض دوسرے شعر لکھے یا ان میں تغیر و تبدل کیا ھے - یہ مخطوطہ نوادرات سے نہیں بلکہ عجائبات سے ھے - دیوان صائب کا جو نسخہ لکھنو میں چھپا ھے عام طور پر صائب کے اشعار کا مکمل مجموعہ سمجھا جاتا ھے - اس میں تخمیناً تیئیس ہزار شعر ہیں - بر خلاف اس کے پروفیسر صاحب کے مخطوطہ میں مطبوعہ نسخہ سے تقریباً ستائیس ہزار شعر زیادہ ہیں اور یہ مخطوطہ مطبوعہ نسخہ سے دوگونہ ھے -

برٹش میوزیم میں صائب کے ہاتھ سے لکھے ہوئے اپنی غزلیات کے چند اوراق ہیں جو مغتنمات سے سمجھے گئے ہیں - منجملہ ان کے ایک ورق کا عکس ڈاکٹر برون Dr. E. G. Browne نے اپنی تاریخ ادبیات ایران در عصر حاضر History of Persian Literature in Modern Times. میں شایع کیا ھے - ان چند اوراق کے مقابلہ میں خود صائب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک ہزار صفحات کا مکمل دیوان بلاشبہ دنیا کے عجائبات میں شمار ہونے کے لایق ھے -

مرزا صائب نے خود اپنے کلام کے کئی انتخاب مرتب کئے ہیں - اور ان کو مضامین کے لحاظ سے مختلف حصوں میں تقسیم کیا اور ہر حصہ کا نام جدا جدا

رکھا ھے - مثلاً جس انتخاب میں معشوق کا سراپا ھے اس کا نام 'مراۃ الجمال' ھے جس میں آئینہ و شانہ کا ذکر ھے اس کا نام 'آرایش نگار' ھے جو حصہ مئے و میخانہ سے تعلق رکھتا ھے وہ 'میخانہ' کے نام سے موسوم ھے - اسی طرح ایک حصہ جس میں مختلف مضامین کے اشعار ھیں 'واجب الحفظ' کہلاتا ھے - اس آخرالذکر مجموعۂ انتخاب کا ایک مخطوطہ خود مرزا صائب کے ھاتھ کا لکھا ھوا پروفیسر صاحب کے یہان موجود ھے - اور اس میں جن مضامین کے اشعار ھین ان کے عنوان یہ ھین - گل و شبنم - گلاب و گلزار - گوھر و صدف - قفل و کلید - گریہ و اشک وغیرہ -

۴۲ تقویم التواریخ - حاجی خلیفہ مصطفےٰ عبداللہ کاتب چلپی کی تصنیف ھے جو قسطنطینیہ کا باشندہ اور گیارھوین صدی کا مشہور مصنف ھے - اس نے سنہ ۱۰۶۷ھ میں وفات پائی ھے - اس کی کتاب 'کشف الظنون عن اسامی الکتب و الفنون' دنیا کی اھم تصنیفات میں شمار ھوتی ھے - حاجی خلیفہ نے تقویم التواریخ سنہ ۱۰۵۸ ھ میں بزبان ترکی تصنیف کی ھے - اس کا اصل ترکی نسخہ سنہ ۱۱۴۸ ھ میں استنبول میں چھپا ھے - حاجی خلیفہ نے اپنی کتاب کا تذکرہ کشف الظنون میں بھی کیا ھے - دیکھئے - کتاب مذکور طبع قسطنطینیہ جلد اول ص ۳۲۱ - حاجی خلیفہ کے لئے دیکھئے کتب ذیل (۱) میرغلام علی آزاد بلگرامی کی سبحۃ المرجان فی آثار الھندوستان طبع بمبئی ص ۴۲ (۲) مولوی عبد الحی لکھنوی کی فوائد البھیہ طبع مصر ص ۱۹ (۳) جرجی زیدان کی تاریخ الاداب اللغۃ العربیہ جلد ثالث ص ۳۱۷ (۴) خیرالدین زرکلی کی کتاب الاعلام جلد ثالث ص ۱۰۴۲ -

اس کتاب میں مصنف نے حضرت آدم کے ھبوط سے زمانۂ تالیف کتاب یعنی سنہ ۱۰۵۸ ھ تک سات ھزار دو سو چوھتر سال کے اھم واقعات اور مشاھیر روزگار کے وفیات سنین کے تحت بیان کئے ھین نسخۂ حاضرہ اسی کتاب کا فارسی ترجمہ ھے جو سنہ ۱۰۷۵ ھ میں بمقام بغداد تمام ھوا ھے - مترجم کا نام معلوم نہیں - بعض چیزین مترجم نے اسمیں اضافہ کی ھیں - مثلاً ایکسوچھیالیس حکمران خاندانوں کی فہرست - سلاطین آل عثمان اور شاھان صفویہ کے متعلق سنین، مدت وحکومت، وفات کا جدول آئمۂ اثنی عشر علیہم السلام کے اسمائے گرامی وغیرہ - اس مخطوطے میں بعض چیزین لٹن لائبریری کے مخطوطہ سے زیادہ ھیں -

ایک اطالوی مستشرق رینو کارلی G. R. Carli نے اس کتاب کے اصل ترکی متن و عربی فارسی ترجمون کے ساتھ سنہ ۱۶۹۷ع مین وینیشیا مین چھپوایا ھے۔ اس کے ساتھ اطالین زبان مین اس کا ترجمہ بھی کردیا ھے۔ اور اس کا اطالین سرورق یہ ھے Caronologia Historica scritta in lingua Turca, Persiana & Araba da Hazi Halife Mustafa, e tradotta...... da G. R. Carli, Venice 1697.

۴۳ تاریخ طبرستان ۔ جسکو محمد بن حسن بن اسفندیار نے سنہ ۶۱۳ ھ مین تصنیف کیا ھے۔ دیباچہ سے معلوم ھوتا ھے کہ اس کا مصنف سنہ ۶۰۶ ھ مین بغداد سے عراق آیا جہان اسکو شمس الملوک رستم بن اردشیر بن حسن بن رستم (سنہ ۶۰۲ ھ۔ سنہ ۶۰۶ ھ) کے حادثۂ قتل کی اطلاع ملی جو ماہ شوال سنہ ۶۰۶ھ کا واقعہ ھے۔ اس پرُ آشوب زمانہ مین مصنف نے دو مہینے شہر ری مین گزارے اور یہان کے ایک کتب خانہ مین جو شہنشاہ غازی رستم بن شہریار کے مدرسہ مین ھے۔ چند اجزا نظر سے گزرے جس مین 'گاؤ بارہ' کا حال تحریر تھا۔ ملک سعید حسام الدولہ اردشیر (سنہ ۵۶۷ ھ۔ سنہ ۶۰۲ ھ) نے کئی بار مصنف سے دریافت کیا تھا کہ کیا عربی فارسی کی کسی کتاب مین طبرستان کے اس بادشاہ کا تذکرہ نظر سے گزرا ھے جس کا لقب 'گاؤ بارہ' تھا۔ لیکن مصنف نے یہ نام بادشاہ کے سوا کسی سے نہین سنا تھا۔ اور نہ 'باوند نامہ' کے سوا (جو طبرستان کی منظوم تاریخ ھے اور حسام الدولہ شہریار بن قاران (سنہ ۴۶۶ ھ۔ سنہ ۵۰۳ ھ) کے عہد مین تصنیف ھوئی ھے اور جس مین اھل دیہات کی کہانیان اور عوام الناس کے بیان کئے ھوئے حکایات مذکور ھین) یہ نام کسی اور کتاب مین مصنف کو نظر نہین آیا۔ وہ چند اجزا جن کا اوپر ذکر آیا ھے عربی زبان مین تھے اور ان کو امام ابوالحسن علی بن محمد الیزدادی نے تصنیف کیا تھا۔ الغرض مصنف نے چند شبانہ روز محنت کر کے ان اجزا کو فارسی مین ترجمہ کیا اور ان کے ساتھ ملک حسام الدولہ اردشیر کے اسلاف و اخلاف کا تذکرہ ضم کر کے طبرستان کی تاریخ مرتب کرنا چاھا۔ اسکے بعد مصنف نے اپنے والد کی ملاقات کے لئے آمل کا سفر کیا۔ یہان سے خوارزم پہنچا۔ جہان پانچ سال اسکا قیام رہا۔ اس اثنا مین صحاف کی دوکان پر ایک کتاب ملی۔ جس مین دو رسالے مجلّد تھے۔ ان مین سے پہلا رسالہ علاء بن سعید سندی کا تھا جسکو داؤد یزدی نے سندی زبان سے

عربی میں ترجمہ کیا تھا - دوسرا اردشیر بابك کے هیربد بزرگ تنسر کا نامہ تھا جسکو اس نے طبرستان کے شاهزادے جسنفشاہ کے جواب میں لکھا تھا اورابن مقفع نے پهلوی سے عربی میں اس کا ترجمہ کیا تھا - مصنف نے نامۂ تنسر کا عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا - اس سے اپنی کتاب تاریخ طبرستان کی ابتدا کی - اس کے بعد خلفاء و علماء کے حالات اور ملوك و امرا کے حکایات جمع کئے جو متفرق کتابوں میں مرقوم تھے - یا مختلف علماء فضلاء سے سماعت کئے تھے - اور ان تمام مطالب و مضامین کو اس نے حسب ذیل چار اقسام پر تقسیم کیا -

قسم اول　　در ابتداء بنیاد طبرستان -

باب اول　　در ترجمه سخن ابن المقفع -

باب دوم　　در ابتداء بنیاد طبرستان و بناء عمارات و شهرها -

باب سوم　　در خصایص و عجائب طبرستان -

باب چهارم　　در ذکر ملوك و اکابر و علماء و زهاد و کتاب و اطبا و اهل نجوم و حکماء و شعراء -

قسم دوم　　در ابتدای دولت آل وشمگیر و آل بویه و مدت استیلای ایشان بر ملك طبرستان -

قسم سوم　　در نقل ملك طبرستان از آل وشمگیر که آخر ایشان نوشیروان بن منوچهر بن قاموس بود با سلاطین محمودیان و سلجوقیان -

قسم چهارم　　از ابتدائی دولت آل باوند دوم نوبت تا آخر دولت ایشان -

قسم اول کے پہلے باب میں ابو محمد عبداللہ بن المقفع المقتول سنه ۱۳۹ ھ کا تذکرہ اور هیربد بزرگ تنسر کے نامہ کا فارسی ترجمہ ہے - قسم دوم و سوم میں آل وشمگیر (سنه ۳۱۵ ھ - سنه ۴۷۱ ھ) اور آل بویہ (سنه ۳۲۰ ھ - سنه ۴۲۱ ھ) کے واقعات بیان کرتے ہوئے مصنف نے قدیم بادشاهوں سے آل کیوس اور اسلامی دور سے آل دابویہ (سنه ۲۰ ھ - سنه ۱۱۶ ھ) اور سادات طالبیہ (سنۂ ۲۵۰ ھ - سنه ۴۲۱ ھ) کے حالات بھی تفصیل سے تحریر کئے ہیں - قسم چهارم میں آل باوند یعنی ملوك الجبال

کے تینوں سلسلوں کا تذکرہ ہے۔ سلسلۂ اول۔ باوبن شاپور (سنہ ۴۵ھ - سنہ ۶۰ ھ) کے زمانہ سے شہریار بن دارا (سنہ ۳۵۸ ھ - سنہ ۳۹۶ ھ) کے انجام حکمرانی تک۔ سلسلہ دوم۔ حسام الدولہ شہریار بن قاران (سنہ ۴۶۶ ھ - سنہ ۵۰۳ ھ) کے آغاز حکومت سے شمس الملوک شہریار بن رستم بن اردشیر (سنہ ۶۰۲ھ - سنہ ۶۰۶ھ) کی وفات تک۔ سلسلہ سوم۔ حسام الدولہ اردشیر بن کینخواریہ (سنہ ۶۳۵ ھ - سنہ ۶۴۷ ھ) کے عہد حکومت سے فخر الدولہ حسن (سنہ ۷۳۴ ھ - سنہ ۷۵۰ ھ) کی وفات تک۔

دنیا میں اس کتاب کے تین نسخے دریافت ہوئے ہیں۔ ایک برٹش میوزیم لندن میں نمبر Add. 7633. پر۔ دوسرا بمقام طہران مجلس معارف کے کتب خانہ میں۔ تیسرا موجودہ مخطوطہ جو ۲ شعبان سنہ ۱۲۷۲ ھ کو اصفہان میں مکتوب ہوا ہے۔ پروفسر براون Edward G. Browne نے انگریزی زبان میں اس کتاب کا بالاختصار ترجمہ کیا ہے جو اوقاف مسٹر گب E. J. W. Gibb کی طرف سے سنہ ۱۹۰۵ء میں شائع ہوا۔ اس کا انگریزی زبان میں یہ نام ہے۔ An abridged translation of the History of Tabaristan, E.J.W. Gibb Memorial Series Vol. II. London 1905.

DUE DATE

ق ۱۱۱ع ۹۵۲۹

ق ۱۱ع ۹۵۲۹۹

۴۴۸۰۸

قادری، سید شمس اللہ

Date	No.	Date	No.
29 JAN 1983	593		

۴۴۸۰۸

URDU